مصنف

عالمِ ربانی عارفِ حقانی مظہرِ فیضِ یزدانی محبوبِ سبحانی

حضرت سیدنا و مرشدنا خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب نقشبندی سیدوی قدس سرہٗ

نور علیٰ نور یہدی اللہ لنورہ من یشاءُ

نسخۂ فیض آگیں مرادُ العاشقین سراجُ السالکینؒ

عالمِ ربانی عارفِ حقانی مظہرِ فیضِ یزدانی محبوبِ سبحانی

حضرت سیدنا و مرشدنا خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب نقشبندی سیدوی قدس سرہ

تخریج شدہ ایڈیشن

نام کتاب : خیر الخیر المعروف بہ مرغوب السلوک

نام مصنف : حضرت مولانا خواجہ محبوب عالم سیدوی قدس سرہٗ

باہتمام : صاحبزادہ محمد احمد ہاشمی

کاوش : محمد فیاض صدیقی مجددی گجرات

سرورق : خطاط العصر محمد علی زاہد صاحب

صفحات : ۲۲۳

تعداد : ایک ہزار

ایڈیشن : ساتواں

سنِ اشاعت : ذوالحج ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰/اکتوبر ۲۰۱۲ء

قیمت :

ملنے کا پتہ

مکتبہ توکلیہ محبوبیہ

خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ سیدا شریف ضلع منڈی بہاؤ الدین

0300-7758750

فہرست

تعارف

اس وقت جنیدِ زمانہ اور بایزیدِ وقت، قطب العالم حضرت مولانا خواجہ محبوب عالم سیدوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''خیر الخیر'' کا مختصر تعارف مقصود ہے جن کی ذاتِ گرامی قلت آمیزی کی وجہ سے جو اس مشرب کا لازمہ قرار دیا گیا ہے چشمِ عالم سے پوشیدہ رہی لیکن اپنے بعد طالبینِ حق کے لیے فنِ عرفان میں اپنی کتاب ''خیر الخیر'' ایک ایسی روشنی چھوڑ گئے ہیں جیسے بحرِ ظلمات میں روشنی کا مینار، اور اگر یہ اصول صحیح ہے کہ متکلم کی اگر معنوی ملاقات کا شوق ہو تو اس کو اس کے کلام میں تلاش کرنا چاہیے وہاں مل جائے گا۔ اس خوشبو کی تلاش ہو تو پھول کو تلاش کرو وہاں مل جائے گی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے چار بار بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ تیری ملاقات کہاں اور کیسے نصیب ہوسکتی ہے، چار بار ایک ہی جواب ملا کہ اپنے کلام میں۔

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگِ گل
ہر کہ خواہد دید نم در سخنِ من بیند مرا

ترجمہ: میں بات میں اس طرح پوشیدہ ہوں جس طرح پھول کی خوشبو پھول

کی پتی میں، جو مجھے دیکھنا چاہے وہ میری بات میں نظر کرے۔

میرے قبلۂ عالم کے عرفان کی معنوی اور زندۂ جاوید اور صحیح تصویر یہ کتاب لاجواب ہے۔ قبلۂ عالم خواجہ محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ بنفسِ نفیس سالہا سال طلبِ مولا میں آبلہ پا رہے اور تلاشِ حق کی وادیاں عرصہ ہائے دراز تک مجاہدہ گاہ بنی رہیں اور شیخ کامل و مکمل و اکمل، ساقئ شراب محبت، صفدر میدانِ ولایت، حُجۃ اللہ علی الخلق الملقب بالعرش حبیب الرحمٰن خواجہ توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ تربیت کامل مجاہدات کے بعد مشاہدۂ حق اور وصالِ الٰہی کی دولت پائی اور فنِ عرفان کے ایک ایک مقام کی تفصیلی سیر سے شادکام ہوئے اور ہر مقام کے گوشہ گوشہ اور کونہ کونہ کا مشاہدہ نصیب ہوا۔ سیر انفسی اور سیر آفاقی کو جہاں تک الفاظ کا جامہ پہنانا ممکن تھا خوبصورت اور سادہ لباس پہنا کر زیبِ قرطاس فرما دیا تاکہ رہروانِ طریقت اِس راہ کے نقصانات سے بچ جائیں اور سمجھ میں آجانے سے ترقی میں آسانیاں پیدا ہو جائیں اور طالبانِ حق غلط روش رکھنے والے متصوفہ کی غلط نقالی سے دھوکا کھا کر کہیں اصل حقیقت سے محروم نہ رہ جائیں۔ ایسے اَن دیکھے راہ میں پہلے قدم کا غلط اُٹھ جانا یقینی اور بدیہی امر ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ اس راہ کا بہت بڑا حادثہ ہے۔ پھر جو قدم اُٹھے گا، غلط سمت کو ہی جائے گا۔ اس لیے حضرت خواجہ کی دُور بین اور حکیمانہ نظر نے بھانپ لیا، کہ کم از کم طالبِ مولا کا ذہن اس تعلیم سے آشنا ہو جائے تاکہ اگر خوش نصیبی سے اس کے حصول کا موقع ملے تو ذہن انتشار کا شکار نہ ہو جائے۔ اس لیے اس راہ کے مقامات کی نشاندہی ضروری تھی جس کا حق آپ نے ادا کر دیا۔ تصوّف کی باریکیاں سالک کی ابتداء سے لے کر اِنتہا تک تمام احوال مُرشدِ کامل کی شناخت اور یافت آدابِ شیخ، تربیت، خطرات سے آگاہی، نتائجِ تربیت،

کشف و کرامات اور مقبولیت وغیرہ کو نہایت عُمدہ پیرایہ اور سادہ اسلوبِ بیان میں تحریر فرمایا۔ تصوّف کے احوال و انوار جو ہدایت کی جان ہیں۔ اسلام کی رُوح ہیں وہ اس تحریر میں بول رہے۔ یہ کتاب حقیقت میں وقت کی ایک اہم ضرورت تھی جس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پورا فرمایا۔

روحانیت سے بیزاری اور بیگانگی کا سبب

یہ دَور مادی دَور ہے۔ روحانیت سے یہ دور بہت دُور جا چکا ہے اور جا رہا ہے اس لیے فنِ تصوّف پر جہاں موجودہ مادی دنیا کی طرف سے اعتراضات اور شبہات کے وار کیے گئے ہیں ان میں سب سے بڑا وار اور حملہ جو کیا گیا ہے اور اس کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور پیٹا جا رہا ہے نہ صرف عوام کی طرف سے بلکہ علمی دُنیا کی طرف سے بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ ''یہ تصوّف راہبانہ اور خلوت پسندانہ طریقہ ہے۔ یہ خانقاہی طریقہ لوگوں کی عملی قوت کو مفلوج کرتا ہے۔ تصوّف کی تعلیم ایسی ہے جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر کھلانا۔ اس کا ماخذ اسلام نہیں ہے بلکہ اسلام سے بیگانہ الگ چیز ہے'' بعض لوگوں نے اس کا رشتہ ہندوانہ جوگ سے جا ملایا ہے اور ناموزوں الفاظ سے دُہرایا ہے صرف اس لیے کہ لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو اور تصوّف کو اسلام سے بیگانہ خیال کیا جائے۔ حالانکہ تصوّف کی زِندگی اسلام کی زندگی ہے اور اس کی موت اسلام کی موت ہے کیونکہ کوئی جسم بلا جان زندہ نہیں رہ سکتا۔ توحید و رسالت جو اصل سرمایۂ دین ہے اس کی تکمیل ہی اوّلین مقصدِ تصوّف ہے اور بس۔

جو تصوّف اور فقر اسلام سے بیگانہ کرے اور توحید و رسالت سے متصادم ہو تو

میرے نزدیک وہ فقر نہیں وہ سراسر گمراہی ہے اور اس کے تصرّفات استدراج ہیں اس کا کمال ایمانی سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا حقیقی صُوفی رسالت مآب ﷺ کا پورا عکس ہوتا ہے اور رسالت کے تمام فرائض ادا کرتا ہے۔ تصوّف اسلام کی خوابیدہ رُوح کو بیدار کرتا ہے یا اس سوز کو اور اس آتشِ محبت کو جو اس کی فطرت میں رکھی گئی ہے بھڑکاتا ہے جس کی بنا پر یہ اللہ کریم کا قابلِ خطاب بنا اور خلعتِ خلافت سے نوازا گیا جو ماسوائے حق کو خاکستر بنا کر اس کو وحدت اور رسالت کا سچّا عاشق بنا دے۔ یہی تصوف کا مقصد ہے۔ دین کے اس خالص لطیف ترین اور بلند ترین اور مظلوم شعبہ سے ہمارے زمانہ کے عوام و خواص کی بیگانگی اور بُعد کے اسباب تو بہت ہیں لیکن ایک عمومی سبب یورپین اقتدار کے ساتھ مادیت و دہریت کا وہ سیلاب ہے جس کے زہریلے اثرات نے غیر محسوس طریقہ سے نہ صرف ذہنوں کو بلکہ رُوحوں تک کو کھا ڈالا اور دین کے اِس بنیادی شُعبہ یعنی رُوحانیت سے بیگانگی کا یہ عالم پیدا کر دیا کہ اِس شعبہ کو دین سے ایک الگ اور جُدا شے قرار دینے لگے۔ گویا کہ دین میں اور تصوّف میں کوئی رشتہ ہے ہی نہیں اور یہ شُعبہ اہلِ زمانہ کی بے مہری کا شکار ہو کر رہ گیا۔ عیسائی دنیا کا تو یہ عقیدہ درست تھا کہ ان کی رُوحانیت کا ان کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا کیونکہ ان کا مذہب اس قدر غیر معتدل اور مسخ اور مُردہ ہو چکا تھا کہ مذہب ان کو کچھ بھی دینے سے قطعاً قاصر تھا۔ مُردہ کِسی کو دے بھی کیا سکتا ہے لیکن تعجب تو اس قوم پر ہے جس کا مذہب اتنا مکمل اور زندہ ہو اور زندگی تقسیم کرنے کے لیے چشمۂ سلسبیل لگا رکھا ہو۔ جس کے مذہب نے اس کے ماننے والوں کو وہ سب کچھ دیا ہو جس کی انسانیت کو ضرورت تھی۔ وہ رُوحانیت سے کیسے بیزار ہو سکتی تھی۔ خصوصاً سکُونِ قلب کی وہ لازوال دولت

جو بادشاہوں کو باوجود اپنی وسیع سلطنت کے نصیب نہ ہو سکی جس کی تلاش میں ایک دُنیا سرگرداں ہے۔ جس کے مذہب نے اس آبِ حیات کی سبیل لگا رکھی ہے اور اس کے پینے کی دعوت دے رہا ہو۔ وہ کیسے اس زہر سے متاثر ہو گئی؟

یاد رکھیے کہ مذہب سراسر اطمینان ہے کیونکہ اس کا مقصد معیّن اور اس کے وسائل اور راستے واضح اور روشن اور مرنے کے بعد ایک درخشاں زندگی کا تصوّر پیش کرتا ہے جس سے موت جیسی کڑوی چیز کی ناگواری کم ہو جاتی ہے اور بعض وقت خوشی سے موت کو قبول کر لیا جاتا ہے اور آج بھی یہ نعمت کسی مردِ مومن حق آگاہ کے جھونپڑے میں مِل سکتی ہے۔ اس نعمت کے حصول کے لیے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس کا نام تصوّف ہے اور یہی سمجھانے کے لیے کتاب لکھی گئی ہے۔

ایک شُبہ کا ازالہ

بعض دوستوں کی طرف سے اس خیال کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت نہ ہونی چاہیے کیونکہ یہ اسرار ہیں اور اہل بہت قلیل ہیں بلکہ اس دور میں تو نایاب ہی سمجھیے اور نااہل سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ اِن اسرار سے نافہمی کی بنا پر ایک دنیا کو گمراہ کرنے کا سبب بنیں گے بلکہ بعض دوستوں نے ایسے واقعات بھی سنائے لیکن مجھے اس بارے میں ان حضرات سے اتفاق نہیں۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضرت مصنّف قدس سرّہ ولایتِ خاصہ کے اس رفیع الشان مقام پر فائز تھے جہاں ولیٔ کامل کا ہر کام ارادہ و مشیّتِ الٰہی اور ارادۂ ازلی کے ماتحت ہوتا ہے اور یہ حضرات اپنے ارادے سے فانی اور اس کے ارادہ سے باقی ہوتے ہیں۔ اپنی تدبیر اِن کے توحیدی مقام کے سراسر خلاف ہوتی ہے بلکہ تدبیر ان کے نزدیک شرک ہے۔ لہٰذا یہ تصنیف

ارادہ اور حکمتِ الٰہی سے منصۂ شہود پر آئی اور حضرت مصنّف جو اپنے دور میں کشف و شہود کے بادشاہ تھے بغیر ارادۂ الٰہی کیسے اتنا بڑا کام کرنے کی جرأت کر سکتے تھے لہٰذا ان کے اس ارادہ کے مقابلے میں کسی کی رائے کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ جو کچھ آپ نے کیا وہ درست تھا اور ہے اور رہے گا۔ نیز یہ شبہ کہ نا اہل لوگ جن کی بہت کثرت ہے وہ اس کتاب کو پڑھ کر اپنی دوکان چمکانے کی کوشش کریں گے یا کر رہے ہیں۔ تو گذارش یہ ہے کہ کیا ڈاکوؤں راہزنوں کے خوف سے خالص سونے اور زر و جواہرات کی دوکانیں بند کر دیں یا جیب کتروں کے ڈر سے لوگوں نے جیبیں لگانا چھوڑ دی ہیں؟ کتوں کے خوف سے کتنے گداگروں نے گداگری ترک کر دی ہے؟ سب سے بڑی اور آخری کتاب قرآنِ پاک جس کی کامل افادیت پر ایمان ہے اس کے بارے میں رب کریم خود فرماتا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ (سورۃ البقرہ آیت ۲۶)

سینکڑوں گمراہوں نے اسی قرآن کا نام لے کر اپنی دوکانیں چمکائی ہیں اور چمکا رہے ہیں۔ کیا قرآن کی اشاعت بند کر دی جائے۔ یہی حال حدیثِ پاک اور فقہ کا ہے ایک ایسا گروہ بھی ہے جو حدیث پاک اور فقہ کی اشاعت کو تمام گمراہیوں کا منبع قرار دیتا ہے۔ ایسے گدھوں کی وجہ سے جن کو زعفران سے بُو آتی ہے۔ زعفران کی افادیت سے انکار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی تخم ریزی ختم کی جا سکتی ہے۔ سر درد کا علاج سر کاٹنا نہیں۔ ہاں اس درد کا علاج سوچنا چاہیے۔ احباب کے سامنے اس کا تاریک پہلو تو ہے لیکن روشن پہلو کیوں سامنے نہیں۔ سو اشاعت بند کرنے کی بجائے افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس خطرے کی وجہ سے جس کی بنا پر

احباب اشاعت بند کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ مقاماتِ سلوک اور ان کے طے کرنے کی حقیقت واضح کر دی جائے تا کہ ان کا مفہوم غلط نہ سمجھیں۔ پھر بھی اگر نہ سمجھیں تو ہم اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائیں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

آیئے! ذرا مقامات سلوک پر مختصر سا تبصرہ کریں کہ مقاماتِ سلوک اور ان کے طے کرنے کے معنی کیا ہیں؟ تمہیدی طور پر سلوک کی چند باتیں سمجھ لیجئے۔

سلوک کی تعریف

سلوک کہتے ہیں خدا تک پہنچنے کا طریق بطور سیر کشفی نہ کہ بطریق استدلال۔

سالک کی تعریف

جو یہ راستہ اختیار کرے اور ہر دم آگے بڑھے کسی جگہ قیام نہ کر بیٹھے اور جو قدم پڑے آگے ہی پڑے اسے سالک کہتے ہیں۔

واقف

جو سالک کسی مقام پر رُک جاتا ہے اور اپنی حالت میں جمود پاتا ہے اُسے واقف کہا جاتا ہے۔

راجع

جب ایسا شخص کسی مقام پر دیر تک اڑا رہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ پیچھے کو ہٹنے لگتا ہے ایسے شخص کو راجع کہتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر یہ صُورت پیش آجائے تو اسے کوئی معقول انتظام کرنا چاہیے تا کہ مایُوسی نہ پیدا ہو کیونکہ مایوسی اس راہ

میں خطرناک منزل ہے۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دُور شُد

ترجمہ: میں پاؤں سے کانٹا نکالنے لگا کہ کجاوہ نظر سے غائب ہو گیا ایک لمحہ
کی غفلت نے سو سال کی دوری پیدا کر دی۔

سلوک کی دو قسمیں

ایک سلوک حقیقی، دوسرا سلوک اصطلاحی، سلوک حقیقی میں سب سلاسل طریقت مشترک ہیں اور سلوکِ اصطلاحی میں سب کا مشرب الگ الگ ہے۔ کبھی کبھی سلوک اصطلاحی میں سلوکِ حقیقی بھی طے ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا۔ اس وقت ہمارے پیشِ نظر نقشبندی مجدّدی سلوک یعنی مجدّدی طریقت ہے کیونکہ یہ کتاب ''خیر الخیر'' مجدّدی سلوک میں تحریر کی گئی ہے۔ لہٰذا اس کے بارہ میں ہی بطورِ اختصار کچھ عرض کرنا ہے۔ آل ورلڈ ریڈیو پر اگرچہ بہت سے اسٹیشن ہوتے ہیں مگر دبایا اسی بٹن کو جاتا ہے اور اسی اسٹیشن کو لگایا جاتا ہے جس سے مناسبت ہوتی ہے۔

مجدّدی طریقت

حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں شریعت کی تجدید فرمائی ہے وہاں شریعت کے باطن جس کا نام طریقت ہے اس میں بھی تجدید فرمائی ہے۔ اگر اس میں تجدید نہ فرماتے تو تجدیدی کام مکمل نہ ہوتا۔

حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں طریقت اور مذہب میں ایک بڑا زبردست خلا

پیدا ہو چکا تھا کہ معرفت اور مذہب یہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں جس سے صد ہا قسم کی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت کی ایک اہم ضرورت اور بنیادی حقیقت کا واشگاف الفاظ میں اظہار فرمایا کہ طریقت اور مذہب الگ الگ دو چیزیں نہیں ہیں، یا الگ الگ دو حقیقتیں نہیں ہیں بلکہ خُدا شناسی کی ایک ہی بنیاد ہے جس پر مذہب اور طریقت کی تمام عمارت رکھی گئی ہے۔ مذہب اور طریقت میں جسم و جان کی طرح وحدت ہے نہ جسم بغیر جان کے جسم کہلا سکتا ہے اور نہ جان بغیر جسم کے کوئی حقیقت ہے بلکہ ان دونوں کی وحدت کا نام جسم ہے۔ اس دور میں آپ کا یہ نعرہ تھا کہ اصل معیار مذہب ہے نہ کہ طریقت بلکہ طریقت وہی ہے جو مذہبی حدود کے اندر پھلے پھولے۔ اگر مذہبی حدود سے باہر نکل جائے گی تو حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنا اعتدال اور موزونیت کھو بیٹھے گی جو اعتدال اور موزونیت اسلام کا خاصہ ہے۔ عشق و محبت اگرچہ ہر قید سے آزاد واقع ہوئے ہیں اور ایسی صُورت میں مذہبی پابندیوں میں طریقت کی جکڑ اگرچہ بظاہر محمود نہیں لیکن بدمستی کو بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا اور کوئی فطرتِ سلیمہ اور معتدلہ کِسی بدخمار بدمست کو پسند نہیں کرتی۔ خواہ دنیا بدخماری کے نشہ میں بدمست ہو کر جھومنے کو پسند کرے لیکن جُھومنا اور بات ہے اور عقل و فراست کا اعتدال اور بات ہے۔ نبوت نے جو معاشرہ قائم کیا ہے یا کرنا چاہتی ہے ایسی طریقت جو جادۂ اعتدال سے نکل جائے کِسی صُورت برداشت نہیں کرتا۔ ایسی بدمستی مزاجِ نبوت کے برخلاف ہے اور یہ اس لیے کہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی معیاری زندگی بہت بلند ہے اور انسانی فطرت کے ہر جذبہ پر حُدود الٰہیہ قائم کر دیئے ہیں۔

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۲۹﴾ (سورۃ البقرہ آیت:۲۲۹:۲)

اسی لیے حضرت مجدّ د الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو طریقت اسلام کے معیار پر برابر نہ بیٹھے وہ اسلامی طریقت نہیں ہے۔ خواہ اس طریقت میں کتنی ہی جاذبیت کیوں نہ ہو اور پروانہ وار لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے ہوں کیونکہ اسلام ایک عالمگیر پروگرام لے کر آیا ہے اور عالمگیر حالات کے لیے ایسی طریقت کبھی موزوں نہیں ہو سکتی۔ صراطِ مستقیم وہی مفید ہے جو ہر زمانہ میں مفید اور موزوں ہو۔

سلوک کی بنیاد

سلوکِ طریقت کی بنیاد عشق و محبت ہے۔ جس سلوک اور طریقت کے اندر محبت الٰہیہ کی آگ نہ سلگتی ہو اور حُبِّ الٰہی کی آتش شعلہ زن نہ ہو اور جس کے اثرات ظاہر و باطن پر عیاں نہ ہوں وہ طریقت نہ طریقت ہے اور نہ ایسا سلوک کوئی سلوک؟ ہاں اسے صرف نام اور رسم کی طریقت کہہ سکتے ہیں۔ جس کے اندر بناوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ ایسی طریقت ذکر کے بھی قابل نہیں۔ ایسی طریقت کے پجاریوں کو اپنے انجام کی فکر چاہیے۔ جو صاحبِ طریقت شریعتِ الٰہیہ کی حدود کو پھاند جائے وہ صرف اپنا نقصان نہیں کرتا بلکہ دنیائے اسلام کا نقصان کرتا ہے۔ جس کی تلافی کسی صُورت میں نہیں ہو سکتی۔

ایک عُرس پر حاضر ہوا تو وہاں شرعی لباس سے عاری عریاں اہلِ طریقت ڈھول کی تھاپ پر رقص کر رہے تھے جس میں عورتیں، بوڑھے، جوان سب ہی شامل تھے۔ میں نے دوستوں سے کہا کہ یہ لوگ نہیں ناچ رہے بلکہ اسلام ناچ رہا ہے۔ جب اسلام ناچنے لگ جائے گا تو اسلام کی معقولیت پسندی، اعتدال پسندی تو ختم ہو جائے گی

جو اسلام کی رُوح ہے۔ کسی کے سر سے شریعت کے بوجھ کی گٹھڑی گرانا تو آسان ہے لیکن اس بوجھ کو سنبھال کر منزلِ مقصود پر لے جانا مردانِ راہ کا کام ہے۔

بر کفِ جامِ شریعت بر کفِ سندان عشق
ہر ہوسنا کے ندانند جام و سنداں باختن

ترجمہ: ''ایک ہاتھ پہ شریعت کا جام ہے اور دوسرے ہاتھ پہ عشق کا سندان (لوھار کا بڑا وزنی لوہا جس پہ لوھار رکھ کر ضربیں لگاتا) ہے ہر لالچی شخص نہیں جانتا جام و سندان کی بازی کو۔''

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا دُوسرا کارنامہ

امامِ ربانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقت کی بنیاد مذہب پر رکھ کر ایک اور بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا جس کا سہرا آپ ہی کے سر ہے کہ سلوکِ طریقت میں ایک ایسا کامل نصاب بنا دیا جس میں تمام لطافتیں اور حد درجہ کا اعتدال سمو کر عین اسلام اور مذہب کی فِطرت سلیمہ کے مُطابق ڈھال کر تیار کر دیا۔ جس میں سکر وصحو کا عجیب امتزاج ہے جو شریعت وطریقت کے نازک پیانوں کو خراماں خراماں منزلِ مقصود کی طرف لے جاتا ہے جس میں جام چھلک جانے کا خطرہ تک نہیں۔ سیر الی اللہ کی ابتدا سے انتہا تک ہر مقام کی صحیح نشان دہی فرما دی تا کہ سالک کو ایک مقام طے کرنے کے بعد دُوسرے مقام کی سیر کا شوق دامن گیر رہے۔ ایک مقام پر ٹھہر رہنے سے بددلی اور مایوسی پیدا ہونے کا بہت خطرہ ہے۔ سب سے بڑی چیز جو اس سلوک کو تمام دیگر مسالک اصطلاحی سے ممتاز کرنے والی ہے وہ ہے سیر الی اللہ۔ جس کے حسن وکمال کی نازک ترین خوبیوں اور تمام تر لطافتوں کو اکٹھا کر کے اسے سلوکِ مجدّدیہ کا نام دیا۔ یوں

سمجھیے کہ امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے عرفان کے پھولوں کا ڈھیر اکٹھا نہیں کیا بلکہ ان پھولوں کی رُوح اور عطر کھینچ کر بازارِ عرفان میں لا سجایا۔ پھر آپ کی اس تعلیم کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبحرِ علمی نے اس قدر چمکایا کہ دیگر تمام طریقتیں ماند پڑ گئیں۔ گویا کہ یہ تعلیم ایک آفتاب بن کر چمکی۔ جس کے سامنے دوسری طریقتیں مثل ستاروں کے ماند ہو کر رہ گئیں۔ چار دانگِ عالم میں اس تعلیم کا ڈنکا بجنے لگا۔ شاہ و گدا اِس آبِ حیات کے چشمے پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کی یہ بلند ترین اور لطیف ترین تعلیم آپ کے مجدد ہونے کا صحیح پتہ دے رہی ہے لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ کیا آج کی طبائع اس بلند ترین اور لطیف ترین تعلیم کے تقاضے پورے کر سکتی ہیں یا کر رہی ہیں؟ آیئے آج کی طبائع پر حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ ان کی کتاب ''سبع سیارہ'' میں ملاحظہ فرمایئے۔ فرماتے ہیں کہ ''استعداد کجا و کرا لیاقتِ ایں مقاماتِ بلند است۔ ع

''نہ ہر کہ سر بتَراشد قلندری داند''

ترجمہ: ضروری نہیں کہ ہر ٹنڈ کرانے والا قلندری جانتا ہو۔

''بشارتِ معمولہ ایں خاندان بے تحقیق آثار و علامات در خارج باطن سالک مسموع نیست۔ مگر موشے بخواب اندر شتر شد۔'' اس سے آگے فرماتے ہیں:

''حضرت ایشاں فرمودند قریب است کہ راہ تسلیک تمام مقاماتِ مجددیہ مسدود شود۔ معلوم نیست کہ بر روئے زمین کسے را قوتِ تسلیک تمام مقامات باشد۔''

بہر حال جتنی یہ تعلیم بلند اور لطیف ہے، اسی معیار کی طبائع بھی درکار ہیں معیاری طبائع نہ ہونے سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس خطرے کا اظہار فرما رہے ہیں کیونکہ

محض لطائف اور مقاماتِ سلوک یاد کر لینے سے اس تعلیم کا مقصد پورا نہیں ہوتا جیسے کسی سیّاح کے سفر نامہ کے عجائبات ایک سمجھ دار گھر بیٹھے پڑھ کر لطف تو اُٹھا سکتا ہے لیکن اس کی حقیقت سیّاح کی نہیں ہوتی۔ تصویر کے دیکھنے سے تمام خد و خال تو نظر آ جاتے ہیں لیکن تصویر کچھ اور ہے اور عین کچھ اور۔ تصویر کے دیکھنے والا عین کا روشناس نہیں ہو سکتا۔ کسی حاجی کا سفر نامہ پڑھنے سے حاجی نہیں بن سکتا۔ بھلا جن دوستوں کو کیفیات اور اذواق نے کبھی اپنا چہرہ بھی نہ دکھایا ہو اور بے خطرگی و دوامِ نگرانی کا ملکہ بھی پیدا نہ ہوا ہو اور ساتھ ہی فنائے فنا کے مدارج طے نہ کیے ہوں تو کیونکر ایسے صُوفی کو صاحبِ کمالات ولایت یا نبوت خیال کیا جائے۔ آخری بات یہ ہے کہ اگر سلوکِ مجدّدی طے کرنے سے صرف سند حاصل کرنا مقصود قرار دیا جائے تو طالب کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی سَمِ قاتل نہیں چونکہ اس وقت طبائع کا میلان آرام طلبی کی طرف ہے اور اسناد لینے کے درپے ہیں اس لیے زمانۂ موجود میں یہ سلوک کسی حد تک مُضر ثابت ہو رہا ہے اور چونکہ سالک زیادہ غور سے کام نہیں لیتے اور اپنی باطنی نسبت سے اُن کی باطنی نسبت نہیں جانچتے بلکہ طالب کے وہم و گمان پر ہی اگلے سبق پر ترقی دے دی جاتی ہے۔ چنانچہ چند دنوں میں ولایتِ علیا کی سند سے کمالاتِ نبوت کے مسند پر بٹھا دیا جاتا ہے اور خود طالب بھی اپنی خامی کی طرف نہیں دیکھتا۔ بخلاف بُزرگانِ سلف کے کہ طالب کو سالوں بلکہ عُمر میں ایک ہی مقام میں گزار دیتے لیکن مقام تبدیل نہ فرماتے کہ خامی باقی نہ رہے بلکہ مستعد طبیعتوں کے باوجود بارہ چودہ سال صرف ہو جاتے۔ پھر بھی پیشوا کی آخری وصیّت ہوتی کہ ''ہر آن تحفظ نسبت ضروری است۔'' (ہمہ وقت نسبت کی حفاظت ضروری ہے) یہ کبھی نہیں سُنا گیا کہ میٹرک پاس کیے بغیر بی۔اے

میں داخل کر لیا گیا ہو لیکن آج کے سلوک میں یہ تعجب ہے کہ کمالاتِ ولایت میں ملکۂ راسخہ پیدا ہوئے بغیر کمالاتِ نبوت میں پہنچا دیا جاتا ہے بہر کیف محض اسٹیشنوں کے نام یاد کر لینے سے سفر طے نہیں ہو جاتا۔

سالکین کے دو گروہ

موجودہ دور میں جو علمی طبقہ ہے ان کے ہاں صرف باریک مسائل کو فلسفیانہ لباس میں ذہن نشین کرنا اس تربیت کی تکمیل سمجھی جاتی ہے اور حضرت امامِ ربانی کے مکتوبات سمجھنے کو نصب العین قرار دیا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ سالکین کا ہے جو حقیقتِ محمدی، حقیقت احمدی، دائرہ محبت صرفہ، دائرہ محبت عامہ، دائرہ تعین اور لاتعین کی حقیقتوں اور ان کے تعینات میں ساری قوت صرف کر دیتا ہے۔ پہلے فریق کے پاس سوائے علمی موشگافیوں کے اور کچھ نہیں۔ نہ اخلاق ہیں نہ عادات نہ اذکار ہیں نہ اشغال بلکہ سلف صالحین کی بُو تک نہیں۔ لیکن یہ طبقہ بھی کمالات کا مدعی ہے۔ دوسرا طبقہ اس سے بھی زیادہ قابلِ رحم ہے کہ سال ہا سال سلوک مجددی طے کرنے میں صرف کر دیتے ہیں اور اصطلاحات کو بھی یاد کیے ہوئے ہیں، لیکن کسی ایک اصطلاح کا صحیح تصور بھی ان کے دماغ میں نہیں۔ میں نے کئی سالکین سے مراقبہ کا تصور پُوچھا تو انہوں نے ہر مراقبہ کا تصور کتابی عبارت پڑھ کر ذکر کرنے کو مراقبہ بتایا۔ ایک صاحب سے سبق پُوچھا کہ کہاں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مسمّٰی الباطن پر اور ایک نے کہا کہ مراقبہ احدیت پر لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اُن کے واردات، انوار، مراقبات کا ان کے ظاہر پر کچھ بھی اثر نہیں۔ حرص ہے تو کامل۔ خیالات ہیں تو فاسد۔ لیکن گھنٹوں انہیں مراقبے میں سر جھکائے دیکھتا ہوں کچھ ایسے صاحبِ اجازت حضرات سے ملنے کا اتفاق ہوا کہ ان

بے چاروں کو سلوک کی غرض و غایت تک معلوم نہیں۔ کمالات نبوت کے فیوض کا اِتنا زعم کہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو مراتب ولایت سے آگے بڑھنے نہیں دیا جاتا۔ افسوس کہ مسلک مجدّدی سے منسلک ہوکر امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت پر بھی توجہ نہیں کہ محبت راہ شرط است۔ رُومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ع

''از محبت مس ہا زر می شود''

اور جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اصل ناسہی مجازی محبت کی بھی ہدایت فرمائی ہے کہ ع

''متاب از عشق رو گرچہ مجازی است''

ع ''جو سیس تلی پر رکھ نہ سکے وہ پریم گلی میں آئے کیوں''

افسوس کہ یہ حضرات یہ بھی نہیں سمجھ رہے کہ بجائے سالک کے رجعتِ قہقری شروع ہوگئی ہے۔

کیا سلوک سے لطائف کا روشن ہونا مقصود ہے؟

بعض سالکین بلکہ اکثر سالکین لطائف پر تمام ہمت اس لیے خرچ کر دیتے ہیں کہ لطائف میں روشنی اور حرکت پیدا ہو جائے اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر بزعمِ خود اس کو سلوک کا مقصد اور خدائی مشاہدہ خیال کرنے لگتے ہیں لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ سلُوک کا یہ مقصد قرار دینا اور اس میں مگن رہنا بڑی غلط فہمی ہے بلکہ پست ہمّتی کا ثبوت ہے۔ افسوس کہ عُمر کا ایک کثیر حِصّہ اِسی میں ضائع کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ جس غرض کے لیے یہ راہِ سلوک اختیار کیا گیا تھا وہ گم ہو رہا ہے اور ذکر کی ایک لَے میں منزلِ مقصُود کی طرف قدم نہ بڑھا سکے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کیجئے کہ شیشے کی جلا کا مقصُود چہرۂ زیبا کو دیکھنا ہے نہ یہ کہ خود شیشہ کو جلا دیتے رہنا۔ ایسا ہی

ذکر کو اور اس کے آثار کو مقصود بنانا اور مذکور سے غافل رہنا۔ اِس سے بہتر تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو احکامِ شریعت کا پابند بناتے چلے جائیں۔ اگرچہ اس کو طریقت کے فیوض حاصل نہیں ہوئے تاہم نقصان کا بھی اندیشہ نہیں۔ لیکن ایسی طریقت کیا کہ سلوک تمام کیا۔ مگر نہ خوفِ الٰہی اور نہ محبت الٰہی۔ نہ توکل ہے نہ زہد وتقویٰ۔ پھر بھی باکمال۔ کمالاتِ نبوت کی مسند پر فائز۔ نہ صُورتِ رسُولی نہ سیرتِ رسُولی۔ کمالاتِ نبوت جب آتے ہیں تو چھپے نہیں رہتے۔ لطائف میں حرکت اور چمک تو پیدا ہوئی مگر آدابِ الٰہی بجا لانے کی توفیق حاصل نہ ہوئی تو اس صورت میں یہ ایک تماشا ضرور ہوگا اور بس۔
اس مثال پر غور فرمایئے کہ ایک شخص نے کنواں چلایا لیکن کنویں کا پانی کنویں میں ہی گرتا رہا اور پانی باہر نکل کر سیراب نہیں کرتا اور کھیتی باڑی کے کام نہ آیا تو ایسے کنویں کے چلانے سے کیا فائدہ؟ بلکہ اس کا وجود ہی لا حاصل ہے۔ ایسے کنویں کو کنواں کہنا بھی غلط ہے۔ ایک بس یا ٹرک کے انجن میں پٹرول ڈالنے سے انجن کے اندر کا پنکھا تو چل رہا ہے۔ پنکھے کے چلنے کی آواز بھی آرہی ہے لیکن بس یا ٹرک کی باڈی نہیں چل رہی اور اس میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہو رہی تو اس کے پنکھے کے چلنے اور اس کے شور مچانے سے کیا فائدہ؟ پٹرول ڈالنے اور پنکھا چلنے سے مقصد پٹرول یا پنکھے کا چلنا نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ باڈی کو چلائے اور اس کو رواں دواں منزلِ مقصود پر پہنچائے۔ تو اسی طرح طریقت سے لطائف کی حرکت یا چمک مقصود نہ تھی بلکہ مقصد یہ تھا کہ یہ حرکت اور کیفیت تمام لطائف سے گزرتی ہوئی انسانی حرکات وسکنات اور اعمال پر اثر انداز ہو ورنہ تو سلسلۂ طریقت تمام کا تمام بیکار ہو کر رہ جائے گا۔ مگر کیا کیا جائے یہ حضرات بھی معذور ہیں کیونکہ جس کسی نے شاہی جلال اور تزک واحتشام اپنی

آنکھوں سے کبھی نہ دیکھا ہو اور شاہی جاہ و جلال اور شان و شوکت کی ہیبت اس کے قلب پر وارد نہ ہوئی ہو تو وہ آدابِ شاہی بجا بھی کیسے لا سکتا ہے۔ جن سالکین نے صِرف نامِ خُدا ہی سُنا ہو اور اس کے عظمت و جلال بطور مشاہدہ کبھی بھی اُن کے تصور میں نہ آئے ہوں وہ اِن حقائق کا صحیح عرفان کیسے کر سکتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط (البقرۃ آیت: ۱۰۵)

آخری گزارش یہ ہے کہ طریقت سراسر محبت ہے۔ اس کا سرمایہ سوز و گداز ہے۔ طریقت اسی سے پرورش پاتی ہے اور پھلتی پھولتی ہے۔ اِسی کے وہ شیریں پھل ہیں کہ اگر کسی خوش نصیب کو ان کا ذائقہ نصیب ہو جائے تو شاہی اسی داؤ پر لگانے کو فخر سمجھتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ متاعِ حیات رائیگاں نہیں گئی۔ وہ سب کچھ لٹا کر بھی سمجھتا ہے کہ میں نے سب کچھ پالیا۔

ما اگر قلاش دگر دیوانہ ایم
مست آں ساقی آں پیمانہ ایم

ترجمہ: ہم اگرچہ غریب اور پھر دیوانے ہیں، اس پلانے والے کے پیمانے سے مست و بے خود ہیں۔

اور اِسی ایک چیز کے نہ ہونے سے شجرِ طریقت پر خزاں کا سماں آچکا ہے اور ایسا بھیانک چہرہ نِکل آیا ہے کہ دیکھنے سے ڈر معلُوم ہوتا ہے۔ کچا گوشت خواہ کتنا ہی بہترین ہو لیکن اگر پکایا نہیں گیا تو اس کو کون کھانا گوارا کرتا ہے اور اگر کچا کھائے گا تو پیٹ میں درد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔

تیرے اِک نہ ہونے سے ساقیا نہ وہ دور ہے نہ وہ جام ہے

نہ وہ صُبح اب میری صبح ہے نہ وہ شام اب میری شام ہے

یاد رکھیے

جان دلائل پر نہیں دی جاتی، جان حسن پر دی جاتی ہے۔ دلائل کو تو دلائل سے توڑا جا سکتا ہے لیکن محبت کی زنجیر تو ہتھوڑوں کی ضربوں سے بھی نہیں توڑی جا سکتی مگر کیا کیا جائے کہ یہ سوز وتڑپ بھی قدرت کا عطیہ ہے۔ نہ سوز اپنے اختیار میں ہے نہ تڑپ۔

نہیں موقوف ہے دیر و حرم پر جلوہ فرمائی

خُدا نے حُسن کی دولت جہاں چاہی وہاں رکھ دی

بہر حال ظاہر و باطن کی صفائی یکساں چلانے کا نام اسلام ہے۔ طریقت ہے۔ ان تمام پر رحمت ہو جو اس کی تلاش و محبت میں سرگرداں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صراطِ مستقیم دکھائے۔ آمین ثم آمین۔

نگاہ بلند سخن دِل نواز جَاں پُر سوز

یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

راقم

نیاز مند فقراء وعُلماء

صاحبزادہ صدّیق احمد شاہ توکلی

مُقَدّمہ

شیخِ کامل ومکمل اور اہلِ دِل کی شناخت ومعرفت کا بیان

از معمولاتِ مظہریہ صفحہ ۳۰

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ اَلْمَقَالَةُ الرَّضِيَّةُ فِي النَّصِيحَةِ الْوَصِيَّةِ کے حاشیے میں لکھتے ہیں: طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ علمِ لدُنّی کی طلب اور نسبتِ صوفیہ کی تلاش میں جو کہ غنیمتِ کبریٰ ہے مشغول رہے اور اہلِ دِل کی تجسّس اور شیخِ کامل ومکمل کی جستجو میں کوشش کرتا رہے۔ پس اگر کسی ایسے بُزرگ کو پالے کہ جس کی صحبت نسبتِ جذبی کی کنجی ہو اور اس کی تاثیرِ صحبت لوگوں کی گرفت کر رہی ہو تو اس کی صحبت اختیار کرے تاکہ حالت مطلوبہ یعنی یاد داشت اور دوامِ حضوری و آگاہی کا ملکہ حاصل ہو جائے لیکن چونکہ علمِ لدُنّی ایک معاملہ ہے پوشیدہ اور حق باطل کے ساتھ اشتباہ رکھتا ہے اور جس جگہ کہ نفعِ عظیم کی اُمید ہے وہاں ضررِ عظیم کا بھی اندیشہ ہے اور جہاں خزانہ ہے وہاں سانپ اور چور کا بھی احتمال ہے پس بیعت کرنے اور کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لیے واجب ہے کہ جلدی سے کام نہ لے۔ اندیشہ ہے کہ اس کا ہاتھ کسی شیطان کے

ہاتھ میں جا پڑے اور ایمان کو بھی ہاتھ سے دے بیٹھے اور یہ نصیحت صرف اسی زمانہ والوں کے واسطے مخصوص نہیں بلکہ اکابر سلف بھی اسی طرح فرما گئے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دست نباید داد دست

ترجمہ: خبردار! بہت سے شیطان انسانوں کی صورت میں ہیں، پس ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔

اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نگہدارد آں مرد در کیسہ دُرّ
کہ دانَد ہمہ خلق را کیسہ بُرّ

ترجمہ: وہی شخص اپنی جیب میں موتی محفوظ رکھ سکتا ہے، جو یہ جانتا ہے کہ تمام دنیا جیب کتری ہے۔

اور شیخ کامل و مکمل کے دریافت کرنے کا طریقہ اس میں منحصر نہیں ہے کہ اس سے کرامات اور دلوں کی باتیں معلوم کر لینے کا ظہور زیادہ ہو یا وجد و حال اور ذوق وشوق اس میں پایا جائے کیونکہ ان میں سے بعض چیزوں میں جوگی، فلسفی و برہمن بھی شرکت رکھتے ہیں۔ پس یہ امور سعادت کی دلیل نہیں بلکہ شیخ کامل و مکمل کے پہچاننے کی صحیح دلیل و علامت یہ ہے۔ ''جان تو اے سعید'' نیک بخت کرے تجھ کو اللہ تعالیٰ۔ اوّل چاہیے کہ شیخ کو ظاہر شریعت پر مستقیم اور کلام اللہ اور تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عامل دیکھ لے تاکہ اس کی نسبت متقی کہنا ممکن ہو کیونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ولایت کو تقویٰ یعنی پرہیزگاری میں منحصر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (سورۃ الانفال آیت ۳۴)

ترجمہ: نہیں اولیاء (بمعنی دوست) اس کے مگر پرہیزگار۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعضے اولیاء اللہ نے طریقہ ملامتیہ اختیار کیا ہے اور ان سے بظاہر کوئی آثار پرہیزگاری کے نظر نہیں آئے اور باوجود اس کے بعض لوگوں کو ان سے فیوضِ باطنی بھی پہنچے ہیں تو جواب دیا جائے گا کہ یہ نادر ہے اور اعتبار غالب کا ہوتا ہے اور دوسرے عقل و شرع کا حکم یہ ہے کہ ضرر کو دفع کرنا جلب منفعت سے زیادہ اہم اور مقصود ہے۔ پس جس جگہ کہ ضرر کا احتمال ہو وہاں سے بھاگنا بہتر ہے اور جو شخص کہ ظاہر میں مُتقی پایا جائے۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور اس کے ساتھ صحبت رکھنے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ اس جگہ ضرر کا احتمال مفقود ہے۔ فائدہ اس سے پہنچے یا نہ پہنچے۔ پس اگر اس کی صحبت وہ تاثیر کرے جو کہ علمائے باطن کے نزدیک معتبر ہے تو ایسے مردِ کامل کی صحبت کو کبریتِ احمر (اکسیر) جان کر غنیمتِ کبریٰ شمار کرے اور اگر اس کی صحبت تاثیر نہ کرے یا وہ تاثیر اکابر کے نزدیک معتبر نہ ہو تو اس شخص کے ساتھ حُسنِ ظن تو رکھے لیکن اس کی صحبت و بیعت کو ترک کر دے اور جس جگہ اپنا رُشد و ہدایت دیکھے وہاں رجوع کرے کیونکہ مقصود حق ہے جلّ شانہٗ۔ نہ کہ وہ مرد۔

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دِلت
وز تو نہ رمید صحبتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش
ورنہ نکند رُوحِ عزیزاں بحلت

ترجمہ: اگر تو نے کسی کی صحبت اختیار کی اور تیرے دل کو جمعیت حاصل نہ ہوئی اور نہ ہی تیرے باطن سے پانی و مٹی کی کلفت دُور ہوئی تو خبردار اس کی صحبت سے بھاگتا رہ۔ ورنہ عزیزان کی رُوح تجھ کو مُعاف نہ کرے گی۔

اگر کوئی سوال کرے کہ جو تاثیر اکابر کے نزدیک معتبر ہے اس کو ذرا اور واضح بیان کرنا چاہیے تو جواب دیا جائے کہ وہ تاثیر یہ ہے کہ اس کی صحبت میں ایک ایسی حالت پیدا ہو کر دِل دُنیا سے سرد ہو جائے اور محبت خُدا تعالیٰ اور اس کے رسُول ﷺ اور اس کے دوستوں اور نیک اعمال کی پیدا ہو۔ نیکیوں کی توفیق اور برائیوں سے پرہیز و بیزاری حاصل ہو جائے اور بمقتضائے اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللہ [1] یعنی جب وہ نظر آئیں تو خدا تعالیٰ یاد آجائے اور دوامِ حضور حاصل ہو اور اطمینان و جمعیت میسّر آئے اور جس قدر کہ نیک اعمال کرے، وہ نسبت اور حالت جو کہ اس شخص کو اس مردِ کامل سے پہنچی ہے اس میں قوت پاتا چلا جائے اور جس قدر گناہ اس سے سرزد ہوں۔ تنگی و بے آرامی اس قدر اس کو آدبائے اور جو نسبت و حالت کہ اس بزرگ سے اس کو پہنچی ہے اس میں نقصان آجائے اور وہ جو سیّد المرسلین ﷺ نے فرمایا ہے:

اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَآءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ۔ [2]

ترجمہ: جب برائی تجھے رنجیدہ کرے اور نیکی تجھے خوش کرے پس تو مومن ہے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ج ۲، ص ۴۲۳۔ الفتح الکبیر ۴۶۵۔

[2] المستدرک، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۳۳۔

اس میں اشارہ اسی اطمینان و تنگی کی طرف ہے پس ایسے مرد کو کہ جس کی صحبت یہ تاثیر رکھتی ہو کامل و مکمل جاننا چاہیے اور یہ صفت جو اس کی صحبت میں حاصل ہو اس کو کمال سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ صفت شریعت قطعیہ کے موافق ہے اور دوامِ حضور کے لیے مفید طاعات سے نزدیک کرنے والی اور گناہوں سے دُور کرنے والی ہے۔ عاداتِ رذیلہ یعنی کبر، غرور، حسد، کینہ، حُبِ جاہ و مال وغیرہ کو دُور کرتی ہے اور اخلاقِ جمیلہ و اوصافِ حمیدہ جیسے حبِ فِی اللہ بغض للہ، اخلاص، صبر، شکر، رضا اور دُنیا سے زہد وغیرہ کے لیے مفید ہے۔ پس ایسا مردِ کامل و مکمل اگر پایا جائے تو اس کی صحبت کو غنیمت جاننا اور ان کے ہاتھ میں اپنے آپ کو كَالْمَيِّتِ بَيْنَ يَدَیِ الْغَسَّالِ اس طرح دے دینا چاہیے جیسا کہ مُردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور احوالِ واردات جو کچھ وارد ہوں ان کو شریعت کے ترازو میں تولنا چاہیے اگر شریعت ان کو قبول کرے تو قبول، اور جو وہ رد کرے تو رد کر دینا چاہیے۔ وجد، ذوق وشوق اور مواجید وغیرہ اگر بے اختیار پیش آئیں تو ان میں معذور ہے لیکن ارادے اور اختیار سے کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ جس کو عقل اور شریعت پسند نہیں کرتی کیونکہ اکابر نے کبھی ایسے کام اپنے ارادے اور اختیار سے نہیں کیے اور اہلِ باطل یعنی جھوٹوں کا اعتبار ہی نہیں اور کونسی نیک نیت اور درست مصلحت اس میں ہو سکتی ہے کہ دیوانوں کی سی حرکتیں اپنے لیے روا رکھے اور وہ جو بعض اکابر نے کہا ہے کہ صُوفیوں کی رسمیں بالکل ہیچ ہیں۔ اس کے یہی معنی ہیں۔ انتہیٰ۔

اور حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ مریدِ رشید اور طالبِ سعید راہِ سلوک میں ہر لمحہ پیر کے خوارق و کرامات کو معلوم کرتا رہتا ہے اور معاملہ

غیبی میں ہر وقت اس سے مدد مانگتا ہے اور پاتا ہے۔ خوارق و کرامات کا ظہور دُوسروں کے لیے ضروری نہیں لیکن مریدوں کے حق میں کرامات پر کرامات اور خوارق در خوارق ہیں۔ مُرید کیسے پیر کی کرامات کا احساس نہ کرے حالانکہ پیر نے مُرید کے مُردہ دل کو زندہ کیا اور مکاشفہ اور مشاہدہ تک پہنچایا ہے۔ عام لوگوں کے نزدیک جسم کو زِندہ کرنا عظیم الشان ہے لیکن خاص بزرگواروں کے نزدیک قلب اور رُوح کو زندہ کرنا رفیع الشان ہے۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرّہٗ رسالہ ''قدسیہ'' میں فرماتے ہیں کہ جسم کو زندہ کرنا چونکہ اکثر عوام کے نزدیک اعتبار رکھتا ہے۔ اس واسطے اللہ والوں نے اس سے مُنہ پھیر لیا اور رُوحوں کو زندہ کرنے میں مشغول ہو گئے اور اپنی تمام توجہ طالب کے مُردہ دل کو زندہ کرنے کی طرف مبذول کر دی اور حق بات یہی ہے کہ قلب و رُوح کو زندہ کرنے کے مقابلہ میں جسم کو زندہ کرنا ایسا ہے جیسے کہ راستہ میں کنکر پھینکے ہوئے ہوتے ہیں اور فعل عَبث میں داخل ہے کیونکہ یہ زندہ کرنا حیاتِ چند روزہ کا سبب ہے اور وہ زندہ کرنا دوامی زندگی کا وسیلہ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ کا وجود ہی فی الحقیقت کرامات میں سے ایک کرامت ہے اور ان بزرگواروں کا خلقت کو حق جلّ شانہٗ کی طرف بلانا اللہ جلّ جلالہٗ کی رحمتوں میں سے ایک خاص رحمت اور مُردہ دِلوں کو زِندہ کرنا آیاتِ خداوندی میں سے ایک عظیم الشان آیت یہی بزرگوار اہل زمین کے لیے باعثِ امن و امان ہیں اور غنیمتِ روزگار۔

وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ (۱) وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ (۲)

---

(۱) جامع الاحادیث، رقم الحدیث: ۱۰۰۹۳۔ (۲) جامع الاحادیث: رقم الحدیث: ۱۰۰۹۴۔

ترجمہ: یعنی انہی کے طفیل سے لوگوں پر بارشِ رحمت برستی ہے اور انہی کے وسیلہ سے لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔

انہی کی شان میں ہے کہ ان کا کلام دوا ہے اور ان کی نظر شفاء

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ۔ [1]

ترجمہ: وہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کا ہم مجلس بدبخت نہیں ہوتا۔

اور ان کا دوست رحمتِ خداوندی سے مایوس نہیں رہتا۔ وہ علامت جو اس پاک گروہ کے سچے بزرگواروں کو جھوٹوں سے جدا اور ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ظاہر شریعت پر استقامت رکھتا ہو اور اس کی مجلس میں دل کو حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے ایک طرح کا میلان اور توجہ پیدا ہو جائے اور غیر خدا کی طرف سے دل کے اندر ایک قسم کی سردی محسوس ہونے لگے تو جان لو کہ یہ شخص سچا اور اولیاء اللہ کے شمار میں ہے خواہ کسی درجہ میں ہو اور یہ بھی اربابِ مناسبت پر نظر کر کے کہا جاتا ہے ورنہ بے مناسبت محض محروم مطلق ہے۔

ہر کہ او روئے بہبود نداشت

دیدن روئے نبی سود نداشت

ترجمہ: جو شخص نیک بختی کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کو نبی ﷺ کے دیدار سے بھی فائدہ نہ پہنچا۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

---

[1] بخاری، کتاب الدعوات، باب ٦٦ فضل ذکر اللہ رقم الحدیث ٦٠٤٥۔

جو مریض صحتِ کاملہ یعنی نسبتِ محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا طالب ہو اس کو چاہیے کہ اتباعِ سنّتِ نبویہ کو تمام ریاضات و مجاہدات سے بہتر سمجھے اور جو انوار و برکات کہ اس پر مرتب ہوں ان کو تمام فیوضات سے افضل جانے اور یہ وجد و حال اور ذوق و شوق جو آج کل کے زمانہ میں شائع ہے جمعیت باطنی اور دوامِ حضور کے مقابلہ میں اس کا کچھ اعتبار نہ رکھے اور جس بزرگ کی صحبت میں امور مذکورہ بالا کا کچھ اثر پائے تو اس کو نائبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان کر اس کی خدمت و صحبت لازم پکڑ لے اور اس راستہ کے اخروٹ و کشمش پر فریفتہ نہ ہو جائے اگرچہ لذیذ ہی ہوں۔

والسلام

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیْمِ الْعَلَّامِ حَمْدًا لَّا اِنْتِہَاءَ لَہٗ ط وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَیْرِ الْخَلْقِ وَ الْاَنَامِ ط وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ ھُدَاۃِ النَّاسِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ط وَ عَلٰی اَوْلِیَائِہٖ شُرِّفُوْا بِالْقُرْبِ وَ مَعْرِفَتِہٖ وَ الْاَحْوَالِ وَ الْمَقَامِ ط وَ زُیِّنَ سَرَائِرُھُمْ بِالْفَرَاسَۃِ وَ الْاِلْھَامِ ط

اَمّا بعد بندہ محبوب عالم توکلی نسباً ہاشمی، مذہباً حنفی، نسبتاً نقشبندی، عقیدۃً ماتریدی عرض پرداز ہے کہ اس طریقہ نقشبندیہ کی ترویج و تعلیم کا امر حضرت قبلۂ عالم حبیب الرحمن قطب الارشاد فرد زمانہ حضرت خواجہ توکّل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا اور آنحضرت کی طرف سے معمور ہو کر بندہ اِس کارِ خیر میں مشغول ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اور بہ برکت خواجگان انجام خیر کو پہنچا اور طالبانِ مولا کی کثیر جماعت نے اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور مقاماتِ نقشبندیہ حاصل کیے کہ کئی ابھی مبتدی ہیں اور کئی منتہی ہو گئے اور بہت سے متوسط ہیں اور یہ سلسلہ بعنایت الٰہی کثرت سے جاری ہے۔ لہٰذا بعض طالبانِ

مولا کو تحریر مقامات کی بالتفصیل ضرورت محسوس ہوئی۔ اگرچہ یہ حال ہے قال نہیں۔ تاہم یہ علم اجمالی سماعی نفع سے خالی نہیں کہ اس کے دیکھنے سے شوق تعلیم کا پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے اہلِ علم جو اس کو پڑھ سکیں گے قالی طور پر معلوم کر لیں گے کہ فقر یہ ہے اور خدا تعالیٰ ہدایت بخشے تو کسی کامل سے دیکھ بھال کر سیکھیں اور ناحق اندھا دھند کسی دُوسرے راستہ گمراہی پر نہ پڑیں بلکہ صراطِ مستقیم پر رہیں۔

چونکہ منشی کرم الٰہی قوم درزی ساکن رسُول نگر (معروف رام نگر) ضلع گوجرانوالہ تحصیل وزیر آباد جو سعید ازلی اور محفوظ طبیعت ہیں اور جن کو مقاماتِ مجدّدیہ میں پُورا وصُول ہے اِس بات کے زیادہ درپے ہوئے کہ ایک کتاب بطور دستور العمل اسی طریقہ عالیہ میں تحریر ہونی چاہیے تا کہ طالبان اس طریق پر اپنی روش بنائیں اور اذکار ہر مقامات کے علامات ہر مقام کی اور تمیز ایک مقام کی دوسرے سے بیان ہو تا کہ طالبِ مولا کو اخفا نہ رہے۔ لہٰذا اس فقیر قلیل البضاعت نے یہ کام شروع کیا۔

واللہ الموفق والمعین والیہ المرجعُ المآب

ترجمہ: اور اللہ توفیق دینے والا اور مددگار ہے اور اسی کی طرف لوٹنا اور ٹھکانا ہے۔

پہلے اس میں چند خصوصیات جو اس سلسلہ عالیشان کی ہیں اور چند اصطلاحات جو خاص اکابرینِ سلسلہ کی ہیں تحریر کرتا ہوں تا کہ اس راستہ میں آنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس راستہ کے اصول یہ ہیں جن کے ذریعہ سے طالب مشاہدہ ذاتی اور دوام حضور تک پہنچتا ہے اور وہ یہ ہیں:

جاننا چاہیے کہ چند اصطلاحات ہیں کہ خصوصیت اس عالیشان خاندان کے ساتھ رکھتی ہیں۔ بعض ان میں سے وہ ہیں کہ بناء طریقہ نقشبندیہ کی انہی پر ہے، اور بعض ایسی ہیں کہ تاثیران پر موقوف ہے اور وہ یہ ہیں:

① ہوش دردم

② نظر برقدم

③ سفر در وطن

④ خلوت درانجمن

⑤ یادکرد

⑥ بازگشت

⑦ نگہداشت

⑧ یادداشت

یہ آٹھ کلمات مذکورہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور یہ تین جو آگے ذکر ہو رہے ہیں یہ امام الطریقت حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں۔ ① وقوف زمانی ② وقوفِ عددی ③ وقوفِ قلبی۔ یہ گیارہ کلمات ہیں اور بارہواں خاصہ۔ اِس طریقۂ نقشبندیہ کا اندراج النہایت فی البدایت ہے یعنی نقشبندی طریق میں نہایت بدایت کے اندر داخل ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس طریقہ کا اخیر ابتداء میں داخل ہے۔ یہ دلیل ہے اس طریقہ کے عالی مقام ہونے کی یعنی یہ دلالت کرتا ہے کہ شروع ہی اس طریقہ فضلی کا ایسا عالی ہے کہ جس کے

شروع میں ہی انتہا کی صورت آجاتی ہے، اگرچہ حقیقت بعد میں وارد ہوتی ہے۔ اسی واسطے اکابرِ نقشبندیہ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ جہاں اوروں کی انتہا ہے وہاں سے ہماری ابتداء ہے۔ چنانچہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''اوّل ما آخر ہر منتہی است''

یعنی جہاں دُوسروں کی اِنتہا ہے۔ اس سلسلہ کے طالب کا وہاں پہلا قدم ہوتا ہے اور یہ طریقہ جامع الطُرق ہے یعنی حضرات چشتیہ، قادریہ، سُہروردیہ اور جو ان کی شاخیں ہیں جیسے شطاریہ، مداریہ وغیرہم۔ ان تمام کی وراثت حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام سِلسلوں کا وارث بنایا۔ چنانچہ شجرے ہر ایک سِلسلہ کے آپ کی طرف منسوب ہیں۔

اِس طریقہ نقشبندیہ مجدّدیہ میں منقول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ نعمت عطا کی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اور انہوں نے حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ کو جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حقیقی پوتے تھے اور حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر اُمِّ فروہ کا نکاح امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے کیا اور ان سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو یہ صدّیقی نسبت جو حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملی تھی۔ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دی تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے وقت حصول اس نعمت کے فرمایا: وَلَدَنِيَ الصِّدِّيْقُ مَرَّتَيْنِ۔ [1] ''یعنی مجھ کو صدیق نے دو دفعہ جنا۔'' ایک دفعہ اپنی پوتی کے واسطے سے اور دُوسری دفعہ نعمتِ صدیقی کے عطا

---

[1] مکاشفات عینیہ صفحہ ۱۹ راز مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔

فرمانے سے۔ اب جامعیّت ہوگئی یعنی جو نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے چلی آتی تھی اب وہ بھی اور یہ بھی اور اس سلسلہ میں یہی نسبت جامعہ چلی آتی ہے جو حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تفصیل کے ساتھ وارد ہوئی اور یہ طریقہ فضلی اقرب طرق الی اللہ ہے۔ اگر اس طریقہ کا سالک شام کو بیعت ہو کر کامل پیشوا سے ایک توجہ قلب پر لے اور اس کے قلب میں ذکر شروع ہو جائے اور پھر اگلی صبح کو فوت ہو جائے تاہم ولایت کا درجہ اس کو حاصل ہو جائے گا اور اس طریقہ میں پابندی شرع رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ درجہ پر ظاہر صورت میں بھی ہو جاتی ہے کہ تمام کام موافق شرع بیضا ہونے لگ جاتے ہیں اور باطن بھی نُورِ معرفت سے بھرا رہتا ہے۔ ہتھ کار وَل دِل یار وَل۔ یہ اسی طریقہ کا خاصہ ہے کہ ظاہر شریعت سے پیراستہ اور باطن معرفت سے آراستہ۔ ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے اور ظاہر میں کسی کو خبر نہ لگے کہ یہ فقیر ہے یا نہیں۔ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے:

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

ترجمہ: اندر سے آشنا رہ اور باہر سے بیگانوں کی طرح۔ ایسی خُوبصورت چال جہاں کے اندر کم ہے۔

اب میں مشائخِ نقشبندیہ قدّس اللہ اَسرارَہم کی اصطلاحات کے کہ جن پر اس طریقہ کی بنیاد ہے اور جو تاثیر کے لیے شرط ہیں۔ اگرچہ وہ ذکر ہو چکی ہیں لیکن ان کے معنی تحریر کرتا ہوں تاکہ وضاحت ان کی طالبِ مولا کو فائدہ بخشے۔ و ہو ہذا۔

١ ہوش دَر دم

کے یہ معنی ہیں کہ طالب مولا مبتدی ہوشیار اور بیدار رہے کہ کوئی دم یعنی سانس اسمِ ذات اللہ سے خالی نہ جائے اور ڈھونڈ کرتا رہے کہ کونسا سانس میرا ذاکر اور کونسا غافل گزرا ہے اور یہ صورت ذکر کی دوامِ حضور تک پہنچا دیتی ہے۔ جب دوامِ حضور حاصل ہو جائے تو پھر خواہ یہ تجسّس کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ ہوشیاری کا تجسّس مبتدی کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب یہ پختہ ہو گیا تو سالک سلوک میں شروع ہو جاتا ہے۔ جِس وقت یہ حالت ہو جائے تو پھر چاہے کھوج کرے یا نہ کرے لیکن دوامِ حضور حاصل ہونے سے پہلے تجسّس ضرور کرے۔ اس طرح پر کہ تھوڑی تھوڑی مدّت میں کھوج کرتا رہے یعنی اپنی حالت کا اس طور پر فکر کرے ہر ساعت کے بعد کہ اس ساعت میں غفلت تو نہیں ہوئی۔ اگر ہوئی ہو تو استغفار کرے اور آگے کو اس غفلت کے چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ۔ اس طریق پر ہمیشہ ڈھونڈ کرتا رہے تا وقتیکہ دوام حضور کو پہنچے یہ طریقہ یعنی غفلت کے وقت یا مدّت کی ڈھونڈ کرنا اس کا نام وقوفِ زمانی ہے یعنی زمانہ سے واقف رہے کہ کوئی زمانہ غفلت کا نہ گزرے۔ اس کو حضرت خواجہ بہاؤالدین شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے استخراج کیا ہے۔ اس واسطے کہ انہوں نے معلوم کیا کہ متوجّہ ہونا علم العلم کی طرف یعنی دانست اور یافت کو ہر دم میں معلوم کرنا درمیانی حال والے سالک کو پریشان کرتا ہے بلکہ اِس کے مناسب استغراق ہے توجہ الی اللہ میں اس طرح پر کہ اس کو اپنی طرف متوجہ ہونے میں مزاحم نہ ہو۔ حاصل کلام یہ کہ ہر دم کا محاسبہ جو عبارت ہے ہوش در دم سے مبتدی کے واسطے مناسب ہے۔ نہ متوسط اور منتہی کے واسطے اور

قدرے قدرے مدت کا محاسبہ کرنا جس کا نام وقوفِ زمانی ہے۔ یہ لائق ہے متوسط کے جب سالک دوامِ حضور اور استغراق کو پہنچ جائے تو ان وقوفوں کی حاجت نہیں رہتی۔

۲ نظر بر قدم

اب نظر بر قدم کے معنی سمجھو۔ وہ یہ ہیں کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے میں کسی چیز پر نظر نہ ڈالے سوائے اپنے قدموں کے اور بیٹھنے کے وقت آگے دیکھے کیونکہ نقوش مختلفہ دیکھنا اور تعجب انگیز رنگوں کی طرف نظر کرنا سالک مبتدی کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور اپنے مطلوب سے روکتا ہے ایسا ہی مختلف آوازیں لوگوں کی سُننا اور ان کی باتوں پر کان لگانا۔ اکابرِ نقشبندیہ نے فرمایا ہے کہ نیچی نظر رکھنا مبتدی کے واسطے مفید ہے اور منتہی پر واجب ہے کہ اپنے حال میں فکر کرے کہ میں کس نبی کے قدم پر ہوں۔ بعضے اولیاء اللہ سید المرسلین ﷺ کے قدم پر ہوتے ہیں۔ ان کو جامعیت کمالات کی ہوتی ہے اور بعضے حضرت موسیٰ بعضے حضرت عیسیٰ اور بعضے حضرت ابراہیم ونوح علی نبینا وعلیہم السلام کے قدم پر ہوتے ہیں۔ پس سالک کو چاہیے کہ جب اپنے پیشوا کو پہچان لے تو اس کے بعد اپنے حالات و واقعات کو ان کے مناسب کرتا چلا جائے اور اس فقیر کے نزدیک نظر بر قدم کے معنی مبتدی کے واسطے تو وہی ہیں جو اُوپر گزر چکے لیکن منتہی کے واسطے یہ ہیں کہ جب سالک اپنی صفتِ علمی کو حرکت دیتا ہے یعنی توجہ ذات کی طرف کرتا ہے تو یہ سیر شروع ہو جاتی ہے تو لازم ہے کہ جو تجلی سالک منتہی پر کھلے سالک منتہی نظر قدم اٹھانے پر رکھے۔ لیکن ٹھہرے نہیں جیسا کہ راستہ طے کرنے میں قدم اٹھانے سے آگے بڑھتا ہے۔ ایسا ہی راہِ سلوک میں چاہیے

کہ سالک منتہی فکر یعنی صفتِ علمی کو آگے بڑھائے۔ جو کچھ منتہی کی نظر میں آیا ہے اللہ اس سے آگے ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

سُن اے طالب مولا والے ول مولا دے آویں
دم دم قدم اگیرے رکھیں ٹھیر نہ کتے کھلوئیں

جہاں تک تیری سیر قدمی ہے وہاں تک قدم اور نظر کو بڑھانے پر رکھ۔ هذا ما خطر ببالی۔

۳ سفر در وطن

سفر در وطن کے معنے یہ ہیں کہ اپنے وطن میں رہ کر سفر کرتا رہے یعنی حالتِ اقامت کے اندر سفر میں ہو حالانکہ ضدوں کا جمع ہونا ہے تو اس کے معنی اکابر نے یہ لکھے ہیں کہ ملکاتِ رذیلہ یعنی بُری خصلتیں چھوڑ کر نیک خصلتیں حاصل کرتا رہے۔ جیسا کہ مسافر اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر دُوسرے وطن میں چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی سالک ایک خصلتِ رذیلہ کو ترک کر کے اچھی خصلت کی طرف چل پڑا تو مسافر کی طرح خصلتِ حمیدہ تک جا پہنچتا ہے۔ مسافر کی یہ حالت ابتداء میں ہوتی ہے جب منتہی یا متوسط ہو جائے تو سفر اس وقت بہت لمبا ہو جاتا ہے کہ سیر مقامات میں سفر کرتا ہے جیسے ولایتِ صغریٰ و کبریٰ وعلیا کمالاتِ نبوت، حقائق الہیہ، حقائق انبیاء، ملک ودود۔ حتیٰ کہ فیض غیب الغیب کا لینے لگ جاتا ہے یا غیب الغیب سے اس سالک پر خود فیضان آنے لگ جاتا ہے۔ یہ عجیب سرّ ہے کہ اپنے گھر بیٹھ کر سفر میں رہتا ہے اور پہلی صورت یعنی ابتدائی حالت میں جو اِنتقالِ ملکاتِ رذیلہ سے حمیدہ کی طرف ہے۔ اس میں سالک پر

واجب ہے کہ اپنے رگ و ریشہ بدن کے اندر ڈھونڈ کرتا رہے اور جہاں کہیں غیر اللہ کی محبت پائے اس کو لَآ اِلٰہَ کی لَا کے نیچے لا کر دُور کرتا رہے اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھتا رہے۔ ترجمہ: ''بخشش مانگتا ہوں میں اللہ اپنے رب سے ہر گناہ سے اور میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' کیونکہ اگر غیر اللہ کی محبت رہی تو ظاہر ہے کہ وہ یادِ خدا سے روکنے والی ہے پس جو چیز خدا تعالیٰ سے باز رکھنے والی ہو اس کو دفع کرتا رہے۔

۴ خلوت در انجمن

خلوت در انجمن کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح فقیر کو حجرے اور خلوت میں بیٹھ کر تخلیہ حاصل ہوتا ہے اس سلسلہ میں ویسا ہی تخلیہ مجلس عام میں رہتا ہے۔ مراد یہ کہ سالک کا دل اللہ کے ذکر میں ایسا مشغول ہو کر جمیع حالات یعنی پڑھنے، کلام کرنے اور کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں ذاکر رہے ذکر یعنی اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔ ایسا ملکہ پختہ ہو جائے کہ یاد سے بالکل غفلت نہ ہو خواہ کیسے ہی مجالس اور ہجوم ہوں دِل مولا کی یاد میں رہے۔ سوائے مولا کے دل کو کسی کی خبر نہ ہو جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

(سورۃ النور آیت ۳۷)

ترجمہ: بہادر مرد وہ لوگ ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی، ذکر اللہ تعالیٰ سے۔

اسی واسطے خواجہ رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

از دروں شو آشناء و از بروں بیگانہ وش

ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

ترجمہ: اندر سے آشنا رہ اور باہر سے بیگانوں کی طرح، ایسی خوبصورت چال جہاں کے اندر کم ہے۔

یعنی ظاہری صورت شریعت دیانت و امانت والوں کی ہو اور دل خدا کی یاد میں ہو اس زمانہ میں اگر ظاہر صورت علمائے صالحین کی ہو اور دل ذکرِ الٰہی میں تو بہت ہی بہتر ہے کیونکہ اس زمانہ میں عوام الناس علماء وصلحاء کو بیگانہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی صورت بنا لینے سے فقیر محفوظ رہے گا جیسے ملامتیہ فقر کو محفوظ رکھنے کے واسطے ملامت کا طریقہ اختیار کر لیتے تھے۔ اب فی زمانہ یہ صُورتِ ظاہری بنا لینے میں فقر بھی محفوظ رہے گا اور خلاف شرع ملامت کی روش بھی نہ بنانی پڑے گی اور دوسرے علماء وصلحاء کی ظاہری صورت و روش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت پر اللہ تعالیٰ عاشق۔ پس یہ صُورت اختیار کرنے سے خدا تعالیٰ کے محبوبوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ [1]

ترجمہ: یعنی جس نے کسی گروہ کی مشابہت پیدا کر لی وہ انہی میں داخل ہے۔

⑤ یاد کرد

یاد کرد کے معنے یہ ہیں کہ ذکر اللہ تعالیٰ کا خواہ نفی اثبات خواہ اثبات مجرد یعنی

[1] سنن ابی داؤد باب فی لبس الشہرۃ حدیث نمبر ۴۰۳۱ طبع مصر

ہمیشہ ذکر فرمودہ مرشد کا تکرار بلا ناغہ کرتا رہے یہاں تک کہ حضور حاصل ہو جائے اور دل ہمیشہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور میں حاضر رہے بوصف محبت و تعظیم حق کے۔

⑥ بازگشت

اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ذکر شروع کیا تو تین یا پانچ یا سات الغرض عدد وتر یعنی طاق عدد کی رعایت رکھے اور ہر طاق عدد پر ذکر کے بعد رجوع مناجاتِ الٰہی کی طرف کرے یعنی بحضور قلب اس طرح دُعا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے۔ ترک کیا میں نے دنیا و آخرت کو واسطے تیرے۔ تو اپنا پورا وصل اور اپنی محبت و معرفت میرے نصیب کر۔ بعض اکابر اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ ذکرِ طاق کے بعد یہ دُعا مانگنی شرطِ اعظم ہے۔ سالک کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ اس دُعا کو ترک کرے۔ ہم نے جو کچھ پایا، اس کی برکت سے پایا کیونکہ اس سے اخلاص حاصل ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ ذاکر کے دل میں اگر وسوسہ غرور فخر آ جائے تو اس کی برکت سے وہ دفع ہو کر اخلاص اور محبت و معرفت حاصل ہو جاتے ہیں۔ اگر دُعا سے بھی خلوص قلب میں نہ آئے تو اپنے مُرشد کی صورت کا تصوّر کر کے اس کے طفیل سے دُعا مانگے تو بہت جلدی تاثیر ہوتی ہے۔

⑦ نگہداشت

اس کے یہ معنی ہیں کہ سالک نفس کی باتوں اور وسوسوں کو اپنے دل سے دُور کرے اور لازم ہے کہ جب دل میں وسوسہ ظاہر ہو فوراً اس کو دفع کر دے۔ آگے نہ بڑھنے دے۔ آگے بڑھ گیا تو نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور اس کا پھر زائل کرنا مشکل ہو گا۔ البتہ اگر اس وقت ذکر اللہ میں مشغول ہو جائے تو جلدی جاتا رہتا

ہے۔ اگر ذکر سے باقی رہ جائے تو اپنے مُرشد ہادی کی صورت کا تصور کرنے سے بہت ہی جلد زائل ہو جاتا ہے اور اس کے زوال کی ترکیب آگے کتاب میں بہت عُمدہ لکھی گئی ہے وہ بھی اسی کے مشابہ ہے اور ہر خطرہ کو دل میں ایک ساعت بھی نہ رہنے دے لیکن ذکر کو چھوڑ کر اسی کے پیچھے بھی نہ لگ جائے بلکہ اس کی ایسی صورت رکھے۔ جیسا کہ گداگر کسی کے دروازے پر سوال بھیک کا کرے اور وہاں مالکِ خانہ کا کتّا دروازے پر بیٹھا ہوا ہے وہ گداگر کو بھونکنا شروع کر دے۔ سو اگر گداگر اس کے پیچھے دُور کرنے کے واسطے بھاگا تو بھیک سے رہ گیا کہ دروازے پر نہیں رہا اور جو کتّے کو دفع نہ کرے بلکہ صرف بھیک ہی کی طرف متوجہ رہے تو کُتا ٹانگ کاٹ کھائے تو اب گداگر ایسی صورت کرتے ہیں کہ اپنی لاٹھی کو تو کتّے کی طرف رکھیں تاکہ اس سے محفوظ رہیں اور زنبیل مالکِ خانہ کی طرف کہ اس میں بھیک پڑ جائے۔ غرض یہ دونوں کام وہ ایک ہی وقت میں کرتے ہیں۔ بس اسی طرح سالک کو چاہیے کہ خطرہ کے وقت ذکر میں مشغول رہے اور اسی ذکر سے خطرات کو دفع بھی کرتا رہے۔

⟨۸⟩ یادداشت

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک دھیان رکھے۔ حقیقتِ واجب الوجود یعنی ذات کی طرف جو خالی الفاظ و خیالات سے ہو اور حق بات یہ ہے کہ ایسی متوجگی بعد فنا و بقا کاملہ کے مستقیم ہوتی ہے اور یہ دولت دراصل منتہیان کا حِصّہ ہے۔ اس دولت والے کئی کئی سال مراقب ہوئے تو پھر اس طرف کی ہوش نہیں آتی۔ واللہ اعلم بالصواب

اے دل یہ بھید ہے، اس کو پوشیدہ رکھ تاکہ کوئی نااہل نہ سُنے۔

① وقوفِ زمانی

ہوش در دم کی تفسیر میں بالتفصیل ذکر ہو چکا ہے۔

② وقوفِ عددی

وقوفِ عددی کے معنی یہ ہیں کہ عدد وتر کا نگاہ میں رکھنا یعنی عدد طاق کی حفاظت کرنا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ وَّ یُحِبُّ الْوِتْرَ [1]

یعنی اللہ ایک ہے اور طاق کو دوست رکھتا ہے۔

اور اس کی تفسیر بھی پہلے بیان ہو چکی ہے۔

③ وقوفِ قلبی

عبارت ہے اس مضغۂ صنوبری یا مخروطی کی محافظت سے جو بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف دو انگل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کی طرف توجہ رکھنا ایسا ہی حکمت والا ہے۔ جیسا کہ قادریوں کے ہاں ضرب لگانے میں حکمت ہے۔ وہ یہ ہے کہ ماسوائے اللہ کسی کی طرف کسی قسم کی توجہ باقی نہ رہے اور بیرونی خطرات کا دل میں دخل نہ ہو تاکہ بتدریج صرف ذاتِ الٰہی پر توجہ منحصر رہ جائے۔ مطلب یہ کہ اثنائے ذکر میں دل پر واقف رہے کہ کوئی چیز دل کو ذکرِ حق سبحانہٗ سے روک نہ لے اور دِل مفہوم ذات کی طرف سے مہمل نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ اللہ اللہ کرے اور اللہ کی ذات کی طرف متوجّہ نہ ہو بلکہ ذکر سے مذکور میں مشغول رہے۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبسِ دم اور رعایت عدد کو

---

① مسلم: کتاب الذکر والدعاء۔۔۔ باب ۲ فی اسماء اللہ تعالیٰ (رقم الحدیث ۲۶۷۷)

ذکر میں لازم نہیں فرمایا۔ مگر وقوفِ قلبی کو اثنائے ذکر میں لازم فرمایا ہے جیسا کہ رابطہ مُرشد اور مراقبات لازم ہیں کیونکہ مقصود ذکر سے رفع غفلت ہے اور وہ بدوں وقوفِ قلبی کے حاصل نہیں ہوتی۔

عَلَيْكَ بِبِيْضَ قَلْبِكَ كَاَنَّكَ طَائِرُهٗ
فَمِنْ ذَالِكَ الْاَحْوَالِ فِيْكَ تَوَلَّدْ

ترجمہ: تو اپنے دل پر ذکر اللہ تعالیٰ کا اس طرح بٹھا جیسا کہ پرندہ اپنے انڈے پر بیٹھتا ہے پھر جیسا کہ پرندے کے بیٹھنے سے انڈے میں بچہ پیدا ہوتا ہے، ایسے ہی تیرے دل پر اللہ تعالیٰ کا نام بیٹھ جانے سے تیرے اندر عجیب وغریب حالات پیدا ہوں گے۔

اِصطلاحات

اگرچہ اس طریقہ عالیہ فضلی کی تحریر ہو چکی مگر ایک مسئلہ کے بیان کی یہاں ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بندہ اپنے مولا کی یاد اور اس کی اطاعت میں آتا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک گروہ تو وہ ہے کہ اس کے دل میں خوفِ الٰہی پیدا ہوا اور اس نے اس کی ناراضگی اور غضب سے بچنے اور دخولِ جنت کی اُمید میں اطاعتِ الٰہی کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○ (سورۃ الملک آیت: ۱۲)

ترجمہ: تحقیق جن لوگوں نے اپنے رب کا خوف کیا بن دیکھے ان کے واسطے

بخشش اور اجر بڑا ہے۔

اور یہ کہ وہ مغفور ہیں اور اسی گروہ کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

اَکْثَرُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ الْبُلْہُ۔ (۱)

ترجمہ: جنت میں جانے والے زیادہ لوگ سیدھے سادے ہوں گے۔

یعنی اہل جنت بھولے لوگ ہیں کہ وہ جنت کی نعمتوں اور لذتوں کی طرف نہ متوجہ ہوئے۔ وصل اور دیدارِ الٰہی کی طرف توجّہ کی۔ اسی واسطے ان کو بھولے لوگ فرمایا۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ ان کے دل میں محبت اور شوق مشاہدہ جمالِ الٰہی پیدا ہوا اور کھینچ کر اطاعتِ الٰہی میں لایا۔ وہ اس آیت کے تحت میں داخل ہیں یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (سورۃ المائدہ آیت: ۵۴) یعنی اللہ تعالیٰ ان کو پیارا رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو پیارا رکھتے ہیں کہ شوق اور محبت دونوں کو ایک دوسرے کی طرف سے غالب ہے اور اس محبت والے لوگ بڑے عالیشان صاحبِ ہمت ہوتے ہیں۔ اِس بارہ میں کسی بزرگ نے خوب فرمایا ہے، رباعی:

درد و غمِ عشق بو الہوس رانہ دہند

ماوائے سمندری مگس را نہ دہند

ہم مورچہ را ملک سلیماں نہ دہند

عزّ و شرف شاہِ عسس را نہ دہند

ترجمہ: عشق کا درد وغم کسی ہرجائی بندۂ خواہش کونہیں دیتے اور تازی

---

(۱) مجمع الزوائد جلد ۸، صفحہ ۷۹۔ کنوز الحقائق ابن عدی۔

گھوڑوں کا راتب مکھی کو نہیں دیا کرتے۔ نیز چیونٹی کو سلیمان کا ملک نہیں دیتے اور کوتوال کو بادشاہ کا سا اعزاز و مرتبہ نہیں دیتے۔

اس گروہ کے طالب مولا ایک ایسی ہستی رکھتے ہیں کہ دونوں جہان میں ان کی شان بلند ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

"اَلْجَنَّةُ سِجْنُ الْعَارِفِيْنَ" اے بدون و صاله، كَمَا اَنَّ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِيْنَ: اى بدون معرفة كماله۔ [1]

ترجمہ: جنت قید خانہ عارفوں کا ہے یعنی بغیر وصالِ الٰہی کے جیسا کہ تحقیق دنیا قید خانہ مومنوں کا ہے یعنی بدوں معرفت کمال الٰہی کے۔

اسی واسطے فرمایا ہے کہ عاشقانِ الٰہی کو فی الحقیقت اگر وعدہ دیدار الٰہی کا جنت میں نہ ہوتا تو ہرگز ان کی زبان سے جنت کا نام کوئی نہ سنتا اور دوزخ چونکہ خالی جمالِ الٰہی سے ہے، اسی واسطے جگہ قہر اور بلا کی ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ، وَ نَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ ط [2]

ترجمہ: اے اللہ ہم تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں کیونکہ وہ مشاہدہ جمالِ الٰہی کی جگہ ہے اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔

اور درحقیقت رضامندی الٰہی جنّت کی طلب گار اور غضب خداوندی دوزخ کا خواستگار ہے۔ اسی واسطے سلطان العارفین، پیشوائے عاشقان صادقین حضرت بایزید

---

[1] ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب مثل الدنیا رقم الحدیث ۴۱۱۳۔ مشکاۃ، کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۱۵۸۔ میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّةُ الْكَافِرِ۔

[2] موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ باب الاحتفال بالمولد النبوی ج ۷ ص ۵۵۔

بسطامی قدس سرہٗ السامی سے منقول ہے کہ اگر ان کی زبان پر دُنیا کا ذکر آجاتا تو آپ وضو فرماتے اور جو بہشت و عقبیٰ اور اس کی نعمتوں کا بغیر جمالِ الٰہی کے ذکر آتا تو آپ غسل کرتے اور فرماتے کہ دُنیا حدث کی جگہ ہے اس کے ذکر سے وضو کافی ہے اور جنّت قضائے حاجت کی جگہ ہے اسی واسطے اس کا ذکر آنے پر غسل مناسب ہے۔ آپ کا یہ طریق سالکوں کی امداد کے واسطے تھا تا کہ طالب مولا اور سالک راہِ سلوک بہشت کو اصل مقصود ٹھہرا کر عبادت نہ کریں۔ یعنی ان نعماء کو ہی اپنا محبوب نہ بنالیں اور ان کا ذکر اپنے دل میں نہ لائیں۔ اگر بھول کر زبان یا دل میں آبھی جائے تو توبہ واستغفار کرے اور اس واسطے آپ وضو اور غسل فرماتے کیونکہ یہ دونوں لوازم کمال توبہ و استغفار سے ہیں۔

اے طالب! قِصہ مردوں کا دوسرا ہے اور قصہ مخنث و مؤنث کا دوسرا۔ جیسا کہ اہلِ اللہ کا فرمان ہے:

طَالِبُ الدُّنْيَا مُخَنَّثٌ وَّ طَالِبُ الْعُقْبٰى مُؤَنَّثٌ وَّ طَالِبُ الْمَوْلٰى مُذَكَّرٌ۔

ترجمہ: دُنیا کا طالب مخنث ہے اور عقبیٰ کا طالب عورت اور اللہ تعالیٰ کا طالب مرد۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ الدُّنْيَا حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الْاٰخِرَةِ وَ الْاٰخِرَةُ حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَ كِلَاهُمَا حَرَامٌ

عَلٰی اَھْلِ اللّٰہِ۔ (۱)

ترجمہ: دنیا حرام ہے آخرت والوں پر اور آخرت حرام ہے دنیا والوں پر اور یہ دونوں حرام ہیں اللہ والوں پر۔

کسی نے خوب کہا ہے۔فکر ہر کس بقدرِ ہمّتِ اوست۔ خلاصہ اس تمام عبارت کا یہ ہے کہ جو چیز تیرا مقصود ہے، وہی تیرا معبود ہے۔ ہمت عوام کالانعام کی تمام پوست ہے اور ہمّت عابدین وصالحین کی ہمہ از وست اور ہمّت عاشقوں اور عارفوں کی وصل دوست۔ اسی واسطے فرمایا ہے:

وَ اَھْلُ الدُّنْیَا فِیْ نِیْرَانٍ مُّبِیْنٍ ط وَ اَھْلُ الْاٰخِرَۃِ فِیْ خُسْرَانٍ مُّبِیْنٍ ط وَ اَھْلُ الْمَحَبَّۃِ وَ الْعِرْفَانِ فِیْ شُھُوْدٍ وَّ عَیَانٍ مُّبِیْنٍ لَوْلَا الْحُمَقَاءُ لَخَرِبَتِ الدُّنْیَا ط

ترجمہ: دنیا دار بھڑکتی آگ میں ہیں اور آخرت والے سخت گھاٹے میں اور محبت ومعرفت والے مشاہدۂ جمالِ خاص میں ہیں۔ اگر احمق لوگ دُنیا میں نہ ہوتے تو دنیا برباد ہو جاتی۔ اہل جنت کا بھولا ہونا اور حماقت یہ ہے کہ حور وقصور اور دیگر نعمائے جنت کو جو بغیر دیدارِ الٰہی کے ہیں، اختیار کرنا اور نعمتِ ابدی یعنی طلب کمالِ جمال حضرت حق سبحانہٗ سے باز رہنا۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ○ (سورۃ الحشر آیت:۲)

وَ تَفَکَّرُوْا یَآ اُوْلِی الْاَفْکَارِ۔

---

(۱) کنز العمال، رقم الحدیث ۶۰۷۱ میں کِلَاھُمَا کی جگہ وَ الْاٰخِرَۃُ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اقْطَعْ عَنِّیْ مَا یَقْطَعُنِیْ عَنْکَ وَ خَلِّصْنَا عَنِ الْمَلَاھِیْ وَاَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَآءِ کَمَا ھِیَ ط

ترجمہ: اے اللہ کاٹ مجھ سے وہ چیز جو کاٹ ڈالے یعنی جدا کر دے مجھ کو تجھ سے اور خلاصی دے ہم کو لغو اور بے فائدہ اُمور سے اور دکھلا ہم کو چیزوں کی حقیقتیں جیسی کہ وہ اصل میں ہیں۔

پس طالبِ مولا کو چاہیے کہ دل اور زبان کو ذکر دنیا و عقبیٰ سے باز رکھے اور منہ اپنا حقیقت جمالِ الٰہی کی طرف لائے۔ مقربان اور محرمان درگاہِ الٰہی کو مقاماتِ عالیہ طے کرنے میں بند نہ ہونا چاہیے اور کسی ایک مقام میں ٹھہر رہنے پر خُوش نہ ہونا اور سلوکِ اجمالی میں پڑا رہنے کو پسند نہ کرنا تاکہ کسی ایک ہی مقام میں پھنس نہ رہے اور عروج مقاماتِ عالیہ سے رہ نہ جائے۔ عاشقِ الٰہی کے واسطے حرص اور طمع مشاہدۂ جمال کی فرض ہے اور اس سے بس کر کے بیٹھ رہنا کفر فی العشق ہے۔

اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تابعین نے تحقیق کی ہے کہ انسان مرکب ہے لطائفِ عشرہ سے اور اکابر اولیاء اللہ جو بانیانِ طریقت ہیں ان سے بھی یہی بات معلوم ہوئی ہے لیکن امامِ ربانی نے بالتفصیل بیان کیا ہے اور طریقہ اہل وصول الی اللہ کا تعلیم فرمایا ہے کیونکہ اس زمانۂ آخری میں بسبب دوریٔ زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے یعنی گزر جانے زمانہ اسمِ ہادی کے اور ظہور تاثیر اسم مُضِلّ کے کہ ہمتیں کم ہو گئی ہیں اور شوق اور ذوق اطاعتِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی کا قلیل الوجود اور نفس کشی کی جگہ نفس پروری عام ہو گئی ہے اور بجائے ترکِ دُنیا کے طلب دُنیا اور بجائے جوش وخروشِ عشق کے تساہل اور سُستی، اور بجائے ہوشیاری کے غفلت، اور بجائے رہبری کے رہزنی ہو گئی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال رحمت سے ہادیٔ برحق امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عالی ہمت تابعین کو قاصر ہمتوں کے واسطے پیدا فرمایا تاکہ بآسانی یہ قاصر ہمت عالی ہمتوں کے ظل میں آکر ان کے روحانی انوار و برکات سے پرورش پا کر اپنے اصل کی طرف پرواز کر کے اپنے اصلی مقام میں

جو ٹیمہ دائرہ عرش سے اُوپر کا ہے اس میں ملاء اعلیٰ حافین حول العرش سے مل کر عین مشاہدہ ذاتی اور جمالِ الٰہی میں اپنا مقام بنا لے۔ جیسا کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

چرا ازاں آشیاں بیگانہ گشتی

چوں دوناں چغد ازیں ویرانہ گشتی

بیفشاں بال و پرز آمیزش خاک

بہ پر تا کنگرہ ایوانِ افلاک

ترجمہ: تو اس گھونسلے سے کیوں بیگانہ ہو گیا اور کمینوں کی طرح اس ویرانے کا اُلو کیوں بن گیا۔ مٹی کی ملاوٹ سے بال اور پر جھاڑ۔ پھر آسمانوں کے عالیشان محل کے کنگرہ تک اڑ۔

ان حوادثاتِ فلکی و ارضی، خواہشاتِ نفسانی سے جو تجھ کو اسفل السافلین کی طرف لے جانے والے ہیں خلاصی پا کر اس نور قدیم میں جہاں سے آیا تھا وہیں جا کر مل جائے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

مِل گئے عاشق تے معشوق

چرخہ بھَن تے پُونیا پُھوک

مگر یہ امر سوائے دستگیری شہباز منازل طے کر لینے والے کے اور سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

حکایت کیڑا

بعض بزرگوں نے ایک کیڑے کی حکایت نقل کی ہے کہ اس کے دل میں یہ

خواہش تھی کہ میں خانہ کعبہ میں پہنچوں۔ مگر خانہ کعبہ وہاں سے بہت دُور تھا۔ وہ کیڑا اپنے دِل میں خیال کرتا تھا کہ نہ تو میرے پَر اور نہ ہی زور وزر۔ میں کس طرح ایسی معظم جگہ میں جو مورد و مہبطِ تجلیّات مسجود الیہ کی ہے پہنچ سکوں گا۔ اسی خیال میں تھا کہ اچانک ایک جگہ جہاں گندم یا کوئی اور غلہ گاہا گیا تھا کبوتروں کا ایک غول آ کر دانہ چگنے میں مشغول ہو گیا۔ جب چگنے سے فارغ ہوئے تو ایک کبوتر نے کہا کہ اب جو کچھ چگنا ہے جلدی چگ لو۔ کہاں خانہ کعبہ جہاں ہم نے جا کر اپنے بچوں کی خبر گیری کرنی ہے اور وقت بہت تھوڑا ہے اگر بہت ہی تیز اڑیں گے تو پہنچیں گے۔ اس قدر دور دراز راستہ طے ہونا مشکل ہے۔ کیڑا ابھی وہیں دانے چگ رہا تھا اسے حرص پیدا ہو گئی کہ اگر ان کا ساتھ میسّر ہو تو میرا مطلب حاصل ہو جائے گا۔ پَر ان کے رہے اور پنجہ میرا رہا۔ چنانچہ وہ جلدی جا کر اس کبوتر کے پاؤں میں چمٹ گیا اور کبوتر اڑ گئے۔ کیڑا خیال کرتا جاتا تھا کہ اگرچہ میرے پَر نہ تھے لیکن اگر میں نے اپنا پنجہ سخت مضبوط کر کے مار لیا تو اِس کبوتر کے تو پَر ہیں مُجھ کو پہنچا ہی دے گا۔ چنانچہ کبوتر خانہ کعبہ میں جا پہنچے اور ایک کبوتر نے دُوسرے کو آواز دی کہ طواف وزیارت خانہ کعبہ کا کر لو۔ کیڑا سمجھ گیا کہ میری مراد اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِنْعَامِہٖ وَاِحْسَانِہٖ اس نے فوراً پنجہ چھوڑ دیا۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ خانہ کعبہ سامنے ہے اور تجلّیات کا مشاہدہ کر رہا ہے اپنے مطلب کو پہنچ گیا اور شکر ادا کیا۔

جس طرح اس کیڑے نے کبوتر کے پنجے مضبوط پکڑ لیے اور خانہ کعبہ میں پہنچ کر مقصود حاصل کر لیا اگر وہ اس کے پنجے چھوڑ دیتا تو ظاہر ہے کہ یقیناً مقصود حاصل کرنے سے محروم رہتا اور نہ صرف محروم ہی رہتا بلکہ نیچے گر کر نیست و نابود ہو جاتا۔ اسی

طرح اگر طالبِ مولا شہباز منازل طے کیے ہوئے کے دامن میں سختی سے چنگل مار لے تو جہاں وہ پہنچے گا وہیں اپنے ساتھ اس کو لے جائے گا اور اگر چنگل سست مارا یا چھوڑ دیا تو نیچے گر کر قعرِ دوزخ میں جا پہنچے گا۔ کسی بزرگ نے اس مضمون کو فارسی میں کیا ہی اچھا بیان فرمایا ہے:

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

ترجمہ: ایک مسکین چیونٹی کی خواہش تھی کہ کعبہ میں پہنچے اس نے کبوتر کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں خوب تشریح فرمائی ہے۔

چوں تو کر دی ذات مُرشد را قبول
ہم خدا آمدز ذاتش ہم رسول
نفس نتواں کشت اِلّا ذاتِ پیر
دامن آں نفس کُش را محکم بگیر

ترجمہ: جب تو نے مُرشد کی ذات کو قبول کر لیا تو اس کی ذات سے خُدا بھی مل گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ اس نافرمان نفس کو پیر کی ذات کے سوا کوئی نہیں مار سکتا، تو اس نفس کے مارنے والے (پیر) کا دامن مضبوط پکڑ۔

اے **ہاشمی توکلی** اس بات کو رہنے دے اس کا اِنتہا نہیں۔ کتاب طول پکڑ جائے گی۔ مطلب کی طرف رجوع ہو تا کہ سامعین کی سمع خراشی نہ ہو اور اصلی مطلب

سے نہ رہ جائیں۔ اس طریقہ فضلی نقشبندیہ مجدّدیہ میں یہ بات متحقق طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ انسان یعنی بنی آدم مرکب دس لطائف سے ہے۔ ان میں پانچ عالم امر سے اور پانچ عالم خلق سے۔ جو عالم امر سے ہیں وہ یہ ہیں۔ قلب، رُوح، سر، خفی، اخفیٰ۔ اور جو عالم خلق سے پانچ ہیں وہ یہ ہیں۔ نفس، آگ، ہوا، پانی، خاک۔ عالم امر کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے لفظ کُنْ فرمایا تو فَیَکُوْن یعنی کُن کے فرماتے ہی فوراً وہ چیزیں بن گئیں۔ اسی واسطے فرمایا کُنْ فَیَکُوْن (سورۃ یسین آیت: ۸۲) پس اسی وقت وہ چیزیں یعنی فرمان ہوتے ہی ان چیزوں کا موجود ہو جانا زمانہ حال میں جیسا کہ سورج نکلتا ہے تو فوراً دھوپ بھی ساتھ ہی ساتھ نمودار ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ پہلے سورج چڑھے پھر کچھ دیر کے بعد دھوپ نکلے بلکہ جس قدر سورج نکلتا ہے اسی قدر دُھوپ بھی ساتھ ساتھ ہوتی جاتی ہے اور جو عالم خلق کے پانچ لطائف ہیں یہ امر کُن کے بعد بتدریج یعنی دیر کے بعد آہستہ آہستہ پیدا ہوتے گئے۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (سورۃ یونس آیت: ۳)

ترجمہ: یعنی رب تمہارا وہی ہے جس نے پیدا کیا زمین و آسمان کو چھ دن کی مقدار میں۔

یہ تصریح ہے دیر کے ساتھ پیدا کرنے کی۔ جس میں مخلوق کے فائدہ کے واسطے مصلحتِ خداوندی ہے۔ عرش مجید ایک حجاب نوری ہے درمیان عالمِ امر اور عالمِ خلق کے نیمہ دائرہ کے نیچے کا عالَمِ خلق میں داخل ہے اور اِسی عالِم خلق کو عالَمِ امکان بھی کہتے

ہیں۔ اور نیمہ دائرہ اوپر
کا عالم امر میں ہے۔
اصُول لطائف عالم امر
کے اُوپر کے نیمہ دائرہ
عرش ہیں اور اصول
لطائف عالم خلق نیمہ
دائرہ نیچے میں داخل ہیں
جن کی صُورت یہ ہے:

اصل اخفیٰ
اصل خفی
اصل سر
اصل رُوح
اصل قلب
عرش
نفس
آگ
ہوا
پانی
خاک

اور یہ عالم خلق یعنی دائرہ امکان متضمن ہر دو عالم یعنی عالمِ امر و عالم خلق ہے۔ عالمِ خلق میں عالمِ امر بھی ہے اور عالم امر نصف دائرہ عرش کے اُوپر کا ہے۔ وہاں عالمِ خلق نہیں لیکن دائرہ امکان میں جامعیت ہے۔ عالمِ خلق اور عالمِ امر کی عرش سے لے کر جہاں تک کوئی شے موجود ہے وہ سب دائرہ امکان ہے اور نیمہ دائرہ بالائے عرش عالم امر ہے۔ عرش کے نیچے عالمِ خلق ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے شکلِ انسان کو بنایا تو اس عالمِ خلق میں چند جگہ عالم امر کے لطائف کا بھی انسان کے بدن میں تعلق پیدا کیا۔ تا کہ عالمِ امر کا جذب اور عشق پیدا ہو اور یہ بدن انسانی جو عالمِ خلق میں ہے اسی کو عالمِ امر کی طرف لے جا کر فلاحِ اخروی اور نجاتِ ابدی حاصل کرائیں۔ یہ خاک جو پاؤں کے نیچے آنے والی ہے اگر کپڑے کو لگے تو دھونا پڑے اور بدن کو لگے تو غسل کرنا پڑے۔ اس کو اعلیٰ علیین میں لے جا کر مقامِ محبوبیت میں لباس معشوقیت پہنا کر بٹھائیں اور یہ اللہ اللہ کہے تو محبوبِ حقیقی کی طرف سے لَبَّیْكَ یَا عَبْدِیْ (میں حاضر ہوں اے

میرے بندے) کی ندا سے بہرہ یاب ہو۔ اِسی واسطے فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(سورۃ التین آیت: ۴ تا ۶)

ترجمہ: یعنی انسان کو تمام مخلوقات میں سے بہت اچھی صورت میں پیدا کیا پھر ہم نے اسے نیچے پھینک دیا۔

یعنی عرش سے عالم امر کا محل اس کا بدن بنا دیا تا کہ عالمِ امر اور عالم خلق دونوں جہاں کی نعمتوں کا یہ بدن عالمِ خلق میں رہ کر مشاہدہ کر کے تصرفاتِ دنیا و مافیہا میں جاری کرے اور دُنیا میں خلیفہ اللہ تعالیٰ کا بنے۔ پھر فرمایا کہ اِسی جامعیت کے سبب سے یہ عالی ہمّت ہو گیا۔ پھر اسے زمین پر پھینک دیا تا کہ دکھلائیں کہ یہ عالی ہمّت میری اطاعت میں اپنے نفس پر ظلم کر کے اس کی خواہشات سے توڑ کر میری خوشی اور رضا میں لگائے۔ یہ اسی کا کام ہے اور کوئی اس امانت کو اُٹھا نہیں سکتا تھا کیونکہ ماسوائے انسان کے بہ سبب نہ ہونے جامعیت کے وہ عالی ہمّت نہ تھے۔ اس واسطے ڈر گئے اور یہ بار اُٹھانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس عالی ہمّت انسان کی تعریف خود فرمائی ہے:

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ○

(سورۃ الاحزاب آیت: ۷۲)

ترجمہ: اور اُٹھا لیا اس کو انسان نے بے شک وہ بڑا ظالم و جاہل ہے۔

جَهُوْلًا کے معنی میری اطاعت اور یاد میں لذائذِ نفسانی، ملکاتِ رذیلہ کو بالکل

بھول جانے والا اور پھر میری یاد میں ایسا محو ہو جانے والا کہ میرے مشاہدہ میں آ کر تمام غیر اللہ کو بھول جائے پھر فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (سورۃ بنی اسرائیل آیت:۷۰)

ترجمہ: ہم نے بنی آدم کو بہت بڑی عزت دی۔

یعنی ایسی عزت تمام مخلوق میں اور کسی کو نہیں دی۔ پھر ایسے ہی جوشِ محبت میں دوسری جگہ فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (سورۃ البقرہ آیت:۱۵۲)

ترجمہ: یعنی تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں۔

اس آیت کے سیاق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے اور بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نعمت خاص خاکی بندہ کے واسطے ہے اور تمام مخلوق میں سے اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو یاد نہیں کرتا۔ مگر بندہ یاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی وقت یاد کرتا ہے اسی عُمدہ لقب کی وجہ سے جو خاکی پتلے کو عطا ہوا۔ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حمد بے حد مر خدائے پاک را
آں کہ ایماں داد مُشتِ خاک را

ترجمہ: بیشمار تعریف خدا کے لیے ہے جس نے ایک خاک کی مٹھی کو ایمان دیا۔

یعنی مشتِ خاک انسان اور ایمان سے مراد اس جگہ مشاہدہ ہے یعنی یہ خاک

جو ظاہر میں سب سے زیادہ حقیر و ناچیز ہے اور پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاکی انسان کو ایسی بے بہا نعمت سے سرفراز فرمایا کہ مخلوقات میں سے کسی کو میسّر نہیں ہوئی اور وہ مشاہدہ اور وصل دیدارِ الٰہی ہے۔ جَلَّ شانہٗ اے طالب مولا سعادتِ ازلی تجھ کو نصیب ہو۔ جب تو نے ہیکلِ انسانی یعنی صورتِ انسانی کی ترکیب کی فضیلت سمجھ لی تو اس کی تفصیل بھی بیان کی جاتی ہے تاکہ تجھ پر کوئی اخفا نہ رہے وہ تعلق جو عالمِ امر کا عالمِ خلق یعنی بدن انسان کے ساتھ ہے۔ وہ یہ ہے:

لطائف عالمِ امر

پہلا لطیفہ

ایک مضغہ قلب بشکلِ صنوبری یا مخروطی بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلے پر ذرا پہلو کی طرف جُھکا ہوا اس شکل کا (قلب) ہے اور اس کا اپنا نور زرد ہے جیسی کہ زمین کی رنگت ہے یا جیسا کہ سرسوں کا پھول زرد ہوتا ہے۔

دوسرا لطیفہ

رُوح یہ عالم امر سے عالم خلق میں ہے۔ اس کا تعلق جس محل یا مضغہ میں ہے وہ دائیں پستان کے نیچے بفاصلہ دو انگشت ہے اور یہ بہ نسبت قلب کے تھوڑا سا پہلو کی طرف جُھکا ہوا ہے۔ نور اس کا سرخ سنہری کی طرح کا ہے جیسا کہ سونے کا رنگ ہے۔

تیسرا لطیفہ

سرّ جو عالمِ امر کا ہے۔ اس کا تعلق جس محل سے بدن کے ہے وہ برابر قلب

کے سینے کی طرف واقع ہے نور اس کا سفید ہے۔

چوتھا لطیفہ

خفی عالم امر کا ہے۔ جس کے محل کا تعلق عالم خلق میں برابر پستان دائیں کے دو انگل کے فاصلے پر سینے کی طرف ہے۔ نُور اس کا سیاہ ہے۔

پانچواں لطیفہ

اخفیٰ ہے اصل اس کا عالمِ امر میں ہے اور تعلق عالم خلق میں وسط سینہ کے اندر اس شکل ⬭ کا ہے نور اس کا سبز ہے۔
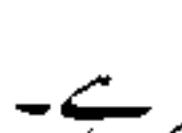
یہ تمام لطائف خود معہ اپنے اصول کے انوار مجردہ اور مصفا برق وشعشان سے معمور تھے اور ہر وقت اپنی اصل کی طرف سیر کر کے مشاہدہ ذاتی میں رہتے تھے لیکن اس عالم خلق میں کدورت سے بوجہ اپنی پڑوسنوں کے مکدّر ہو گئے ہیں اور اپنے اصل وطن کو بُھول گئے ہیں اور اسفل کی طرف ان کی کشش ہوگئی اور ملاء اعلیٰ کی کچھ بات یاد نہ رہی۔ اسفل کی طرف لے جانے والی ان کی پڑوسنیں ہیں جنہوں نے ان کو اپنی صحبت فاسدہ سے فاسد کر دیا۔

لطائف کی پڑوسنوں کا بیان جو ملکاتِ رذیلہ ہیں

پڑوسنیں یہ ہیں قلب اس کے نیچے کی طرف ایک کاغذ بھر مقدار کے فاصلہ پر شہوت ہے جس کو قوتِ باہ سے تعبیر کرتے ہیں اس نے بسبب لذّت کے اپنی طرف کھینچ کر اوپر یعنی اپنی اصل کی کشش بھلا دی اور اپنی لذّت سے جو اسفل السافلین کی

طرف لے جانے والی تھی اپنا عاشق و دیوانہ بنا لیا۔ اسی طرح رُوح جو منور اور خاص ملاء اعلیٰ کا رئیس ہے اس کے نیچے غصّہ ہے جو کہ غضب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس نے اس کو ایسا مکدّر کیا کہ اپنی صفائی اور برق چمک سب بُجھا بیٹھا اور اصل خصلت چھوڑ کر سبعیت یعنی بھیڑیئے پن کی عادت پکڑ لی۔ لطیفہ سرّ کے نیچے کاغذ کے فاصلہ پر حرص ہے اس لطیفہ کو دیدار یعنی مشاہدہ ذاتِ الٰہی کا ہوتا تھا۔ کام تو اس کا یہ تھا کہ ہر وقت مشاہدہ جمالِ الٰہی کی طرف سیر کرائے اور خواہش دیدارِ الٰہی کی رکھے۔ مگر حرص کی صحبت نے اس کو اسفل کی طرف جو چیزیں لے جانے والی ہیں ان کی خواہش شروع کر دی جیسے مال وزنا سرقہ، خونریزی وغیرہ کی حرص۔ اس کی ہم جلیس حرص نے اس کو سیاہ کر دیا اور ملاء اعلیٰ سے پھیر کر اسفل کے مشاہدہ میں گرفتار کر دیا اور لطیفہ خفی کے نیچے حسد اور بخل ہے کہ فی الحقیقت یہ ایک ہی چیز ہے فعل وہ کرتی ہے اس نے اس کو ملاءِ اعلیٰ سے روک لیا اور اس کے نور کی سیاہی کو جو ملاء اعلیٰ کی بصارت دینے والی تھی بجھا دی۔ جیسا کہ آنکھ کی سیاہ پتلی ہوتی ہے اور وہی ہر چیز کو دیکھتی ہے اور ایسا ہی یہ لطیفہ خفی تھا۔ اس کی سیر حجاب کے بطون البطون میں تھی۔ اس کو اس کے ہم جلیس نے مکدّر کر دیا اور اسفل سے ایسا مکدّر کیا کہ نابینا ہو گیا اور اصل وطن کی طرف جانے کی تاب و طاقت نہ رہی۔ العیاذ باللہ اور لطیفہ اخفیٰ کے نیچے تکبّر اور فخر ہے اس نے اس کے نُور کو بجھا دیا اور یہاں تک اس کو کیا کہ تمرّد اور سرکشی احکام و اطاعتِ الٰہی سے کرائی اور غضب الٰہی میں گرفتار ہو کر راندۂ درگاہِ الٰہی ہو گیا۔ چنانچہ قصّے فرعون اور شدّاد اور نمرود وغیرہ کے اس پر شاہد ہیں۔ اے طالبِ مولا! معلوم کر کہ یہ پانچ چیزیں ان پانچ لطائف کو اپنے مولائے حقیقی کے وصل سے دور کر رہی ہیں۔ یہ عرش کا رہنے والا ان دشمنوں کے پنجے

میں اس طرح گرفتار ہو گیا اور مصائب دنیوی اور محرومیٔ اخروی نے اس کو گھیر لیا ہے۔
اس مضمون کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا ہے۔

مثنوی

پایہ آخر آدم است و آدمی
گشت محروم از مقام محرمی
گر نگرددباز مسکیں زیں سفر
نیست ازوے ہیچ کس محروم تر

ترجمہ: مرتبہ تو اعلیٰ آدم ہی کا تھا لیکن آدمی مقامِ محرمی سے محروم ہو گیا اگر مسکین انسان اس سفر سے نہ لوٹے تو اس سے زیادہ تر کوئی محروم نہیں۔

جب رحمتِ الٰہی بندہ کے شاملِ حال ہو جاتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ مریض کو حکیم کے پاس بھیج کر دوا بھی موجود کرا دیتا اور پھر شفا بھی بخش دیتا ہے اسی طرح کسی اپنے مقبول بندہ کے پاس بھیج دیتا ہے اور ان دونوں میں موافقت کے سامان ہو جاتے ہیں تو پھر بندہ اس بحرِ حیرت سے پار ہو کر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ عالمِ امر کے پانچوں لطائف کا نقشہ مع ان کی پڑوسنوں کے اس طرح پر ہے۔

قلب	رُوح	سِرّ	خفی	اخفیٰ
شہوت	غضب، غُصّہ	حرص	حسد، بخل	تکبّر، فخر

جنہوں نے اس کو اسفل کی طرف کھینچ کر دیدارِ الٰہی سے محروم کر رکھا ہے۔

مثنوی

صحبتِ کامل کو بس کر اختیار

تاکہ تو اس بحرِ حیرت سے ہو پار

صحبتِ کامل ہے بہ از کیمیا

جس سے ہو قلبِ سیاہ کو بھی ضیاء

یعنی: جب تجھ کو کوئی کامل پابند شریعت مل جائے اور وہ تجھ کو تعلیم دینا شروع کر دے تو پھر تو مُردہ بدست زندہ ہو جا۔

ایک دفعہ میں رات کو سفر کر رہا تھا اور چند درویش بھی ساتھ تھے ایک گاؤں کے پاس سے گذر ہوا۔ اس وقت چاندنی رات تھی۔ دھیمی دھیمی ہوا چل رہی تھی۔ موسم گرمی کا تھا اور میدان سفید نظر آ رہا تھا۔ اچانک گاؤں سے ایک عجیب رسیلی آواز کان میں آئی۔ طبیعت ادھر متوجہ ہو گئی جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے اس مخمس (اشعار) نے اس مسئلہ کو خوب ادا کیا ہے۔

حجرے شاہ مقیم دے اِک جٹّی عرض کرے

میریاں پنجے مرن گواہنڈناں شالا ستاں نوں تاپ چڑھے

تے اس تکیہ دار فقیر نوں لّا دا نانگ لڑے

پھر سُنجیاں ہو جان گلیاں میرا مُکھلی باہیں یار پھرے

میں تینوں بکرا دیواں پیر جی جے سردا کونت مَرے

پانچ گواہنڈناں یعنی پڑوسنیں جن کا میں ذکر کر آیا ہوں یعنی کام، کرودھ، لوبھ،

موہ، ہنکار جب یہ مر جائیں تو پانچ لطائف عالم امر کے اور چھٹا لطیفہ نفس اور ساتواں قالب کو عشقِ الٰہی کا تپ یعنی گرمی اور جوش ہو جائے تو یہ خنّاس جو تکیہ دار فقیر ہے اور ہر وقت طرح طرح کے خطرے دیتا رہتا ہے۔ اس کو لَآ اِلٰہ کی لَآ کے ساتھ جو اس کے حق میں بمنزلہ زہریلے سانپ کے ہے۔ نفی کر کے کاٹ دے اور سر کے کونت مرنے کا یہ مطلب ہے کہ جیسا حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔ بچہ پہلے جب روتا ہے اسی شیطان کی چوک سے روتا ہے اور وہ موت تک آدمی کے ساتھ رہتا ہے۔ جب آدمی مرتا ہے تب وہ جُدا ہوتا ہے۔ اسی شیطان کو یہاں لفظ کونت سے تعبیر کیا ہے۔ پس شاعر کہتا ہے کہ اگر میرے سر کا کونت یعنی وہ شیطان مر جائے یعنی اسلام لے آئے اور احکامِ الٰہی کا تابع ہو جائے تو بکرا ذوں۔ یہی وہ کونت ہے جس کی نسبت رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ۔ [1]

ترجمہ: میرا شیطان مُسلمان ہو گیا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ شیطان آپ ﷺ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا: ہاں مگر وہ اسلام لے آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ملنے کا مانع کوئی نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر تمام بدن ہے اور کسی شے کا حصّہ بدن میں نہیں رہا۔ فی الحقیقت اگر تجھ سے یہ کام ہو گیا تو سمجھ لے کہ تو خدا کا محبوب یا مقبول بلکہ تو ہی اس معنی کا مصداق ہے جیسا کہ حدیثِ شریف میں آیا ہے:

---

[1] تفسیر النیشاپوری جزء ۳: ۸۵۔

خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ ط [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

تو خدا کی پیاری صورت بن گیا۔ ایک عظیم ولی اللہ نے لکھا ہے:

اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ۔

ترجمہ: جب فقر پورا ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔

جب فقر پورا ہو گیا تو رگ و ریشہ ظاہر و باطن اللہ اللہ اور اس کی ذاتِ کا نور ہے تو نہیں رہا بلکہ وہ ذاتی نور ہو گیا۔ اگرچہ ظاہر صورت انسانی ہو گی مگر باطن ربانی۔

اب ان لطائف کی صورت بیان کی جاتی ہے کہ نیمہ دائرہ جو عرش کے اوپر کا ہے۔ اس میں اصل لطائف اور نیچے کے نیمہ دائرہ میں ان لطائف کی فرع ہیں۔ جب لطیفہ قلب رُوح، سرّ، خفی، اخفیٰ میں ذکر کیا جاتا ہے تو مضغہ میں کیا جاتا ہے اور کشش مذکور کی طرف ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف تو مضغۂ قلب کا نُور اصل قلب میں جا پہنچتا ہے۔ اسی طرح رُوح کا نُور اصل رُوح میں جا پہنچتا ہے تو یہ سرّ اس سرّ کا نائب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خفی کا نور بھی اپنے اصل میں جا ملتا ہے اور یہ اس کا نائب ہو جاتا ہے علیٰ ہذا۔ اخفیٰ کا نور اپنی اصل میں جا ملتا ہے اور یہ اس کا نائب ہو جاتا ہے۔ جب یہ لطائف اپنے اصول میں جا ملتے ہیں تو ان کو اپنی حقیقت کے موافق قربِ الٰہی ہوتا ہے اور ہر ایک موافق اپنی حقیقت کے واصل اور قریب ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

---

[1] بخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام رقم ۵۸۷۳۔ مشکاۃ، کتاب الادب، باب السلام رقم ۴۶۲۸۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ○ (سورۃ الصّفٰت: آیت: ۱۶۴)

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک کا مقامِ قرب مقرر ہے۔

اپنے مقام سے آگے سیر قدمی اس کی نہیں ہوتی البتہ سیر نظری کی انتہا نہیں اور وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے:

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِىْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔ [۱]

ترجمہ: میرے دل پر کچھ حجاب سا بیٹھ جاتا ہے تو میں ستر بار استغفار پڑھتا ہوں۔

اس میں جو قلب پر کدورت وارد ہونے کا بیان ہے یہاں قلب سے مراد یہی مضغہ گوشت ہے یعنی کدورت یا حجاب جو کچھ آتا ہے اس مضغہ قلب پر وارد ہوتا ہے۔ اصل قلب پر وارد نہیں ہوتا۔ اسی طرح دوسرے لطائف رُوح، سرّ، خفی، اخفیٰ کا حال ہے کہ ان کے مضغے جو بدن انسان میں ہیں ان پر کدورت یا میل آتی ہے۔ اُن کے اصول پر کوئی کدورت وارد نہیں ہوتی اسی واسطے ان کی تربیت کی جاتی ہے تاکہ اصل کے ساتھ ملنے میں رکاوٹ نہ رہے۔

---

[۱] تفسیر البیضاوی ج ۴، ص: ۱۳۴۔

نقشہ اُصول وفروع لطائف کا یہ ہے
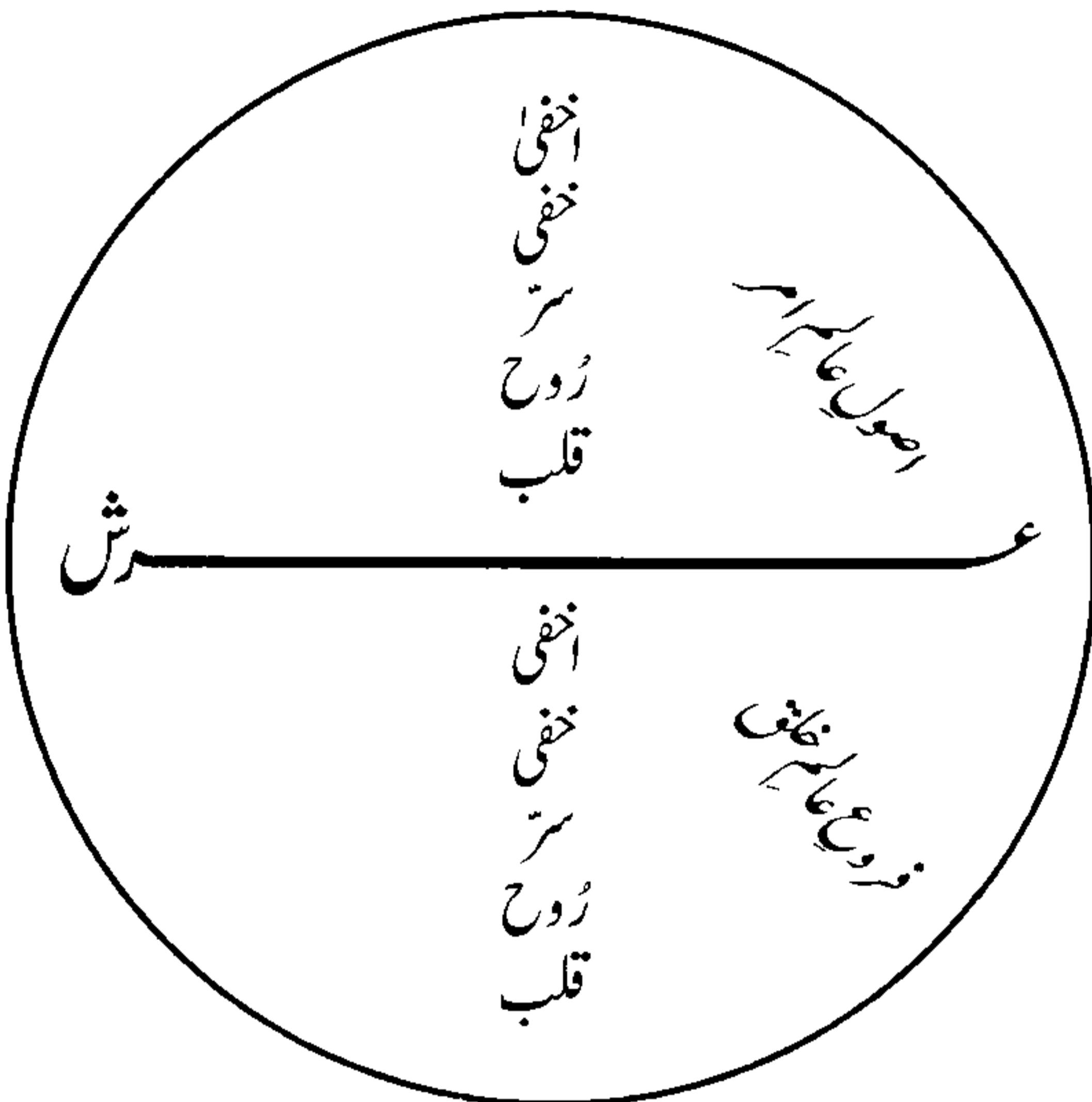
اے طالبِ مولا! جب تو لطائف کی حقیقت سے واقف ہو چکا تو آگے تعلیم کا طریقہ تیرے واسطے بیان کیا جاتا ہے اور انوار اور سیران کی۔ خدا تعالیٰ تجھ کو توفیق عطا فرمائے۔

اے طالبِ مولا! اس بات کو جان جیسے کہ پانچ رکن اسلام کے ہیں ویسے ہی پانچ رکن تصوّف کے ہیں اور یہ بھی جان لے کہ علم تصوّف یا علم فقر یا علم معرفت یا علم سلوک یا جو کچھ تم اس کا نام رکھو۔ یہ دراصل چیز ایک ہے اور نام اس کے کئی ہیں۔ ہر

ایک نے اپنی اصطلاح میں اس کا نام رکھا ہوا ہے اور اس کے حصُول کے قواعد مقرر کیے ہوئے ہیں۔ مگر امتِ مرحُومہ محمدیہ میں جو ہے۔ یہ تمام معارف کے قواعد کا اصل اصول ہے اور موافق قانونِ قدرت اور مرضیاتِ الٰہی ہے۔ اس کو جمع الجمع کہنا چاہیے کیونکہ کوئی طریقہ وصول الی اللہ کے لیے اس کے سوا نہیں۔ جو کچھ ہے اسی میں ہے۔ باقی جوگی یا اہلِ ہنود اور غیر مذاہب کے صوفیاء اور ریاضاتِ باطلہ کرنے والے یہ سب اپنے عناصر کے جوش اور سرور ولذتِ عنصری میں آ کر اس جگہ رہ جاتے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (سورۃ الاعراف آیت: ۴۰)

لاتفتح مضارع منفی کا صیغہ ہے جو دلالت کرتا ہے دوامِ تجدّدی پر یعنی ان کے واسطے نہ اب آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور نہ آئندہ کھولے جائیں گے۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ عالمِ امر کی سیر ان کو بالکل نصیب نہیں ہوتی بلکہ اِس طرف ان کا رجُوع اور توجّہ بھی نہیں ہوتی۔ اگرچہ کوئی راکھ کھائے۔ حبس کرے پھر بھی وہ محرومی ابدی میں ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

(سورۃ الکھف آیت: ۱۱۰)

ترجمہ: جوشخص اپنے رب سے ملنے یعنی اس کے دیدار کی اُمید رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ نیک عمل کرے۔

ارکانِ تصوّف کا بیان

اب اسلام کا جو تصوّف ہے، اس کی حقیقت سمجھ لے۔ یہ اجمال و تفصیل کا فرق ہے مثلاً ارکانِ خمسہ اسلام، کلمۂ توحید، نماز، روزۂ رمضان، زکوٰۃ، حج۔ ان کی حقیقت کی سیر بالتفصیل کا نام تصوّف ہے اور اجمالی حالت میں ادا کرنے کا نام شریعت ہے۔ اگر میں اس کی حقیقت کے شیونات بیان کروں تو کبھی ختم نہ ہوں۔ اے طالبِ مولا! اگر تجھ کو زیادہ ضرورت ہو تو میری تصنیف کردہ کتاب خیرِ کثیر کو دیکھ لے تو تیری تسلّی ہو جائے گی اور جو پانچ رکن تصوّف کے ہیں وہ یہ ہیں۔ رابطہ۔ مذاکرہ۔ مراقبہ۔ محاسبہ۔ مشاغلہ۔

پہلا رُکن رابطہ

اور وہ یہ ہے کہ شیخ کامل و مکمل کی تلاش کر کے اس کے ہاتھ پر توبہ کر کے بیعت کرنا اور داخلِ طریقہ ہو کر اس سے ایسی محبت اختیار کرنا کہ گویا ہر وقت اس کے سامنے ہے خواہ تصوّر میں خواہ حضور میں۔

دوسرا رکن مذاکرہ

اور وہ یہ ہے کہ مُرشدِ حق جو فرمائے وہ ذکر قضا نہ کرے اور نہ بغیر فرمانِ پیر اس

میں کمی بیشی کرے۔

تیسرا رکن مراقبہ

اور وہ یہ ہے کہ ذکر کے بعد موافق فرمان ہادیٔ برحق فیضان یعنی انوارات ذاتِ الٰہی یا حقائق الٰہیہ کو اپنے مقام پر کھینچ کر لانا یعنی شیخ برحق نے جو کچھ اور جس مقام کی تعلیم دی ہے۔ جیسے لطائف ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ، ولایتِ علیا، کمالات، حقائق الٰہیہ، حقائق انبیاء وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ جس مقام میں طالب کا سبق ہے اسی مقام میں اس محل کا فیض کھینچ کر لانا۔

چوتھا رُکن محاسبہ

اور وہ یہ ہے کہ پچھلی رات کو نمازِ تہجد کے بعد توبہ کرے اور دن رات میں جو نیک و بد کام کیے ہیں۔ ان کا اپنے خیال میں حساب کر کے معلوم کرے کہ کتنے نیک کام مجھ سے ہوئے ہیں اور کس قدر بُرے یا مکروہ۔ نیک کاموں میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے کہ اے اللہ تیرے ہی فضل و کرم نے مجھ سے یہ نیک کام کرائے اور جو کام بد یا مکروہ ہوئے ان کو اپنے خیال میں لا کر توبہ کرے مگر زبان سے اس خاص گناہ کا نام نہ لے کیونکہ دوبارہ لکھا جاتا ہے۔

پانچواں رُکن مشاغلہ

اور وہ اس طرح ہے کہ ہر ایک وقت خواہ سویا ہوا ہو خواہ چلتا پھرتا یا باتیں کرتا ہو۔ دن ہو یا رات غرض ہر وقت اپنے دِل کو خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھے۔ پہلے اکابر بزرگوں نے مشغولی نام الٰہی کو ہی فقر قرار دیا ہے باقی سب اس کی فروعات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ

(سورۃ النور آیت: ۳۷)

ترجمہ: یعنی اہلِ ایمان سے بہادر اور پہلوان وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت کا کام بھی ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں کرتا۔

یعنی ان کاموں سے بھی ذکرِ الٰہی ان کو نہیں بھولتا۔ اسی طرح یادِ الٰہی میں بھی اور کام میں بھی لگے رہتے ہیں اور بہت بڑا عالی مقام ہے۔ اس مقام کو تمام مقاموں میں اعلیٰ قرار دیا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کرتا ہے۔ اسی کا نام صراطِ مستقیم ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر کس و ناکس سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بہادروں کا یہ کام ہے۔

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ کپڑا بُنا کرتے تھے تو نال جس میں سُوت کی نلی ڈالتے ہیں اس میں جو سوراخ ہوتا ہے اس میں سے تار نلی میں ڈال کر باہر نکالتے اور تانی بنتے ہیں۔ تو اپنی ماں سے کہتے تھے کہ یہ آپ ڈال دیں تاکہ میرا فکر ادھر نہ لگ جائے اور قلبی ذکر کا فکر ہٹ کر نامِ الٰہی نہ بھول جائے۔ دیباچہ میں لکھا گیا ہے کہ دل یار وَل ہتھ کار وَل۔ یہ مردوں کا کام ہے۔ ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن ذکر سے پیراستہ۔

اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِیْ طَرِیْقَۃِ التَّعْلِیْمِ

مرشد برحق اپنے مرید طالبِ مولا کو اس طرح تلقین بعد بیعت کے کرے کہ مُرشد اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں طالب کے بائیں پستان کے ذرا نیچے پہلو کی طرف عرض میں رکھ کر اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی کا سَر ان انگلیوں کے آگے ملا ہوا رکھ کر بتائے کہ یہ قلب کا مُنہ ہے۔

لطیفہ قلب کا سبق

اور اس جگہ پیر مرید کو نیّت اس طرح بتائے۔ اوّل لطیفہ قلب نور زرد زیرِ قدم حضرت آدم علیہ السلام ذکرِ اسمِ ذات اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ مرشد زبان سے کہے اور مُرید زبان سے نہ کہے بلکہ دل سے نیت کرے۔ دوبارہ پھر یہی نیت مرید کو زبان سے بتائے اور مُرید دل سے کہے۔ اسی طرح تیسری بار پھر پیر یہ نیّت مُرید کو زبان سے بتائے اور طالب دل سے کہے۔ بعدہٗ مُرشد انگلی اُٹھالے اور طالب کو ذکر قلبی اسم ذات کی ترکیب اس طرح بتائے کہ وقتِ ذِکر زبان تالو سے لگالے اور اپنے خیال کو قلب پر رکھ کر ذکر اثباتِ مجرّد یعنی اللہ کا کرے۔ یہاں تک کہ اس ذکر کی کثرت طالبِ مولا کو دل میں معلوم ہونے لگے اور سوائے سُننِ مؤکدہ اور صلوٰۃ مفروضہ و نوافل معمولی کے اور سب

ترک کر دے اور بجائے اس کے ذکر کی کثرت کرے۔ مُرشد کو اختیار ہے کہ چاہے ترکیب ذکر قلبی اسم ذات کی بیعت سے پہلے بتا دیں خواہ بیعت کے بعد بتائیں دونوں طرح جائز ہے اور بعد عشاء کی نماز کے مدینہ منوّرہ کی طرف دو زانو بیٹھ کر تصوّر کرے کہ میں رسُول اللہ ﷺ کے روضہ مُبارک کے سامنے بیٹھا ہوں۔ میرا دُرود شریف خود رسول اللہ ﷺ سُن رہے ہیں اور آپ کے قلب مبارک سے میرے قلب میں زرد رنگ کا نُور آرہا ہے اور یہ خیال کر کے کہ جس جگہ مُرشد نے انگلی رکھی تھی وہاں قلب کے مُنہ میں سوراخ ہو گیا ہے۔ اس راستہ سے یہ نُور آرہا ہے اور اپنے خیال کے ساتھ نُور آپ کے دِل مُبارک سے کھینچ کر اپنے دل میں لائے اور اپنی زبان سے اس دُرود شریف صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی گیارہ تسبیح پڑھے اور ہر نماز کے بعد ایک تسبیح یعنی سو مرتبہ آیہ کریمہ

لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

(سورۃ الانبیاء آیت: ۸۷)

ہمیشہ ورد رکھے اور مُرشد کا رابطہ پختہ کرے اور اپنے قلب پر توجہاتِ کثیرہ لے کیونکہ توجہ سے قلب بہت جلد کھل کر ذاکر ہو جاتا ہے۔ سو چلّہ ایک مردِ کامل کی توجّہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے بہت جلد آسان اور اقرب طرق توجہ مرشد کی ہے۔

کِسی بزرگ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:

پنجاہ ہزار ورھیدا پینڈا اِک قلب دا آیا
پر کامل مُرشد ہکّے نظرے سارا طے کرایا

مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دیں
سخرہ کند بر زُہد و طعنہ زند بر چلّہ

ترجمہ: تبریز میں مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظر سے میں نے جو کچھ
پایا وہ زُہد اور چلّے کا مذاق اُڑاتا ہے۔

چاہیے کہ ہادی مُرشد اپنے مُرید کو یہ امر فرمائیں کہ بدعت نواہی اور مکروہات سے نفرت کرے اور عزیمت پر عمل اور سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی شریعت کی سخت پابندی کرے اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل نہ کرے بلکہ عزیمت پر عمل کا شیوہ رکھے۔ اگر بہت ہی لاچاری ہو تو رخصت پر عمل کرے۔ مگر اس زمانہ میں جواز اور رخصت کو ہر وقت نگاہ میں رکھے تو غنیمت ہے اور ذکر اسمِ ذات کا جو بیان ہو چکا ہے سو ذکر کو پوشیدہ کرے یعنی قلب کے ساتھ کرے کیونکہ قلبی ذکر کی فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے۔ ستر درجہ فضیلت ذکر جہر پر ذکر خفی کو ہے یعنی پوشیدہ ذکر کو فضیلت ہے اور بطریق سبق کے ہر روز مرید کو توجہ دیا کریں اور مرید کو چاہیے کہ پیشوا کی توجہ کا بہت شوق رکھے اور توجہ کے وقت کو غنیمت جانے اور مرشد سے توجہ لینے کا طریق یہ ہے کہ مرید اس طرح نیت کر کے مرشد کی توجہ میں بیٹھے کہ میں متوجہ ہوں طرف قلب اپنے کے، اور قلب میرا متوجہ ہے طرف ذاتِ احدیت کے، فیض آتا ہے ذاتِ احدیت سے میرے مرشد کے قلب میں اور مُرشد کے قلب کے نیچے اپنا قلب لگا لے اور خیال کرے کہ مرشد کے قلب سے پرنالہ کی طرح میرے قلب میں نُور آتا ہے۔ خلاصہ یہ

کہ آسمان کی طرف سے ایک نور کی دھار مُرشد کے قلب میں آرہی ہے اور مُرشد کے قلب کے نیچے اپنا قلب لگا رکھے اور خیال کرے کہ مُرشد کا قلب نور سے بھر کر اچھل رہا ہے اور اس قلب سے اچھل کر خود ہی میرے قلب میں پرنالہ کی طرح نُور آرہا ہے اور میں کھینچ کر وہ نُور اپنے دل میں ڈال رہا ہوں۔ یہ نیّت تو مرید کرے اور پیر یعنی شیخ مُرشد اپنے لطیفہ کو جس کا فیض مرید کے لطیفہ میں ڈالنا ہے۔ اس میں ذکر کرے اور اپنے پیر کی صورت کا تصوّر کرے۔ تصوّر کرنے سے لطیفہ جوش میں آجاتا ہے۔ بلکہ تمام طبیعت میں جوش پیدا ہوجاتا ہے۔ پھر اپنے لطیفہ کو مقابل لطیفہ مرید کے رکھ کر ہمّت کر کے مرید کے لطیفہ قلب یا جس لطیفہ میں ذکر یا نور ڈالنا ہے ڈالے اور اپنے خواجگان سے طلب امداد اور جناب الٰہی سے التجا کرے۔ اسی طرح ہر روز مرید کے لطیفہ میں ہمت کر کے فیض ڈالتا رہے۔ اسی طرح کرتے کرتے لطیفہ جوش میں آکر ذاکر ہوجاتا ہے اور اپنے مقام سے نکل کر اپنی اصل میں جا ملتا ہے۔ مگر اس مقام میں مرید کو چاہیے کہ تمام خطرات اور نفس کی باتوں سے دِل کو پاک کر کے جمعیت اور تسلی دل میں پیدا کر کے ذکر کرے۔ اس مقام کی نگہداشت بہت کرے یعنی قلب کو خطرات سے نگاہ رکھے اور وقوفِ قلبی لازم ہے کہ اپنے قلب سے غافل نہ ہو اور وقوفِ قلبی کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنی توجہ ذِکر کی قلب کی طرف ہو اور قلب کی توجہ طرف مذکور کے یعنی ذاتِ الٰہی کی طرف اور نگہداشت خطرات سے اور وقوفِ قلبی یہ دونوں لازم ہیں بلکہ فرض ہیں اس کے سوا طالبِ مولا کو گنجائش نہیں۔ ہاں البتہ ہجومِ خطرات کے وقت اپنے شیخ کی صورت کا تصوّر کرنے سے خطرات دفع ہونے میں بہت اثر ہے۔ حضرت امامِ طریقت

مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر طالبِ مولا فقط خطرات ہی دُور کرنے میں مشغول ہو گیا تو خطرات بہت ہجوم کر آئیں گے اور ان میں پھنس کر گرفتار ہو جائے گا اور ذکر سے جاتا رہے گا ایسے وقت تو ذکر میں مذکور کا تصوّر کر کے مشغول ہو جا اور خطرات کی طرف قطعاً متوجّہ نہ ہو۔ اس سے آپ ہی خطرات دفع ہو جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ۔ [۱]

ترجمہ: جس وقت کوئی مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا ہم جلیس ہو جاتا ہوں۔

پس جس وقت کوئی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اُسی وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کے نُور کا ظہور ہو جاتا ہے تو جب قلب اور دُوسرے لطائف پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے ان سب پر بھی ضرور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ظُہور ہو گا۔ پھر نہ خطرات کا نام ونشان باقی رہے گا اور نہ یہ پڑوسنیں ایذا دیں گی بلکہ شیطان بھی خود ہی بھاگ جائے گا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دعوت جب کھلاؤ پہلے پڑوسی کو کھلاؤ۔ یہ نُوری کھانا جو قلب اور دوسرے لطائف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے بموجب حکم حدیث شریف کے قلب اور دوسرے لطائف کے ذمّے ہے کہ اس دعوت میں اپنی پڑوسنوں یعنی صفاتِ ذمیمہ کو بھی شریک کر لیں یعنی ان کے محل میں موقع ذکر کا خیال لائیں اور دوسری حدیث شریف میں وارد ہے:

لَا تُؤْذِ جَارَکَ۔ [۲]

---

[۱] المقاصد الحسنۃ رقم ۱۸۶ طبع بیروت۔ کشف الخفاء رقم ۶۱۱ طبع بیروت۔

[۲] مسند الشامیین ج ۳، ص: ۳۵۶۔ رقم الحدیث ۲۴۵۸۔

ترجمہ: اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے۔

بلکہ اس کو ذکر میں شریک کر اس کی رُو سے ان پڑوسنوں یعنی صفاتِ ذمیمہ کو نفع دینا فرض ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں یعنی قلب اور دوسرے لطائف کو ذکر کا فیض بھی پہنچائیں۔ پس جب خطرات کی طرف طالب کی توجہ نہ ہو گی اور مذکور کا تصوّر کر کے ذِکر الٰہی میں مشغول ہو جائے گا تو انہی لطائف میں ذکر کرنے سے خود بخود پڑوسنیں اصلاح پا جائیں گی اور جو ایذا لطائف کو ان کی وجہ سے پہنچتی تھی وہ رفع ہو جائے گی۔ جب کثرتِ ذکر سے وہ ہم جلیس ہو گیا تو پھر خطرات سب دفع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (سورۃ الرعد آیت: ۲۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنے دلوں کا اطمینان حاصل کرو۔

یہ اسی طرف اشارہ ہے کہ قلب میں وقت خطرات کے ذکرِ الٰہی کی کثرت سے خطرات دفع ہو کر تسلّی اور اطمینان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ (سورۃ العنکبوت آیت: ۴۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

دفع خطرات و بلیّات میں اور خطرات کا ایک لشکرِ عظیم ہے حوادث نفس میں سے تا کہ اللہ تعالیٰ آزمائے کہ اس میں پھنس کر اور ضلالت میں پڑ کر اسفل السافلین یعنی دوزخ میں گرتا ہے یا اس کو دفع کر کے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو کر اعلیٰ علیّین میں جا کر شانِ محبوبیت میں مشاہدہ جمالِ الٰہی حاصل کرتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ط (سورۃ المدثر آیت:۳۱)

ترجمہ: تیرے رب کے لشکر کوئی نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ۔

خطرات کے دفع کرنے اور اُن کے برا جاننے کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

ذَالِكَ صَرِيْحُ الْاِيْمَانِ۔ [1]

ترجمہ: یہ صریح ایمان ہے۔

اب اس کے دفع کرنے کی تدبیر بھی تم نے سمجھ لی اور اس کی فضیلت بھی معلوم کر لی۔ تو اب غم اور فکر ان خطرات کا نہ کرو بلکہ بجائے اس کے ذکر اللہ اللہ میں مشغول ہو جاؤ۔

قُلِ اللّٰهَ دَعْ مَا سِوَى اللّٰهِ۔

ترجمہ: کہو اللہ اللہ چھوڑ دے اس کے سوا اور خطرات آنا ایمان کی نشانی ہے۔

کافر اور گمراہ کو کبھی خطرات نہیں آیا کرتے۔ جب طالب کے قلب میں ذکر شُروع ہو تو حبس کے ساتھ اس طرح کرے۔ زبان تالو سے لگا کر سانس کو دل میں بند کر دے۔ دل سے اللہ اللہ اس قدر کرے کہ قلب سے ذکر کی حرکت خیال کے کان میں پہنچے۔ پہلے پہلے تھوڑے حبس کرنے کا امر کریں۔ یعنی ایک ہزار تک جوں جوں طالبِ مشتاق ہوتا جائے توں توں زیادہ بڑھاتا جائے۔ مناسب ہمّت اور طاقت اور وقت کے جوانی بڑھاپے کا خیال کر کے زیادہ کرتا رہے۔ پھر پانچ ہزار، سات ہزار،

[1] مسند احمد ج: ۱۵، ص: ۹۷ رقم الحدیث: ۹۱۵۶۔

بارہ ہزار آخر چوبیس ہزار تک پہنچائے کیونکہ روزانہ آدمی کو دِن رات میں چوبیس ہزار سانس آتے ہیں۔ ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لینا فرض ہے اور غفلت کفر۔ اگر ہر سانس کے ساتھ نام لے تو پھر کاروبار دنیا رہ جاتے ہیں۔ اس واسطے اہلِ تصوّف نے فرمایا ہے کہ ایک وقت میں چوبیس ہزار سانس کی قضا دے۔ چوبیس ہزار اسمِ ذات حبس کے ساتھ کر لے تو گویا ہر سانس کے بدلے ایک اسمِ ذات ہو گیا اور اس صلوٰۃ دائمی سے جلدی فراغت حاصل کر لی۔ پھر اپنے دنیوی کاروبار بھی کر لے، جب طالب اس حالت میں پہنچ جائے اور اس کے خیال میں ذکر اور قلب میں جوش اور زرد رنگ کا نُور ظاہر ہو جائے تو قلب اپنے اصلی مقام میں پہنچ جاتا ہے اور قلب کے اصل میں پہنچنے کی اصل نشانی یہ ہے کہ اس کی ہمّت فوق کی طرف مضمحل ہو جائے اور تمام جہات کی طرف سے سہو، تو سمجھ لے کہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ گیا۔ اگرچہ تم کو کشف نہ ہو کیونکہ اس زمانہ میں کشف بسبب حلال معاش نہ ملنے کے بہت کم ہوتا ہے۔ مگر ہاں حالات کے تبدّل سے معلوم کر سکتے ہو اور لذائذ و جوش و خروش قلب خود اس امر کا شاہد کافی ہے۔ کشف کے اِنتظار میں نہ بیٹھ رہو کیونکہ ایں پایاں ندارد۔ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ سیر قلب تحت الثریٰ سے لے کر یمہ دائرہ عرش کے نیچے تک ہے تو کہاں کہاں مخلوق کو دیکھتا پھرے گا۔ اپنے رب و خالق کو دیکھ اور اس کے مشاہدہ کی طرف قدم اٹھا۔ فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ کی ندا کو سُن۔ آج کل کے زمانہ میں بسبب نہ ملنے حلال روزی اور احکامِ شریعت کے پورے طور پر جاری نہ ہونے کے کشف کم ہو گیا ہے ہاں بعض طبائع میں آج کل بھی کشف ہو جاتا ہے۔ اگر ہو بھی جائے تو اس

میں گرفتار نہ ہو کیونکہ اگر گرفتار ہو گیا تو آگے قدم اُٹھانے کا ذوق وشوق جاتا رہے گا۔ ہاں جب سلوک پورا ہو کر نزول قلب میں ہو جائے گا تو پھر جو کچھ بھی ہو کچھ ضرر نہیں کرتا۔ کیونکہ پھر بعد نزول کے ذکرِ قلبی کرنے سے تمام مقامات کے انوار اور ان کا کشف (مشاہدہ خود بخود ہوتا رہتا ہے۔) توجہ قلب ہی مقام ارشاد ہے یعنی ارشاد اسی میں جاری ہوتا ہے اور غیروں کو ہدایت اسی میں ہوتی ہے اور اسی میں توحید وجودی ہے اور نعرۂ انا الحق وہاؤ ہو، ہمہ اوست یہ تمام قلب میں ہی ہوتے ہیں۔ اس کا حال نفی و اثبات میں تحریر کیا جائے گا کیونکہ یہ حالات مقامِ فنا میں ظاہر ہوتے ہیں اور فنا نفی و اثبات سے حاصل ہوتی ہے۔ اسم اللہ کا ذکر جبروتی ہے اس میں اس قدر فنا نہیں بلکہ یہ بقا کی طرف لے جاتا ہے اور ذکر کلمہ ناسوتی ہے۔ یہ فنا کی طرف لے جانے والا ہے۔

لطیفہ رُوح کے سبق کا طریقہ

نیّت اس کی اس طرح پر ہے۔ دوسرا لطیفہ روح نور سُرخ سنہرا زیرِ قدم حضرت نوح وحضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبیّنا وعلیہما السلامُ ذکرِ اسمِ ذات اللہ اللہ اللہ مگر پہلے نیّت سے مرشد اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں دائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف رکھ کر دستِ راست کی انگلی شہادت ان کے آگے رکھ کر سمجھائے کہ یہ مقامِ رُوح ہے اور اس کے مضغے کا اس جگہ منہ ہے جیسا کہ قلب کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے پھر اس میں بھی ذکر اسمِ ذات کرے۔ حبس دم کے ساتھ اور پھر مرید کے لطیفہ روح پر توجہات کثیرہ دے اور مرید لے تاکہ یہ لطیفہ بھی ہم شکل قلب کے جوش میں آکر ذاکر ہو جائے اور اس کی سیاہی دُور ہو جائے اور اس کی شکل جو مثل کوئلہ کے سیاہ ہو گئی ہے وہ

اس کے نُور سے منوّر ہو جائے اور یہ اپنی پڑوسن کی کدورت کو بھی دُور کرے یعنی بے جا غصہ نہ رہے۔ جب بے جا غصہ دور ہو جائے گا تو اس کا نُور اپنی اصل کی جانب جو یمہ دائرہ عرش کے اُوپر ہے اس میں جا ملے گا اور یہ اپنی اصل کا نائب ہو جائے گا۔ جب یہ طے ہو گیا تو لطیفہ رُوح میں توحید شہودی کھلتی ہے۔ اس وقت یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اگر قلب میں ذکر کرے تو رُوح کا ذکر شروع ہو جاتا ہے گویا ان دونوں کی ایک تار ہو جاتی ہے اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ طالب معلوم نہیں کر سکتا کہ قلب کونسا ہے اور رُوح کونسا بسبب جاری ہونے ذکر کے رُوح کو جو کوئی کدورت یا تنگی یا کسی قسم کی سیاہی جرائم کی وجہ سے ہوتی ہے، تو اسی مضغہ میں ہوتی ہے جو اس کی اصل ہے اس کو کچھ نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی حالت پر رہتی ہے۔ جب یہ صاف ہو گیا تو اس کا نائب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ توحید شہودی کا ذکر اس کے معنی نفی و اثبات میں بیان ہوں گے کیونکہ اس وقت اس کو فنا ہوتی ہے جب رُوح کا ذکر سمع خیال میں آ جائے اور حالت مذکور پر پہنچ جائے تو یہ سمجھ لو کہ اپنی اصل میں جا ملا اگرچہ بالکلیہ نہ ہو۔ یاد دہانی تو اپنے وطن کی ہو ہی گئی ہے آگے جس قدر ذکر اس میں ہوتا جائے گا اسی قدر تکمیل ہوتی جائے گی۔ اس مقام میں دُرود شریف پڑھے:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور یا یہ دُرود شریف پڑھے:

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدِ ِالنَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ

لیکن یہ یاد رہے کہ ابتداء میں دُرود شریف کی کثرت کرے اور کثرت ایک تسبیح سے گیارہ تسبیح تک ہے لیکن غلبہ ذکر کا رکھے اور ہر وقت ذکر میں مشغول رہے۔

لطیفہ سِرّ کے سبق کا طریقہ

نیت اس کی اس طرح پر ہے تیسرا لطیفہ سِرّ ۔ نور سفید زیرِ قدم حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام ذاکر اسمِ ذات اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اس کو مثل قلب اور رُوح کے دو انگلیاں رکھ کر آگے انگلی شہادت رکھ کر سمجھاؤ کہ یہ سِرّ کا منہ ہے اور مقام اس کا قلب کے برابر سینہ کی طرف ہے اس انگلی رکھنے میں بڑا اثر ہے انگلی رکھ کر پھر اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ کہہ کر سمجھاتے ہیں تو ببرکت خواجگان ذکر لطیفہ میں جاری ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی پیر کو چاہیے کہ مثل پہلے لطیفوں کے توجہاتِ کثیرہ دے اور مرید کو چاہیے کہ ذوق وشوق سے توجہ لے۔ اس پر بھی اسمِ ذات حبس کے ساتھ کرے۔ یہ مقام مشاہدہ اور دیدار کا ہے۔ قلب میں مشاہدہ اور دیدار نہیں ہوتا بلکہ اس میں ذِکر کرنے سے مذکور کی طرف کشش ضرور ہو جاتی ہے اور اس میں مشاہدہ اور دیدارِ الٰہی ہوتا ہے۔ پہلے اکابر نے جو قلب میں مشاہدہ لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قلب جب فانی ہو جاتا ہے تو سرّ کا نور کُھلتا ہے اور قلب قرب کی وجہ سے اس نُور سے بھر جاتا ہے تو صوفی معلوم کرتا ہے کہ قلب میں مشاہدہ ہوتا ہے ورنہ قلب کے مضغہ میں یہ بات نہیں۔ اس کے ذکر میں عجائب وغرائب کیفیات ظہور میں آتی ہیں جو تحریر میں نہیں آسکتیں۔ اس کی لذت اوروں سے زیادہ ہے۔ جب اس کا نُور شروع ہوا اور جب یہ اپنے مقام سے نکلے اس کے نُور سے پڑوسن مر جائے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔

تو یہ اپنے اصل میں جا ملے گا تو اس کی سیر تجلیّات ذاتیہ میں یا سیر فی اللہ کہو، ہوگی۔ یہ مجمع اسرار مشاہدہ ہے جو پہنچے گا پائے گا اور اس لطیفہ پر یہ درود شریف ایک تسبیح

پڑھے۔ صَلَّی اللہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

لطیفہ خفی کے سبق کا طریقہ

اس لطیفہ کا مقام برابر رُوح کے سینہ کی طرف ہے اس پر بھی مذکورہ بالا طریقہ سے اُنگلیاں رکھ کر سمجھائے کہ اس جگہ لطیفہ خفی کا مُنہ ہے۔ نیت اس کی اس طرح پر کرے۔ چوتھا لطیفہ خفی نُور سیاہ زیرِ قدم حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام، ذکر اسمِ ذات اَللہ اَللہ۔ اس پر بھی ذکر اسم ذات دَم بند کر کے ایک ہزار یا زیادہ حسبِ استعداد جس قدر پیر اَمر فرمائیں کرتا رہے سیر اس کی اس نُور میں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی نے سیّد المرسلین ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ جب زمین آسمان کچھ پیدا نہیں ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ کہاں رہتا تھا۔ فرمایا:

كَانَ اللهُ فِیْ عَمَاءٍ۔ [۱]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اندھا دھند میں تھا۔

یعنی مخلوقات کی پیدائش سے پہلے اندھیرے میں تھا اس کی سیاہی اندھیرے کی طرح ہے۔ بعض بزرگوں نے اسی کو ذاتی تجلّی سمجھ لیا ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

شب تاریک و بیم موج گردابے چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحل ہا

اسی مضمون کو کسی نے پنجابی زبان میں خوب ہی ادا کیا ہے۔

---

[۱] المحرر الوجیز ج ۴، ص: ۳۴۷۔

رات اندھیری گھمن گھیری دریاں ٹھاٹھاں مارے

اوہ کی جانن سارا ساڈی جھیڑے وَسدے ندی کنارے

اور اس کی دلیل یہ ہے جیسے آنکھ کی پتلی کی سیاہی موجبِ بصارت ہے۔ اسی طرح یہ سیاہ تجلی موجب معرفتِ ذات الٰہی ہے۔ جب اس میں ذکر جاری ہو جائے اور لطیفہ جوش میں آجائے اور اس کی پڑوسن جو اس کے نیچے ہے اصلاح پا جائے تو اس کی متوجگی اپنے اصل کی طرف ہو جائے گی۔ مگر یہ حالت پیر کی توجہ دینے اور مرید کے توجہ لینے سے جلد حاصل ہوتی ہے۔ پیر مرید کے لطیفہ میں توجہ اور ہمّت سے ذکر جاری کرے۔ تو مرید کے ذکر کرنے اور توجہ لینے سے لطیفہ اپنی اصل میں جا ملے گا۔ اس کا وجدان بھی ایک عجیب حالت رکھتا ہے۔ اس لطیفہ پر اس تسبیح کے پڑھنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

يَا لَطِيفُ اَدْرِكْنِيْ بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ۔

اور درود شریف اس لطیفہ پر بھی یہی پڑھے:

صَلَّى اللهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمْ۔

ایک تسبیح یا زیادہ۔

لطیفہ اخفیٰ کے سبق کا طریقہ

اس کی سیر اعلیٰ ہے بلکہ اس کی کچھ انتہا نہیں۔ سیر اس کی فوق الفوق تمام لطائف سے اعلیٰ ہے اس کی انتہاء کو کوئی نہیں پہنچا ہے۔ بلکہ امام الطریقت حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ بے انتہا ہے۔ یہ مقامِ ولایتِ محمدیہ خاصہ ہے سید

المرسلین ﷺ کا مقام اس کا وسط سینہ ہے جو دونوں پستان کے درمیان گہری جگہ ہوتی ہے نیت اس طرح پر کہ اپنی دو انگلیاں، شہادت اور وسطی لطیفہ کے محل پر رکھ کر طالب کو تلقین کرے۔ پانچواں لطیفہ اخفیٰ نُور سبز زیرِ قدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ذکر اسمِ ذات اَللہ اَللہ یہ نیّات جو ہر لطیفہ کی ذکر کر آئے ہیں ضرور اسی طرح تلقین کرے خواہ کوئی لطیفہ ہو اور تین دفعہ کیا کرے۔ جب تین دفعہ کہہ چکے تو انگلی اُٹھائے۔ اسی طرح ہر لطیفہ پر تین دفعہ نیّت کے لفظ کہے۔ کیونکہ سید المرسلین ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ جب کوئی امر تلقین فرماتے تو تین بار زبان مُبارک سے فرمایا کرتے تھے اور آپ کے زمانہ مُبارک سے لے کر تبع تابعین کے زمانہ تک یہی طریقہ رہا کہ پہلے استاد پڑھتا پھر شاگرد پڑھتا۔ تین بار اسی طرح پہلے استاد پڑھتا پھر شاگرد کہتا۔ تین بار کہنے میں اولیاء اللہ کے نزدیک بہت بڑا اثر ہے۔ ایک بات اور تیرے یاد رکھنے کے قابل بلکہ بہت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر لطیفہ کھلنے سے قلب وحضور اور جمعیت ہوتی ہے۔ جمعیت کے معنے اس جگہ پر یہ ہیں کہ بے خطرہ یعنی خطرات سے بالکل صاف ہو کر تسلّی و تسکین ہو جانا ذکر حضور قلب میں ہو جانا حضور و جمعیت جیسا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کو تھا۔ جب امّت مرحومہ سیّد المرسلین ﷺ کی ہوئی تو سب ولایتیں ماتحت اس قرب کے ہوگئیں جو نبی ﷺ کو تھا۔ جس کو قلب میں یہ قرب وحضور اور ذکر آدم علیہ السلام کا ہو وہ آدمی المشرب کہلاتا ہے اور جس کو لطیفہ رُوح میں قرب وحضور اور جمعیت ہو وہ نوحی و ابراہیمی المشرب کہلاتا ہے اور جس کو لطیفہ سِرّ میں قرب وحضور اور جمعیت ہو وہ موسوی المشرب کہلاتا ہے اور لطیفہ خفی میں جس کو قرب وحضور اور جمعیت

غلبہ پا جائے۔ اس کو عیسوی المشرب کہتے ہیں اور لطیفہ اخفیٰ ہیں جس کو جمعیت وقرب حاصل ہو اس کو ولایت محمد یہ کہتے ہیں، یہ تمام مقاموں سے عالی مقام ہے جس کو یہ نصیب ہو۔ طُوْبیٰ لِمَنْ لَّہٗ ھٰذَا الْمَقَامُ وَلِمَنْ رَّاٰہٗ۔ اس لطیفہ اخفیٰ پر

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَکَ ؕ

ایک تسبیح پڑھا کرے اور اس بات کا خیال رکھے کہ جس لطیفہ پر طالب کا سبق ہو دُرود شریف پڑھنے کے وقت اپنے اس لطیفہ کو رسول اللہ ﷺ کے اس لطیفہ کے مقابل کر کے درود شریف پڑھا کرے۔ اس طریقہ سے لطائف بہت جلدی ترقی پا کر کھل جاتے ہیں۔ جب لطائف کھل جائیں اور شیخ مقتدیٰ آگے ترقی دے دیں۔ پھر ان کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر وہی گیارہ تسبیح صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی پڑھتا رہے اور ذکر کی کثرت کرے اور حقیقت محمدیہ میں جا کر یعنی سلوک طے کر لینے کے بعد درود شریف کی جس قدر کثرت کرے اسی قدر نفع ہے جہاں تک ہو سکے پڑھا کرے۔ اگر برداشت ہو جائے اور دِن رات دُرود شریف ہی پڑھتا رہے تو نفع ہی نفع ہے۔ البتہ شروع میں ذکر ہی کا غلبہ رکھے۔

اے طالبِ مولا! خُدا تعالیٰ تجھ کو توفیق دے۔ اس مقام کی ولایتیں پانچ ہیں۔ جو متعلق عالم امر کے ہیں۔ ولایت آدمی، ولایت خلیلی، ولایت موسوی، ولایت عیسوی، ولایت محمدی۔ یہ جامع ولایات ہے۔ یہاں عناصر اربعہ اور نفس کو قربِ الٰہی ہوتا ہے۔ ان کے سمیت سات ولایتیں ہو جاتی ہیں۔ اُولو العزم نبی پانچ ہوئے ہیں۔ ان چاروں کے اوپر ولائت محمدیہ ہے۔ اس طریقہ عالیہ میں پانچوں حاصل کرتے ہیں

مگر جس کا غلبہ اور تصرفات حاصل ہو۔ طالبِ مولا اسی ولایت سے نامور ہوتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ۔ اس فقیر کو اس ولایت محمدیہ میں بتمامہٖ غلبہ ہے۔ جب تو یہ سمجھ چکا کہ ملکاتِ رذیلہ جو پڑوسنیں لطائف عالمِ امر کی تھیں اصلاح پا گئیں اور قربِ الٰہی ہر ایک کو حاصل ہو گیا۔ علیٰ حسبِ استعداد۔ تو آگے نفس جو عالمِ خلق سے بڑا مُفسِد اور موذی ہے۔ مقہور تو یہ ہو گیا کیونکہ اس کی فوج معاون جو بمنزلہ اولاد کے تھی۔ کام، کرودھ، لوبھ، موہ، ہنکار، اصلاح پا گئے۔ تو اب یہ اکیلا رہ گیا ہے۔ اس لیے اس کی اصلاح اب آسان ہو گئی اس کو اس طریق سے مار۔

لطیفہ نفس کے سبق کا طریقہ

مقام اس کا ماتھے کے وسط میں ہے۔ دونوں ابروؤں کے وسط کے محاذات سے ذرا اُوپر کونیت اس کی اس طرح ہے۔ نور بیرنگ سیاہی مائل نیلگوں آسمانی رنگ ذکر اسمِ ذات اَللّٰہ اَللّٰہ مگر اس کو دائیں ہاتھ کی انگشتِ سبابہ رکھ کر تین دفعہ نیت بتائے۔ اس کا ذکر خیال کے ساتھ کرے۔ اگرچہ حرکت اس جگہ چنداں نہیں ہوتی۔ تاہم پھر بھی جذب وشوق اور ذوق سے خالی نہیں رہتا۔ اس مقام پر مُرید کو توجہ پیر کی ضروری ہے۔ عالمِ امر میں اس کا مقام کوئی نہیں کہ جس جگہ یہ جائے بلکہ یہ قالب جو عناصر سے مرکّب ہے نفس اسی کا حاکم ہے۔ لذائذ اور ملکاتِ رذیلہ اس کے سر ہیں۔ اس کے مقام میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے۔ بعضے اس کا مقام ناف سے نیچے دو انگل کے فاصلے پر بتاتے ہیں۔ مگر امامِ ربانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس کا مقام وسط پیشانی پر فرماتے ہیں۔ جس کی محققین نے اس طرح تطبیق کی ہے کہ پیشانی پر اس کا سر ہے اور زیرِ ناف اس کا دھڑ ہے۔ پس بہتر اور مناسب یہ ہے کہ جب نفس کے سر

سے فارغ ہو چکے تو زیرِ ناف بھی ذکر اسی طریق اور نیت سے کرے اور اس ذکر میں ایک عجیب خاصہ ہے کہ جب کبھی شہوت غلبہ کرے اور محل حاجت نہ ہو یعنی منکوحہ نہ ہو یا موجود نہ ہو تو اس مقام میں یعنی زیرِ ناف ضرب کے ساتھ اسمِ ذات بلند آواز سے کرے فوراً وہ خطرہ یعنی غلبہ شہوت کا ہٹ کر طبیعت ٹھنڈی اور متنفر ہو جاتی ہے اور ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ یہ بارہا تجربہ کیا گیا ہے جب نفس کی حالت میں بجائے تمرّدی کے لذّتِ ذکر آ جائے تو قالب کی طرف متوجہ ہو کیونکہ اس کے ضمن میں نفس جلدی اصلاح پا جائے گا۔ یہ قالب زراعت کی جگہ ہے جب جگہ میں زراعت کلمہ کی ہو گئی تو اس کو بھی کلمہ مزروعہ فی الجسم کا کھانا خواہ مخواہ کھانا پڑے گا اور آدمی غذا سے جلدی پاک ہو جائے گا۔

لطیفہ قالب کے سبق کا طریقہ

یہ عناصر اربعہ سے مرکّب ہے اور یہ الگ الگ اصلاح نہیں پا سکتے کیونکہ ان کی معتدل ترکیب ہے۔ اس لیے ان کی اکٹھی اصلاح ہوتی ہے۔ نیت اس کی اس طرح ہے۔ ساتواں لطیفہ قالب نور آتش لباس ذکر نفی اثبات اس جگہ پیر اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی سبابہ مرید کے اگر وہ مرد ہو زیرِ ناف دو انگل کے فاصلے پر رکھ کر اور وسط سینہ میں لطیفہ اخفیٰ پر گذارتا ہوا سیدھا ماتھے پر جہاں لطیفہ نفس ہے لے جائے اور پھر دماغ ہی سے گذارتا ہوا انہی صفات سے مُرید کے دائیں کاندھے پر گزار کر لطیفہ رُوح وخفی واخفیٰ وسرّ کے اوپر کھینچتا ہوا قلب تک پہنچائے اس سے لامعکوس ∧ بن جائے گا۔ پھر مرید کو اس مقام میں ذکر نفی اثبات کا حکم فرمائیں یعنی لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ زیر ناف دو انگل کے فاصلے پر جو بیان ہو چکا ہے اس میں سانس

بند کرے۔ جہاں جہاں انگلی مُرشد کی لگی ہے۔ یعنی لَا کو ناف سے کھینچ کر وسط سینہ میں لطیفہ اخفیٰ پر گزارتا ہوا سیدھا ماتھے پر جہاں لطیفہ نفس ہے۔ اس میں اور دماغ میں گزارتا ہوا دائیں کاندھے پر اِلٰہَ لا کر اور لطیفہ رُوح خفی اخفیٰ سِرّ پر ہو کر قلب پر اِلَّا اللہُ کی ضرب زور سے خیال کے ساتھ مارے۔ یہ ذکر زبانی نہ کرے بلکہ زبان تالو سے لگا کر خیال سے ذِکر کرے۔ اس جگہ وقوفِ عددی اور وقوفِ قلبی اور بازگشت ان تینوں چیزوں کی نگہداشت رکھے۔ وقوفِ عددی کے معنی یہ ہیں کہ عدد وتر کا خیال رکھے یعنی تین بار یا پانچ بار یا سات بار کلمہ کہے۔ اگر اس سے زیادہ ایک سانس میں کر سکے تو کرے مگر وتر کا خیال رکھے اور بازگشت کے معنی یہ ہیں کہ جب تین یا پانچ یا سات بار نفی اثبات کر چکے تو پھر لوٹ کر اسے شروع کرے اور یہ دُعا مانگے: الٰھی انت مقصودی۔ الٰہی مقصود میرا تو ہی ہے۔ دنیا اور آخرت کو میں نے ترک کیا۔ محبت اور معرفت اور وصل پُورا دے مجھ کو اور وقوفِ قلبی پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ وہ خطرات سے نگاہ رکھنا ہے۔ قلب کو یہ حبس دم خالی معدے میں کرے تو بہتر ہے۔

نفی اثبات کے ذکر کا طریقہ

اس وقت نفی اثبات کے ذکر میں صورتِ کلمہ کے لا کی اس طرح ہو جائے گی۔
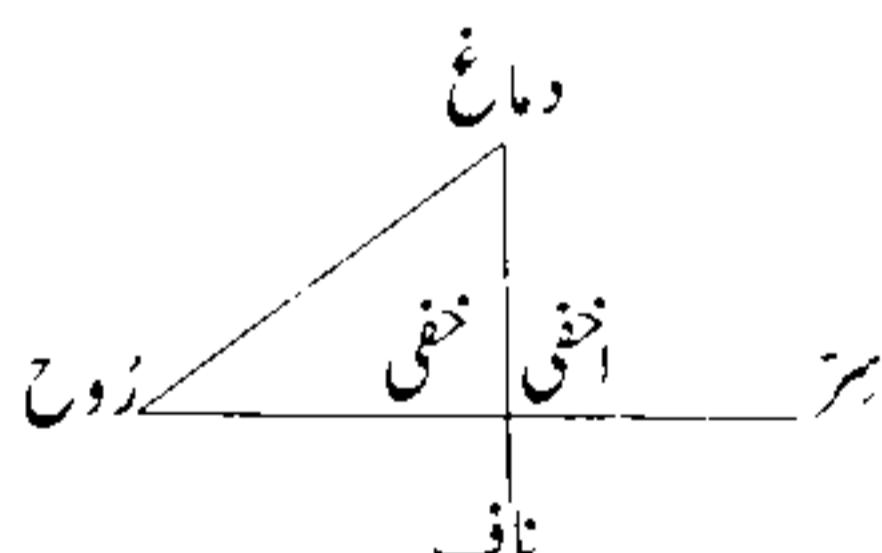
اس طرح سے ذکر میں مشغول ہو جائے تو لطائف کے بطون کھلنے شروع ہو جائیں گے۔ اگر کچھ پہلے کمی رہ گئی تھی تو اب پوری ہو جائے گی۔ اور اصلاحِ عناصر اور

نفس ہو کر جذبات لطائف فوق الفوق کی طرف ہو جاتے ہیں اور حضور و جمعیت ایک خاص طور کے ہو جاتے ہیں۔ اکابر نقشبندیہ ہر رطب و یابس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور صُورتوں و اشکال غیبی کی طرف رُخ نہیں کرتے اور کشف و انوار کا اعتبار نہیں کرتے۔ طالبِ مولا کو صرف چار چیزوں کی طرف رغبت ہونی چاہیے۔ جمعیت، حضور، جذبہ، واردات۔ جمعیت کے معنی خطرات سے قلب کو پاک کرنا اور دل میں خُدا تعالیٰ کی حضوری۔ جذبہ کے معنی کشش لطائف کی فوق الفوق کی طرف رکھنا اور واردات کے معنی حال فوق کی طرف سے قلب پر یا کسی مقام پر مثلاً ولایتِ کبریٰ یا علیا پر وارد ہوں۔

یہ چاروں چیزیں اکابر نقشبندیہ میں اصل مانی جاتی ہیں۔ اگر یہ ہو گئیں تو سب کچھ ہو گیا۔ اس میں یہ چاروں چیزیں شروع ہو جاتی ہیں۔ مگر واردات پہلے تھوڑی تھوڑی کبھی کبھی ہوتی ہیں۔ کبھی دو ماہ میں کبھی ایک ماہ میں پھر آہستہ آہستہ ہفتہ عشرہ میں، پھر چوتھے پانچویں روز، پھر دُوسرے تیسرے روز، پھر دن میں ایک دو دفعہ پھر تین چار دفعہ اتصال واردات کا ہو جاتا ہے۔

وصلِ اعدام گر توانی کرد
کارِ مرداں مرد دانی کرد

ترجمہ: اگر تُو عدم کا ملاپ یعنی مسلسل واردات پیدا کر سکا تو یقیناً راہِ سلوک میں بہادر مردوں والا کام کرنا جان جائے گا۔ (اسی کی طرف اشارہ ہے۔)

وجود و عدم، فناء و بقاء

فناء قلبی اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ تعلق ماسوی اللہ اور حب ماسوی اللہ دل سے نکل جائے اور خطرہ ماسوی اللہ کا قلب کی طرف ہرگز راہ نہ پائے اور قلب مذکور کی رنگت سے رنگیلا ہو جائے۔ اس رنگینی کے بعد عَوِدِ دنیا اس کی طرف نہیں بلکہ قرب الٰہی ہی زیادہ ہوتا ہے جس کو میں پہلے جمعیت لکھ چکا ہوں اسی کا نام فناء ہے۔

خیال ما سوا از دل بروں کن
گذر از چون و حب بے چگوں کن

ترجمہ: ماسویٰ کا خیال دل سے باہر نکال۔ چون سے گذر اور بے چگون کی محبت پیدا کر۔

قلب کی فنا تجلّیاتِ افعالی میں ہوتی ہے یعنی بدن اور افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور طالب اپنے سب افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ کو جاننے لگ جاتا ہے۔ جیسے پُتلیوں کا تار پتلیوں والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ جس وقت وہ ہلاتا ہے تو حرکت کرتی ہیں اور جب نہیں ہلاتا تو نہیں ہلتیں۔ اسی طرح طالب اپنے سب افعال کی تار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں دیکھتا ہے۔ جس وقت یہ غالب آجائے تو اس وقت طالب ممکنات کو مظہرِ

ذات وصفات حق دیکھنے لگ جاتا ہے تو اب توحید وجودی کہ ہستی ممکنات کی ایک موج ہستی حق سبحانہٗ تعالیٰ سے ہے جوش میں آ کر اس کا قائل ہو جاتا ہے۔

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت
لا جرم عین جملہ اشیا شد

ترجمہ: اس کی غیرت نے کوئی غیر جہاں میں نہیں چھوڑا۔ اس لیے لامحالہ وہی تمام اشیاء کا عین یعنی ذات بن گیا۔

توحید وجودی میں اپنے آپ اور تمام جہان کو دریائے وجود حق تعالیٰ میں گم دیکھتا ہے بلکہ اپنے آپ کو اس دریائے مواج کی موج معلوم کرتا ہے۔ ایسے شعراء اسی گروہ کے ہیں۔

زساز و مطربِ پر سوز ایں رسید بگوش
کہ چوب و تار و صدائے تَنَن تَنَن ہمہ اوست

ترجمہ: باجے اور آگ لگا دینے والے گویّے سے کان میں یہی پہنچا کہ لکڑی اور تار تنن تنن کی آواز سب وہی ہے۔

اس حالت کو فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ جب اس دریائے ذخّار میں غوطہ مارے تو اس دریا کی کوئی چیز نہیں دیکھتا بلکہ تمام طرف نظر کرتا ہے کہ اس دریا کے سوا اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ اپنے آپ کو اسی دریا کا قطرہ دیکھتا ہے۔

جوے دریا توئی نیکو بجو
انفکاکے نیست دریا را ز جوئے

ترجمہ: دریا کی نہر تو ہی ہے۔ اچھی طرح تلاش کر کے دیکھ کہ دریا کو نہر سے کوئی جدائی نہیں۔

حضرت شیخ اکبر جو سیّد الطائفہ وحدت وجودی ہیں وہ اسی طرح فرماتے ہیں۔

اَلْبَحْرُ بَحْرٌ عَلٰی مَا کَانَ فِیْ قِدَمٍ
اِنَّ الْحَوَادِثَ اَمْوَاجٌ وَّ اَنْهَارٌ

ترجمہ: وہ دریائے وحدت اسی حالت پر ہے جیسا کہ قدم میں تھا۔ بلاشک حوادث یعنی ممکنات موجیں اور نہریں ہیں۔

فَلَا یَحْجِبَنَّكَ اَشْکَالٌ تَشَاکِلُهَا
عَمَّنْ تَشَاکَلَ فِیْهَا وَ هِیَ اَسْتَارٌ

ترجمہ: بس شکلیں جو اس دریا کے نُور کے مشابہ ہیں تیرے لیے اس ذات سے حجاب نہ ہو جائیں۔ جو ان میں نمودار ہیں کیونکہ یہ محض پردے ہی میں ہیں۔

لَا اٰدَمَ فِی الْکَوْنِ وَ لَا اِبْلِیْسُ
لَا مُلْكَ سُلَیْمَانَ وَ لَا بِلْقِیْسُ

ترجمہ: نہ آدم ہے خلق میں اور نہ ابلیس، نہ سلیمان علیہ السلام کا مُلک اور نہ بلقیس۔

فَالْکُلُّ عِبَارَةٌ وَّ اَنْتَ الْمَعْنٰی
یَا مَنْ هُوَ لِلْقُلُوْبِ مِقْنَاطِیْسُ

ترجمہ: سب عبارتیں ہیں اور معنیٰ تو ہی ہے، اے وہ ذات جو دلوں کے لیے مقناطیس کی مانند ہے۔

ایک بزرگ اس مقام پر کمال استغراق کی وجہ سے فرماتے ہیں۔

زدریا موج گونا گوں بر آمد
زبے چونی برنگ چوں بر آمد

ترجمہ: دریا سے قسم قسم کی موجیں نکلیں، بے چونی سے چوں کے رنگ میں ظاہر ہوا۔

گہے در کسوتِ لیلیٰ فروشد
گہے بر صورتِ مجنوں بر آمد

ترجمہ: کبھی لیلیٰ کے لباس میں جا چھپا اور کبھی مجنوں کی صُورت میں نِکلا۔

چوں باز آمد زخلوت خانہ بیروں
ہموں نقشِ دروں بیروں برآمد

ترجمہ: جب پھر خلوت خانہ سے باہر آیا تو وہی اندر والا نقش پھر باہر آ گیا۔

وجہ اس توحیدِ وجودی کے قائل ہونے کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک نزولات ذات کے پانچ ہیں جو درمیان ذاتِ احدیت اور انسان کے ہیں۔ وہ ان نزولات خمسہ کا مظہر بدنِ انسان کو سمجھتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

نزولاتِ خمسہ کا بیان

نزولِ اوّل

جس کو طریقۂ نقشبندیہ میں تعیّن اوّل کہتے ہیں۔ کیونکہ لاتعین ذات بحت ہے جس کو نزولات سے کچھ تعلق نہیں۔ یہ نزول اول عبارت ہے علم حق سبحانہٗ تعالیٰ کے

سے۔ واسطے ذات وصفات اپنی کے اور واسطے تمام موجودات کے اُوپر وجہ اجمال کے یعنی بغیر امتیاز بعض کے بعض سے اور نام اس کا مرتبہ وحدت ہے۔

نزولِ دُوم

یہ تعیّن دوسرا ہے اور یہ عبارت ہے علم حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سے واسطے ذات و صفات اپنی کے اور واسطے تمام موجودات کے اوپر طریق تفصیل کے یعنی امتیاز بعض موجودات کے بعض سے اور نام اس مرتبہ کا وحدیت ہے اور حقیقت انسانی یہ دونوں مراتب قدیم ہیں۔ لیکن تقدیم وتاخیر عقلی ہے نہ زمانی۔

نزولِ سوم

یہ مرتبہ عالمِ ارواح کا ہے اور یہ عبارت ہے اشیاء کونیہ سے وہ اشیاء کو مجردہ اور بسیط ہیں اور ظاہر ہوتی ہیں اُوپر ذاتوں اپنی اور شانوں اپنی کے۔

نزولِ چہارم

یہ مرتبہ عالمِ مثال کا ہے اور یہ عبارت ہے ان اشیاء کونیہ سے کہ مرکبہ ہیں اور ایسی مرکبہ کہ لطیف ہیں۔ نہیں قبول کرتی جزو ہونے اور بعض ہونے کو ناقابل تقسیم ہونے کے نہ مل جانے کے۔

نزول پنجم

یہ مرتبہ عالمِ اجسام کا ہے کہ عبارت ہے اشیاء کونیہ مرکبہ سے کہ کثیف ہیں اور قبول کرتی ہیں جُزو ہونے اور بعض ہونے کو۔ ان نزولاتِ خمسہ سے آگے چھٹے مرتبہ میں حضرت انسان ہے جو مظہر ہے ان پانچوں مراتب مذکورہ بالا کا۔ چونکہ اہلِ توحید وجودی

ان نزولات کو ذات کے نزولات سمجھتے ہیں اور ان سب کا مظہر بدن انسان کو جانتے ہیں اس واسطے توحید وجودی یعنی ہمہ اوست کے قائل ہو گئے۔ جب فنا اس مرتبہ کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے فقیر کو علاوہ اس وجود کے جو پہلے سے دیا ہوا ہے ایک اور وجود بقا کا عنایت فرماتا ہے۔ پہلے جس وجود کو وجودِ ذات سمجھ کر یہ اشعار وحدت وجود کے کہہ رہا تھا اب اس کو مرأۃ عالم یعنی شیشۂ عالم جہاں کو جاننے اور اس میں اپنے آپ کو دیکھنے لگ گیا۔ اب ذوق وشوق اور لذّت میں آ کر اس طرح کہنا شروع کر دیا:

چوں بنگرم در آئینہ عکس جمال خویش
گردد ہمہ جہاں بہ حقیقت مصوّرم
خورشید آسمان ظہورم عجب مدار
ذرّات کائنات اگر گشت مظہرم

ترجمہ: جب میں آئینہ میں اپنے جمال کا عکس دیکھتا ہوں تو حقیقت میں تمام جہان میری تصویر کا نمونہ بن جاتا ہے۔ میں آسمان ظہور کا روشن سورج ہوں اگر کائنات کے ذرّات میرا مظہر بن گئے تو کچھ تعجب مت کر۔

من عشقم آں کہ کون و مکانم پدید نیست
عنقائے مغربم کہ نشانم پدید نیست
ز آبروئے غمزہ ہر دو جہاں صید کردہ ام
منگر بداں کہ تیر و کمانم پدید نیست
گوئم بر زبان و بر گوش نشنوم
اے طرفہ کہ گوش و زبانم پدید نیست

ترجمہ: میں وہ عشقِ مجسّم ہوں کہ میرا کون و مکان ظاہر نہیں۔ میں وہ عنقائے مغرب ہوں کہ میرا نشان تک ظاہر نہیں۔ میں نے ابرو اور غمزہ سے دونوں جہاں کو شکار کر لیا ہے۔ تو یہ نہ دیکھ کہ میرا تیر و کمان ظاہر نہیں۔ میں زبان کے پاس بات کرتا ہوں اور کان کے پاس سُنتا نہیں اور عجب تر یہ بات ہے کہ میرے کان اور زبان ظاہر نہیں۔

اس بات کو خوب جان لے کہ توحیدِ وجودی اور ذوق و شوق و تواجد اسرار معیت آہ و نعرہ و بے خودی، استغراق، سماع و رقص، وجد و تواجد تمام لطیفہ قلب کی سیر میں سے ہیں۔ قلب اوّل دائرہ امکان میں سیر کرتا ہے اور اس دائرہ کے احوال سے جذب، حضور، جمعیّت واردات، کشف کونی و کشف ارواح اور کشف عالمِ مثال ہوتا ہے۔ سیر عالم ملک عبارت ہے آسمانوں کے نیچے سے اور سیر ملکوت عبارت ہے ملائکہ اور ارواح اور ان اشیاء سے جو آسمانوں سے اُوپر کی ہیں۔ یہ تمام دائرہ امکان بلکہ نصف دائرہ سافل میں داخل ہیں جو کچھ اس طرح نظر آتا ہے۔ اس کا نام سیر آفاقی ہے بلکہ کمال حضور و جمعیّت و جذبات دوسرے دائرہ میں ہے۔ جو عبارت سیر تجلّیات افعالیہ اور سیر ظلال اسماء و صفات سے ہے۔ مسمّٰی بدائرہ صغریٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ اب معلوم ہو گیا کہ اس جگہ وحدتِ وجود کا دریا کُھلتا ہے جو ہر وقت نہیں رہتا۔ بلکہ کبھی ایک ساعت یا کم و بیش رہتا ہے کیونکہ یہ حال ہے اور اس حال کا ایسا ہی حال ہے۔ میرے پیر دستگیر قبلہ عالم حضرت خواجہ توکّل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مقام سے بہت جلدی نکال دیتے تھے اور فرماتے کہ اس میں زیادہ رہنا اچھا نہیں بلکہ بعض طالبوں پر ظاہر بھی نہیں ہونے دیتے تھے جب اس فقیر پر کُھلا تو کلمات خلافِ شرع بے ساختہ منہ سے نکلنے لگے

اور نماز میں سُستی ظاہر ہونے لگی۔ چونکہ آپ قریب تھے تو پاس بٹھا کر اپنا حال اس طرح بیان فرمایا:

حضرت خواجہ توکّل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے توحیدِ وجُودی کا حَال

جب مسکین پر (یعنی حضرت شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی اپنا حال بیان فرماتے تو اپنے آپ کو مسکین کے لفظ سے تعبیر فرمایا کرتے) یہ حال وارد ہوا تھا تو ایسا استغراق ہوا کہ بے اختیار انا الحق کا نعرہ نکلنے لگتا اور بدن میں حس و حرکت نہ رہتی تو اپنے آپ کو سمجھاتا کہ تو بندہ ہے یہ کلمہ کہنے کے لائق نہیں۔ جب حال زیادہ ہو جاتا تو پھر اپنے بدن میں سُوئی چبھوتا اور کہتا کہ اگر تو اللہ ہوتا تو تجھے درد نہ ہوتا۔ کبھی ایسا ہوا کرتا کہ مطلقاً درد بھی محسوس نہ ہوتا خواہ کتنی ہی سوئیاں چبھوئی جاتیں۔ جب اس سے بھی زیادہ غلبہ حال کا ہوتا تو پھر آگ کی چنگاری بدن پر رکھ کر سمجھاتا کہ اگر تو اللہ ہوتا تو جلن نہ ہوتی۔ اب جلن ہے تو تُو ضرور بندہ ہے۔ بہر حال اس حد تک ہوا کہ جلن بھی مطلق محسوس نہ ہوتی۔ جب یہ غلبہ بہت ہی بے اختیار کرتا تو سجدہ میں گر کر عرض کرتا کہ میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔ مجھے اس حال سے نکال کر شاہراہِ شہود پر بطفیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچا پھر اچانک پرورش روح مُبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہو گئی۔ پھر تو یہ حال ہو گیا کہ خواہ کیسی ہی بیہوشی ہوتی نماز کا جب وقت آتا خود بخود ہوش آجاتا اور نماز باجماعت ادا ہو جاتی۔ پھر جلدی خُدا تعالیٰ نے اس مقام سے نکال کر شاہراہ شہود

پر پہنچا دیا۔ اس حال کی گرفت بڑی سخت ہے اور شور و درد زیادہ ہوتا ہے۔ مگر اصل شاہراہ شہود آگے ہے۔ یہ صرف ولایتِ صغریٰ کا شروع ہے اس میں نہ بیٹھ رہنا چاہیے۔ بعض کو ایک ہی توجہ دیکر مقامِ وحدت وجود کھول دیتے۔ پھر دوسری توجہ میں ولایتِ کبریٰ کا سبق دے کر آگے شاہراہِ شہود میں پہنچا دیتے۔ مرید پیرِ کامل کی توجہ کے سوا اس مقام سے آگے نہیں نکل سکتا۔ خواہ کتنی ہی مدت تک پڑا رہے۔ اِلّا ما شاء اللہ۔

اب اس کے وظیفے کی بابت لکھا جاتا ہے کہ اس طریقہ سے نفی اثبات اس قدر کرے کہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے بلکہ پاس انفاس اسی کا کرے اور یہ تعداد چالیس لاکھ ادا کرے۔ باخلوت یا بے خلوت، باصوم یا بے صوم، جب رحمتِ الٰہی شاملِ حال ہو اور شفقت پیر کی مرید کے حال پر ہو اور شوق مرید کا کامل ہو تو اِن شاء اللہ تعالیٰ یہ حال ایسا کھلتا ہے کہ مُرید کبھی اپنی انانیت پر قادر نہیں ہوتا بلکہ اپنے آپ کو فانی اور اللہ کو باقی جان جاتا ہے۔ اس مقام کی انتہا اتحاد ہے۔ ہر چیز کو خُدا سمجھنے لگتا ہے۔ میں نے بعض طبائع کو ایک لاکھ نفی اثبات کرنے اور ایک دو توجہ لینے سے کھلتے دیکھا۔ بعض کو دو لاکھ بعض کو چار لاکھ اور بعض کو صرف بارہ تسبیحات اور چند توجہات میں اور بعض کو چالیس لاکھ یا اس سے بھی زیادہ کرنے میں جا کھلتا ہے یہ محض فضلِ ربی ہے۔ اگر مردِ کامل مل جائے تو بس یہ اسمِ اعظم ہے۔ لاکھ کی طرف بھی نہیں جانے دیتا۔ ایک تنکے میں بنا دیتا ہے۔ جب طالب اس ذکر میں مشغول ہو گیا تو مانعات جاتے رہے۔ اسباب موجود ہو گئے اور سعادتِ ازلی کی یاوری شروع ہو گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی احسانہٖ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

ملکاتِ رذیلہ کے مارنے کے معنی

اس جگہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے وہ بیان کیا جاتا ہے کیونکہ پھر مراقبات کا ذکر شروع ہوگا۔ جو دوسرا رکن تصوّف کا ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ شہوت، طمع، حرص، تکبّر، حسد، غصّہ جو پانچ پڑوسیں پانچوں لطائف کی ہیں ان کو مارنا چاہیے اور نفس کو بھی۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ اگر ان کے مارنے کے معنی بالکل باطل اور لاشئے کر دینے کے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر شہوت جو قلب کے نیچے ہے اس کو زائل کر دینے کے یہ معنی ہوتے تو انبیاء علیہم السلام ہرگز عورتوں سے نکاح نہ کرتے حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار عورتیں تھیں۔ ایسا ہی ان کے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کی بھی ایک ہزار عورتیں تھیں۔ سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تمام انبیاء اولیاء اور اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعدّد ہی عورتیں نکاح میں تھیں اور اسی طرح غصّہ تمام انبیاء میں تھا کہ کفّار اور مشرکین اور شیطان کے ساتھ رکھتے تھے۔ ایسا ہی حرص بھی تمام انبیاء و اولیاء کو تھی کہ وہ حرص عبادت اور اعمالِ صالحہ کی ہر وقت رکھتے تھے بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے:

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

(سورۃ توبہ آیت: ۱۲۸)

ترجمہ: وہ تم پر حرص والے ہیں اور ایمان والوں کے ساتھ مہربان اور رحم والے ہیں۔

اور کثرت سے اہلِ ایمان طمع وصل اور رضائے الٰہی کا رکھتے تھے اور رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کافر کے مقابلہ میں فخر کرنا اور جہاد کے وقت فخر کرنا یہ متکبری خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ اب ہم ملکاتِ رذیلہ گن کر لکھ آئے ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام میں بھی ہوتی تھیں۔ اگر مارنے اور معدوم کرنے ہی کے لائق ہوتیں تو یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ابدان میں نہ ہوتیں اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○ (سورۃ التین آیت: ۴) کے صحیح معنی نہ بنتے (جب احسن تقویم وہ عمدہ بناوٹ جو تمام صورتوں میں بہت ہی سوہنی صورت انسان کے بدن کی ہے) اگر یہ خصائل بذاتہٖ بُرے اور رذیل ہوتے ہیں تو یہ احسن تقویم کے بالکل خلاف ہوتے اور یہ آیت اس انسان پر صادق نہ آتی۔ اس واسطے اب میں اس کے معنی لکھتا ہوں کہ بے شک احسن تقویم ہی میں یہ خصائل ہیں اور ہونے چاہئیں اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کو مار کر ہم کو دکھایا مگر تم لوگ مارنے اور کشتہ و قتل کرنے کے معنی نہیں سمجھتے بلکہ یہ مارنے کشتہ و قتل کرنے کے اصطلاحی لفظ ہیں۔ جیسا کہ اکسریاں اور طبیباں کے ہاں یہ الفاظ مشہور ہیں کہ سنکھیا کا کشتہ فلاں مرض کو شفا دیتا ہے اور پارے کا کشتہ اگر قائم النار ہو جائے تو قلعی کو بٹھا دیتا ہے۔ سونے اور چاندی کا کشتہ قوتِ باہ پیدا کرتا ہے۔ لفظ کشتہ کشتن کے مصدر سے ہے۔ کشتن کے معنیٰ قتل کرنے کے ہیں۔ قتل کرنے سے مراد اگر محض بطلان ان کے جسم کا لیا جائے تو معنیٰ بالکل غلط ہیں کیونکہ ان کشتوں کا جسم باقی و موجود رہتا ہے۔ اگر موجود نہ رہے تو کِس چیز کو کھائے یا استعمال کرے بلکہ فقط کسی قدر ظاہر صورت میں تھوڑا سا تغیر آ کر بعد کشتہ ہونے کے تاثیر بدل جاتی ہے مثلاً سنکھیا میں کشتہ کرنے سے پہلے زہریلا مادہ غیر معتاد تھا۔ جس کے کھانے سے ہر حیوان مر جاتا تھا اب وہ زہریلہ

مادہ جو اس میں اوروں کے مارنے والا تھا کسی دوا کے ذریعے سے مار دیا تو اب اس میں سے موذی چیز مر گئی اور خوف ہلاکت جاتا رہا۔ اب جس قدر قوت سنکھیے کی ڈلی میں تھی وہ شفا کے لائق ہو گئی اور اسی کام میں آئے گی جیسے ضعیف بدن کو قوی کرنا۔ حرارتِ عزیزی کو جوش میں لانا اور بہت سے فائدے اس کے ہیں۔ اب معلوم کر لے کہ یہ کشتہ ہونے سے پہلے جیسا ضرر دینے والا تھا بعد کشتن وہی فائدہ عظیم بخشنے والا ہو گیا۔ یہ مثال تَو تُو سمجھ چکا۔ اب اسی پر یہ بھی خوب طرح سمجھ لے کہ شہوت جو قلب کے نیچے ہے اس کو اپنے مطلوب کا بڑا شوق اور جوش ہے مگر اس کا مشتہا یعنی معشوق اسفل میں ہے تو یہ جوش میں آکر تمام بدن کو اپنے مطلوب کی طرف کھینچ لاتی ہے۔ حتیٰ کہ یہی شہوت حیوانات کے ساتھ زنا کرانے پر مستعد کر دیتی ہے۔ جب اس کا زور اس قدر ہے کہ اسفل کی ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ جیسا کہ زانی مزاجوں میں بالعموم دیکھا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کی حرکت مطلوب کی طرف بہت ہی قوی اور زور آور ہے مگر اسفل کی طرف اس رجوع قوی سے بدن کو ہلاکتِ ابدی میں ڈال دیا۔ اگر اس کا یہ شوق اور قوی حرکت ملاء اعلیٰ کی طرف جلدی میں اپنے ساتھی قلب کے ہم رنگ اور ہم راز ہو جائے تو ایک تو قلب کی اپنی قوت جو مذکور کی طرف ہے۔ دوسری یہ قوت مل کر خیال کرو کہ جس پرندے کے مضبوط دو پر ہوں۔ اس کی پرواز کس قدر قوی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی کیسے جلدی محبوبِ حقیقی سے واصل ہوں۔ اب تو شہوت مارنے کے معنی بھی سمجھ لے گا۔ جس طرح کہ سنکھیے میں دوا ڈال کر آگ دی اور اس کا ضرر رفع ہو کر صورت بدل گئی۔ اس طرح اللہ کے نام کی بُوٹی دل میں لگا کر یعنی اس کا ذکر کر کے قلب کی سیاہی دور اور اس کو منور کرے گا اور شہوت جو ایک کاغذ کی مقدار کے فاصلے پر

ہے۔ ذکر قلب سے منور ہو کر مذکور کی طرف متوجہ ہو کر مذکور کے ہم رنگ ہو جائے گی۔ تو شہوت کا وہ مضر و موذی مادہ دور ہو کر وہ بھی منور ہو جائے گی اور جیسا وہ جذبہ قوی رکھتی تھی اسفل سے اٹھ کر اور ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو کر مشاہدہ جمال الٰہی میں مشغول ہو جائے گی۔ اب یہ شہوت جو بہت ہی بُری چیز تھی قلب کی ہم راز اور ایک ذات و ایک مقصود اور ایک مطلوب ہو گئی۔ دُوئی نہ رہی۔ اپنا مقصود حاصل کرنے میں دونوں قوی ایک ہو گئے۔

دو تن یک شود بشکند کوہ را
پرا گندگی آرد انبوہ را

ترجمہ: دو بدن ایک ہو جائیں تو پہاڑ کو توڑ ڈالتے اور ایک لشکر میں پریشانی پیدا کر دیتے ہیں۔

یعنی خطرات اور ہجوم حوادثِ خنّاس و نفس جو ملاء اعلیٰ کی سیر و مشاہدہ میں مخالفت کر رہے تھے۔ اب ان کو دُور کر کے اپنے مطلوب سے مل گئے۔ یہ معنی ہیں شہوت کے مارنے کے کہ اس کے ضرر و ایذا کو دُور کر کے نفع کی چیز بنا دینا۔ جب یہ کشتہ ہو گیا تو اب سوائے اطاعتِ الٰہی ذرا بھی قدم نہیں اٹھائیں گے بلکہ ہر لحظہ اطاعتِ الٰہی میں سرگرم رہیں گے۔ جیسا کہ ایک بزرگ کا قصہ ہے۔

ایک بزرگ کا عجیب قصہ

ایک درویش کسی شہر میں رہتے تھے۔ عیال دار بھی تھے آپ کو نور باطن سے معلوم ہوا، ایک ولی اللہ مجذوب کامل جنگل میں شہر سے ایک دو میل کے فاصلے پر بھوکے

پڑے ہیں اور استغراق میں بے ہوش ہو رہے ہیں ان کے دل میں آیا کیا ہی اچھا ہو جو کوئی اِس مجذوب کو روٹی کھلا آئے چونکہ آپ خود پاؤں سے معذور تھے چل پھر نہ سکتے تھے۔آپ نے اپنی عورت سے کہا۔ ان کی عورت صالحہ تھی اور فرمانبردار، اس نے عرض کی کہ اگر مجھے اِس کارِ خیر کی اجازت ہو تو میں اس کام کو سرانجام دے سکتی ہوں۔آپ نے فرمایا: اجازت ہے جاؤ کھلا آؤ چنانچہ وہ روٹی لے کر چلنے کو تیار ہو گئیں، لیکن اس جنگل اور شہر کے درمیان ایک دریائے عظیم تھا کہ بجز کشتی اس سے گزرنا دشوار تھا۔ اس عورت نے کہا کہ کیا کروں، روٹی تو لے جاتی مگر اس وقت کشتی نہیں ملتی کیونکہ رات کا وقت بہت گذر چکا اور میں تیرنا نہیں جانتی۔ یہ سُن کر اس بزرگ نے فرمایا کہ تو روٹی لے جا۔ جب دریا کے کنارے پر پہنچے تو دریا کو میرا اسلام علیک کہنا۔ بعد اس کے کہنا کہ میرے خاوند نے آپ کو کہا ہے کہ میں نے تمام عُمر اپنی عورت سے جماع نہیں کیا۔ اگر اس کا یہ کہنا سچ ہے تو مجھے راستہ دے دے۔عورت نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ میرے آپ کے نطفہ سے تین چار بچے موجود ہیں۔آپ جھوٹ بول کر دریا سے راستہ مانگتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تو اسی طرح دریا سے کہہ دے اگر وہ راستہ دے دے گا تو اس بات کو سچ جان لینا اور گذر جانا۔ ورنہ پھر واپس آ جانا۔ چنانچہ وہ چلی گئی اور جب دریا کے کنارے پر آئی اور اس دریا سے کہا تو دریا فوراً پھٹ کر آدھا ایک طرف اور آدھا دُوسری طرف ہو گیا۔ اور بیچ میں دوسرے کنارے تک راستہ خشک نِکل آیا۔ عورت چلی گئی اور اس بزرگ کے آگے روٹی رکھ دی۔ انہوں نے بلا پرسش خوب شکم سیر ہو کر روٹی کھائی۔ حلال معاش تھی اس سے راحت حاصل ہوئی۔عورت نے برتن

اٹھا لیے اور رخصت کے وقت کہا کہ پہلے تو میرے خاوند نے مجھے کہا تھا کہ دریا سے کہنا کہ تمام عُمر میں نے اپنی عورت سے جماع نہیں کیا۔ اگر یہ سچ ہے تو مجھے راستہ دے دے۔ چنانچہ میں نے کہا اور دریا نے راستہ دے دیا۔ حالانکہ میرے چار بچے خاوند کے نطفہ سے موجود ہیں۔ آپ بھی کچھ فرمایئے تاکہ راستہ مل جائے اور گھر پہنچ جاؤں کیونکہ جب میں دریا سے نکل آئی تھی تو دریا اسی وقت مل گیا تھا۔ اس بزرگ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اے نیک بخت! جا دریا سے میرا السلام علیک کہہ کر یہ کہہ دینا کہ وہ فقیر جس کو میں روٹی کھلا کر آئی ہوں کہتا ہے کہ میں نے تمام عُمر میں کبھی روٹی نہیں کھائی۔ اگر یہ بات سچ ہے تو مجھے راستہ دے دے۔ عورت نے کہا کہ عجب کمال ہے جو دو جھوٹوں میں آیا ہے اور دریا بھی مان لیتا ہے۔ پہلا تو جُھوٹ تھا ہی، یہ دوسرا جھوٹ کہ خود میرے روبرو روٹی کھائی اور پھر انکار۔ فقیر نے جواب دیا کہ اے نیک بخت جُھوٹ نہیں۔ اس معاملہ میں ہم دونوں سچے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہمارا یہ سچ قبول فرما لیا ہے۔ تیرے خاوند نے جو کہا کہ میں نے کبھی اپنی عورت سے جماع نہیں کیا۔ تو وہ سچا ہے کہ اس نے شہوت کے حکم یا نفس کی لذّت و خواہش اور عیش کے خیال سے کبھی یہ کام نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ کا حُکم سمجھ کر کہ اس نے مجھ پر اس کا حق فرض کیا ہے اس حکم کو ادا کیا نہ کہ اپنی نفسانی لذّت اور عشرت کے واسطے۔ جب اس نے تصوّر ادائے فرض کیا تو پھر یہی کام اس کی عبادت میں لکھا گیا اور کثرتِ خلوص کے ساتھ وہی عبادت مظہر تجلّیاتِ رضائے الٰہی ہو گئی اور وہ جماع موجب مشاہدہ ذاتی ہو گیا اور بہت بڑا عمل اور کمالِ شجاعت ہے کہ عورت اپنی ہو، اور نفس و شہوت کے غلبہ کو دبا کر حکمِ الٰہی کے تابع

کر کے کام کیا اور میں نے جو کہا ہے کہ روٹی کبھی نہیں کھائی سو دراصل میں نے پیٹ بھرنے اور لذّت اور خوشی کے واسطے کبھی نہیں کھائی بلکہ فقط نفس اور بدن کا جو حق میرے اُوپر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہوا ہے وہ حُکم ادا کرنے کے واسطے کھاتا ہوں۔ اس میں لذّت اور شہوت کا کچھ دخل نہیں۔ ہم دونوں سچّے ہیں۔ امتحان کرنے کی غرض سے یہ کہا گیا کہ ہمارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو گیا یا نہیں۔ جب وہ عورت واپس آئی تو اسی طرح دریا کو پھر کہا۔ چنانچہ بدستور سابق پھر راستہ ہو گیا اور دریا سے نکل کر گھر آئی اور تمام قصہ اپنے خاوند سے بیان کیا تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا کہ الحمد للہ میرا عمل بے ریا رہا اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا۔ شہوت کے مارنے اور اطاعت کے یہ معنی ہیں۔ اب ہم غصہ کے مارنے کے معنی بیان کرتے ہیں۔ اگر غصہ کے مارنے کے معنے اس کے باطل کر دینے کے ہیں تو بالکل غلط ہیں کیونکہ غصہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہے اور انبیاء و اولیاء کے بھی۔ چنانچہ حضرت عُمر فارُوق رضی اللہ عنہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکر رنجی دیکھتے تو فرمایا کرتے:

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَ غَضَبِ رَسُوْلِہٖ۔ [1]

ترجمہ: پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے اللہ کے غصّے اور اس کے رسول کے غصّے سے۔

تو معلوم ہوا کہ غصّے کی بدن میں سخت ضرورت ہے کیونکہ وہ بمنزلہ سپاہی کے ہے۔ جیسا کہ امیر شخص اپنے دروازے پر سپاہی کا پہرا کھڑا کر دیتے ہیں تا کہ وہ کسی

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۱۶۲ جلد ۲، صفحہ ۸۱۸۔

مخالف آدمی کو اندر نہ آنے دے اور جانوروں اور دشمنوں سے گھر کی حفاظت کرے۔ دوست آشنا گھر میں آئیں تو ان کو روکے نہیں۔ تو اب سپاہی کو غصہ اور نرمی دونوں کی ضرورت ہے۔ تا کہ غصّہ کے ساتھ آقا کے دشمنوں اور نقصان دینے والوں سے لڑے اور ان کو اپنی قوت سے دفع کرے اور اس کے دوستوں آشناؤں کو نرمی کے ساتھ اندر جانے سے نہ روکے۔ نہ ان سے کسی معاملہ میں ناحق بھڑے۔ اگر سپاہی میں محض غصہ ہی غصہ ہے اور دوست دشمن سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکے تو ایسا سپاہی بہت ہی بُرا ہے اور وہ قابل رکھنے کے نہیں۔ ضرور وہ ایک روز برخاست ہو کر قعرِ مذلّت میں پڑے گا یا کوئی رحم دل آقا اس کو سختی سے یا نرمی سے سیدھا کرے تا کہ وہ اس کے حکم کے موافق عمل کرنے لگے۔ اسی طرح بدن انسان میں اس غصہ کے سپاہی کا حال ہے کہ اکھڑ بے وقوف اس نالائق سپاہی کی طرح دوست دشمن کی کچھ تمیز نہیں رکھتا۔ ہر ایک کے ساتھ بھڑ جاتا ہے تو اس کا مارنا یہ ہے کہ اس کو ادب سکھایا جائے کہ جو چیزیں اطاعت اور وصل الٰہی کرانے والی ہیں اُن کو غصہ اور طاقت کے ساتھ دور کرے۔ جیسا کہ اپنے دشمن پر یا کوئی کِسی کو مارنے یا گالی دینے لگے تو اس پر غصہ آتا ہے۔ ایسا ہی مناہی اور موانعات رضاءِ الٰہی پر غصہ جوش کھائے۔ جب یہ حال ہو گیا تو:

اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَ الْبُغْضُ لِلّٰهِ۔ (1)

ترجمہ: محبت خُدا کے واسطے اور غصہ خدا کے واسطے۔

بس یہ اللہ کا غصہ ہو گیا۔ اسفل سے خلاصی پا کر ملاء اعلٰی میں جا ملا۔ جو چیزیں اسفل کی طرف لے جانے والی ہیں ان پر ناراض ہو کر دُور کر دینے والا ہے اور جو ملاءِ

(1) کنز العمال جلد ا، صفحہ ۴۸۶ رقم الحدیث: ۱۳۹۱۔

اعلیٰ میں لے جانے والی ہیں ان پر راضی ہو کر حاصل کرا دینے والا توفی الحقیقت اب یہ بہت ہی بڑی کام کی چیز ہے اور اس کا وجود بے شک احسن ہے مگر جب فعل بُرے کرنے لگ گئے بُرا ہو گیا۔ جب ان سے ہٹ کر نیک کرنے لگا تو احسن ہے۔

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کے اخلاص کا قِصّہ

جیسا کہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ ایک کافر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے بڑی مشکل سے گرایا جب تلوار نکال کر اس کو قتل کرنے لگے اور اس کے گلے پر رکھ دی تو اس نے آپ کے چہرہ مُبارک پر تھوک دیا۔ آپ نے اسی وقت تلوار میان میں کر لی اور اس کو چھوڑ دیا۔ احباب نے عرض کیا کہ ایسا کافر بمشکل قابو آیا۔ پھر آپ نے کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا کہ جس اللہ تعالیٰ نے اس کو اب گرایا پھر وہی گرا دے گا اور چھوڑنے کا سبب یہ ہے کہ جب میں نے اس کو گرایا اس وقت میں خُدا کا دوست تھا اور وہ خدا تعالیٰ کا دشمن۔ میرا غصہ خدا کا غصہ تھا۔ اس میں کچھ ملاوٹ نہ تھی۔ جب اس نے میرے مُنہ پر تھوکا تو میرا غصہ بھی اس میں مل گیا اور خالص خدا تعالیٰ کا غصہ نہ رہا۔ اس واسطے میں اپنے غصے کی وجہ سے نہیں مارنا چاہتا۔ پھر جب خالص خدا تعالیٰ کا غصہ ہو گا اس وقت ماروں گا۔ اب تم پر یہ امر ظاہر ہو گیا کہ غصہ مارنے کے یہ معنی ہوئے کہ اس کا ضرر دُور کر کے نفع کی چیز بنا دینا اور انبیاء اولیاء کا غصہ بھی نفع دینے والا مظہر رضاء الٰہی کا ہوتا ہے اور نا اہل کا غصہ مظہر گمراہی کا ہے۔ یہ تو بخوبی سمجھ چکا اب یہ بھی جان لے کہ طمع بھی اپنی ذات میں ایسی احسن ہے اگر بے جا فعل میں پھنس گئی تو بُری ہے۔ جیسے مال کی چاہ بے جا جو حرمت سے نہ بچا ہوا ہو یا لباس کی یا زیور مویشی کی طمع۔ یہ

سب کی سب اسفل کی طرف لے جانے والی ہیں۔ بجائے اس کے طمع بمعنی محبت نیک اعمال کے جمع کرنے کی یا کثرت عبادت کی یا کثرت مشاہدہ جمالِ الٰہی کی ہو۔ تو محمود ہے اور اس کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے فرمائی ہے۔ مگر نفس نے اس کو اسفل میں لگا دیا ہے۔ اب اسفل سے چھڑا کر ملاء اعلیٰ کی طرف لے جائے تو یہی معنی اس کے مارنے کے ہیں کہ جو کشش اس کی اسفل کی طرف ہے اس کو نیست و نابود کر دینا یعنی اس کو جو شوق مال و زر دنیوی اشیاء کا ہے بجائے اس کے ذاتِ الٰہی کے مشاہدہ اور رضا کا شوق ہو جائے تو یہ بہت ترقی دینے والے کام میں لگ گئی۔ اب حسد و بخل کو لو۔ یہ واسطے مقابلہ شیطان کے تھا۔ اب چونکہ یہ مقابل رحمن کے ہو رہا ہے۔ اس واسطے مذموم ہو گیا۔ ورنہ بذاتہٖ یہ بھی احسن ہے۔ اب رہی متکبری۔ یہ بہت ہی بری شے ہے بندہ کے حق میں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الکبریآء ردائی و العظمة ازاری فمن نازعنی فی شیءٍ منهما لا یبالی الله فی ای واد هلك۔ ⟨۱⟩

ترجمہ: تکبر میرے اوپر کی چادر ہے اور عظمت یعنی بزرگی میرا تہ بند۔ جس نے اس میں جھگڑا کیا اس کے واسطے ذلّت اور قعرِ دوزخ ہے۔

اگر تکبر سے احکامِ الٰہی کو نہ مانا اور اطاعت نہ کی تو ضرور بالضرور قابل سزائے مذکورہ بالا ہے لیکن اگر نفس یا کافر متمرد کے مقابل میں ان کو خدا تعالیٰ کا دشمن سمجھ کر کی جائے تو پھر یہ بھی احسن ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے لوگوں کو ساتھ لے

⟨۱⟩ ابو داود، باب ما جاء فی الکبر رقم الحدیث: ۴۰۹۲ میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر ہے: الکبریآء ردآئی و العظمة ازاری، فمن نازعنی واحداً منهما قذفته فی النار۔

کر حج کو تشریف لے گئے۔ تو اس وقت مدینہ منورہ میں بیماری سوکھے تاپ کی تھی اور تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آپ کے ساتھ تھے لاغر وضعیف تھے اور رنگ زرد ہو گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے بالہامِ الٰہی ارشاد فرمایا: جب طواف خانہ کعبہ کا کرو تو خوب اینٹھ اور اکڑ اور سینہ نکال کر تیزی کے ساتھ کرنا تا کہ کافر ہم کو ضعیف نہ سمجھیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور کفار حیران رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ تکبر پسند آیا۔ بسبب اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلہ میں تھا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے واسطے اس کو جاری کر دیا۔ چنانچہ حج وعمرہ میں اب ہمیشہ پہلے تین پھیرے اکڑ کر طواف کیا جاتا ہے اور یہی معنی تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللهِ کے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں رنگے جاؤ۔'' اور وہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ دُعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ۔

ترجمہ: اے اللہ ہم کو چیزوں کی حقیقتیں ویسی ہی دکھا جیسی کہ وہ اصل میں ہیں۔

یعنی جو چیزیں اچھی ہیں ان کو اچھائی کی حالت میں دکھا اور جو بُری ہیں ان کو بُرائی کی حالت میں دکھا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اچھی چیز کو اپنی کوتاہ نظری سے بُرا سمجھ بیٹھیں اور بُری کو اچھا۔ اس دُعا کا یہ مطلب ہے جب تو یہ سمجھ چکا تو اب نفس کے مارنے کے معنی بھی سمجھ لے تا کہ تجھ پر اخفا نہ رہے اور وہ اگلے مراقبات میں لکھیں گے۔ جب یہ مراقبہ پُختہ ہو گیا تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ببرکت خواجگانِ نقشبند رضوان اللہ علیہم اجمعین حصولِ طریقت کا فضل کر دیا اور اس طریقہ کو بزرگوں نے آسان طریق فرمایا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پندرہ روز بجناب الٰہی سجدہ میں رہے کہ یا الٰہی

مجھے ایسا طریقہ عنایت فرما جو بہت آسان ہو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ آسان اور جلد پہنچانے والا طریقہ عطا فرمایا لیکن پھر بھی شیخ یعنی پیر کامل و مکمل بلکہ اکمل چاہیے جو ظاہر شریعت سے آراستہ ہو اور باطن اس کا ماسوائے اس سے پاک ہو کر دوامِ حضور و جمعیت سے پیراستہ ہو۔ خلاصہ اس سلوک کا طے کرنا مقاماتِ عشرہ کا ہے جو توبہ[1]، انابت[2]، زہد[3]، ریاضت[4]، ورع[5]، قناعت[6]، توکّل[7]، تسلیم[8]، رضا[9]، صبر[10] ہیں اور ریاضت انہی میں طے ہو جاتی ہے۔ جب یہاں تک تو آ گیا تو آگے کوئی مشکل نہیں۔ سب آسان ہی آسان ہے کیونکہ ولایتِ صغریٰ پوری ہو گئی لطائفِ خمسہ عالم امر معہ اپنے اصُول کے جو نیمہ دائرہ عرش کے اُوپر ہیں۔ سب ولایتِ صغریٰ میں داخل ہیں بلکہ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کا کشف اور عالم ارواح و ملائکہ جنت و دوزخ جو کچھ بھی یہاں تک نظر آئے ولایتِ صغریٰ میں داخل ہے۔ آگے ولایتِ کبریٰ ہے جس کا مقام نفس ہے۔ اس میں عناصر اربعہ بھی اصلاح پا جاتے ہیں۔ یہ سات ولایتیں ہو جاتی ہیں۔ پانچ عالمِ امر کی اور ایک نفس اور دوسری قالب کی۔ جو حالات ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یہ سب ذکر اور لطائف کے بیان میں تھے۔ اس کے ساتھ فکر یعنی مراقبہ کا بیان نہیں لکھا گیا۔ لہٰذا اب وہ بیان کرتے ہیں۔

مراقبہ احدیت

اے طالبِ مولا! سُن کہ جب قلب میں ذکر شروع کریں بعد ذکر کے مراقبہ کرنے کا طریقہ اس طرح پر ہے اور اس مراقبہ کا نام احدیت ہے۔ مراقبہ حضوری بھی اسی کو کہتے ہیں نیت اس مراقبہ کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے ذات جامع صفات

کمالیہ کا اور وہ مبرّہ و منزّہ ہے جمیع نقصان و زوال سے جو مسمّی اسم مبارک اللہ کا ہے
اوپر لطیفہ قلب میرے کے۔ یہ مراقبہ بلا ذکر کے کرے۔ بیٹھ کر بغیر کسی خطرہ کے ایک
ساعت کبھی دو ساعت تک مشق کریں۔ جب تین ساعت بلا خطرہ کے کرلے تو یہ سمجھ
لے کہ مراقبہ پک گیا۔ اس مراقبہ میں سیر دائرۂ امکان کی ہے۔ اس جگہ اسم ذات کا ذکر
ضروری کسی قدر کریں اور اگر نفی اثبات کا ذکر کریں تو کلمہ کے معنی یہ تصور میں لانے
چاہئیں لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی نہیں میرا معبود مگر اللہ۔ جب دائرہ امکان پورا ہو جائے
تو دوسرا مراقبہ معیّت کا شروع کریں۔

مراقبہ معیّت

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے اوپر لطیفہ قلب میرے کے اس
ذات سے جو ہر ذرہ ذرات کائنات کے ساتھ ہے اور ہر ذرہ میرے باطن کے ساتھ
ہے جو مفہوم ہے: وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ۔ (سورۃ الحدید آیت: ۴) یعنی وہ
تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو اور اس وقت میں کلمہ شریف نفی اثبات کے طریقہ سے
ان معنوں کے ساتھ لَا مَعِیَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی نہیں کوئی شے میرے ساتھ مگر اللہ پڑھا
جائے گا۔ اس مراقبہ کو ایک وقت بلا ذکر صرف فکر کے ساتھ چند ساعت کرے اور ذکر
کے معنوں کا جو اوپر ذکر ہو چکے ہیں پورا خیال رکھے کیونکہ ذکر بلا خیال معنی مفید نہیں
ہوتا۔ جب لطائف کی پڑوسنیں اپنے ہم جلیسوں کے انوار سے منور ہو کر اصلاح پا
جائیں اور جیسا کہ ہم اُوپر لکھ آئے ہیں قلب اور دوسرے لطائف مورِدِ انوار الٰہی ہو
چکیں۔ اس وقت بندہ پر اس حدیث شریف کا حال شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا

اتمام آگے جا کر ہوتا ہے۔

لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔ ①

ترجمہ: بندہ نوافل کے ذریعہ ہمیشہ میرا قُرب ڈھونڈتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اس کو دوست رکھنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہُوں جس سے وہ سُنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

① بخاری: رقم الحدیث ۶۱۳۷۔

فصل در بیان فنا لطیفہ نفس جو اَنَا ہے

جان اے سعید ازلی کہ جب اسرار توحید وجودی اور معیت کے کُھل جاتے ہیں تو طالبِ مولا کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرش سے فرش تک بلکہ عرش سے فوق تک ایک نُور نے احاطہ کیا ہوا ہے اور جمیع ذرّات ممکنات اس رنگ میں جو بسبب بے رنگی کے کہ میلان بسیاہی رکھتا ہے اور مصداق كَانَ اللهُ فِي عَمَاء [1] کا ہے۔''خُدا تعالیٰ اندھا دھند میں تھا۔'' غرق ہیں تو اس کو استغراق ہو جاتا ہے۔ جب پیر توجہ لطیفہ نفس پر مقام اقربیت کی دیتا ہے تو اس کا نُور جو سیاہی مائل ہر ذرہ کو محیط تھا اس کا نام ونشان نہیں رہتا اور وجود ممکنات کا جو اس نُور سیاہ میں معدوم تھا پھر ظہور ہو جاتا ہے مثل ستاروں کے جو چمک و روشنی آفتاب میں گم تھے لیکن سیر قلبی میں اس قدر تیزی آنکھ کو نہیں ہوتی جو واجب اور ممکن میں تمیز کر سکے اسی واسطے قائل اتحاد کا ہو جاتا ہے۔ چونکہ ولایتِ کبریٰ انبیاء کا مقام صحو یعنی ہوشیاری کا ہے۔ اسی واسطے نظر کو تیزی عنایت ہو جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وجود ممکنات ثبوت و استقرار رکھتا ہے لیکن وجود ظلّی ہے جو پَرتوِ وجود الٰہی کا اُوپر اعدام کے ہوا ہے اس سے موجود ہے۔ اسی طرح صفات ممکنات پَرتوِ

---

[1] المحرر الوجیز ج ۴، ص: ۳۴۷۔

صفات حق سبحانۂ مشہود ہوتی ہیں اور عین یعنی معنیٰ توحید شہودی کے ہیں جو لطیفہ نفس میں مشہود و معلوم ہوتے ہیں اس جگہ فرق اقربیّت و معیّت کا معلوم ہو گیا کہ نہایت معیّت کی اتحاد ہے اور کمال اقربیّت کا اثر اِثْنَیْنِیّت۔ اقربیّت کا بیان تقریر میں نہیں سما سکتا۔ کیونکہ عقل ناقص ہے اور ادراک کرنے اس مقام سے عاجز اور یہ معاملہ عقل سے آگے کا موقوف ہے۔ انکشافِ تام کے اور انکشاف تام اس زمانہ میں بہت کم ہے لیکن اگر انکشاف تام نہ ہو تو راہِ سلوک بہت اسلم رہتا ہے۔ انکشاف میں خطرات ہیں اور بے انکشافی میں سلامتی۔ اب اس جگہ جان لے کہ دائرہ ولایت کبریٰ تین دائروں اور ایک قوس یعنی نصف دائرہ میں شامل ہے۔ پہلے تین دائروں سے سیرِ اقربیّت و توحید شہودی منکشف ہوتی ہے۔ اس دائرے کے نیچے کا حصہ متضمن ہے۔ اسماء و صفات زاید کو اور نصف اوپر کا مشتمل ہے شیونات ذاتیہ کو اس دائرہ میں عروج خمسہ عالم امر کو ہوتا ہے۔ اصل مطلب اس کا یہ ہے کہ پہلے لطائف خمسہ عالم امر کا منہ نیچے ولایتِ صغریٰ میں تھا اُوپر کی طرف متوجگی نہ تھی۔ جب ولایتِ کبریٰ کا آ کر فیض پڑا تو اس نے ان کا منہ اوپر کی طرف کر دیا اب عروج ان کا پُورا کامل طور پر اپنے اصل کی طرف ہو گا کیونکہ ولایتِ کبریٰ کے فیض نے ان کو اوپر کی طرف متوجہ کر دیا اور مورِدِ فیض یعنی جگہ ان کے فیض وارد ہونے کی لطیفہ نفس ہے۔

نقشہ ساڑھے تین دائروں کا یہ ہے:
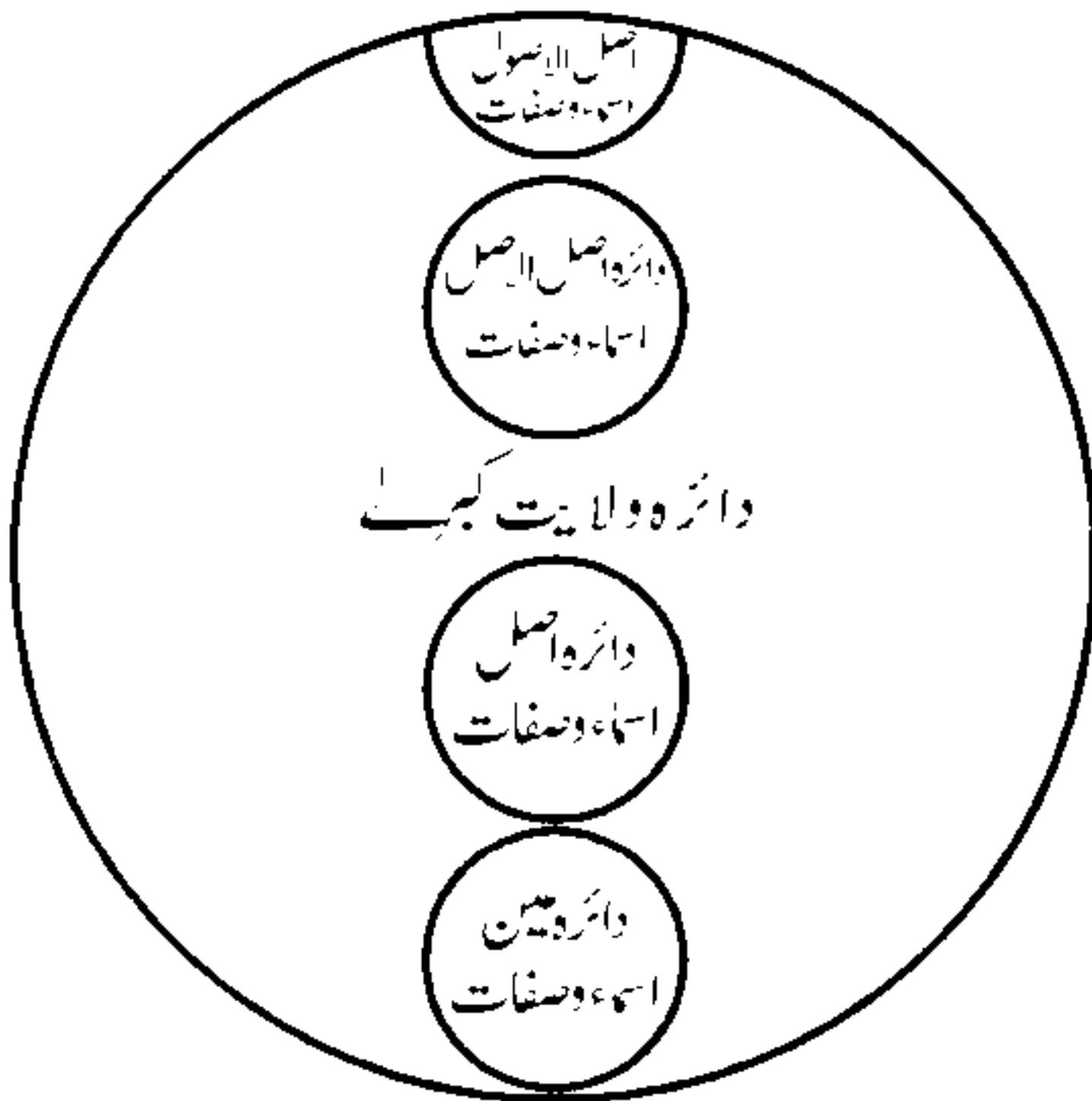
نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ اولیٰ ولایت کبریٰ سے اوپر نفس میرے کے اس ذات سے جو میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور مفہوم ہے آیہ کریمہ:

نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ○ (سورۃ ق آیت:١٦)

ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہم اپنے بندہ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

جب اس دائرہ میں عروج واقع ہوتا ہے تو سیر دائرہ اصل میں جا پڑے گی اور دائرہ اصل سے اصل الاصل میں ترقی ہوگی۔ پھر اس سے اصل الاصول میں جو عبارت ہے قوس سے سیر ہوگی۔ ان اڑھائی دائروں میں کمال استہلاک و اضمحلال حاصل ہوتا

ہے جب میرے قبلۂ عالم پیر دستگیر فداہ روحی نے مجھے توجہ اس دائرہ پر دی۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ پرنالہ شدّت سے بہتا ہے۔ ایسا ہی بے رنگ نور کا ایک پرنالہ لطیفہ نفس پر گرتا ہے اور وجود ہستی کا مثل نمک کے جو پانی میں پڑ کر گل جاتا ہے ایسا معدوم ہوا کہ نام ونشان وجود کا نہ رہا اور زوال عین واثر تعیّن کا میسّر ہو گیا اور میں نے اطلاق لفظ اَنَا کا ایسا جانا کہ موردِ اَنَا کے واسطے کہیں جگہ نہ پائی اور ایسا معلوم ہوا کہ دریائے عدم کے نیچے چلا گیا ہوں اور دریا ناپیدا کنار ہے اس میں معدُوم ہو گیا ہوں۔ اس ولایت میں فنا کی حقیقت میسّر ہوتی ہے۔ پہلی ولایت میں مراقبہ محبت کا کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح ہے:

نیت مراقبہ محبت اوّل

فیض محبت اوّل کا آتا ہے دائرہ ثانی ولایتِ کبریٰ سے اوپر لطیفہ نفس میرے کے جو اَنَا یعنی میں ہے اور جو مفہوم ہے۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کا۔ (سورۃ المائدہ آیت: ۵۴)

نیت مراقبہ محبت ثانی

فیض محبت ثانی کا آتا ہے دائرہ ثالث ولایت کبریٰ سے اُوپر لطیفۂ نفس میرے کے جو اَنَا یعنی میں ہے۔ اس ذات سے کہ میں محبوب اس کا ہوں اور وہ محبوب میرا ہے جو مفہوم ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کا۔ (سورۃ المائدہ آیت: ۵۴)

یہ ساڑھے تین دائروں کا حال بیان ہو چکا جن کے فیض وارد ہونے کا محل لطیفہ نفس ہے اور پیچھے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ لطیفہ نفس کا مقام ماتھے پر ہے۔ اب یہ سمجھ لو کہ ان دوائر کا فرق آپس میں صرف اسی قدر ہے کہ قلّت وکثرت انوار کی اور ضعف و

قوت اور یہ اس طرح ہے کہ پہلے دائرہ اقربیت میں آگے کے اڑھائی دائروں سے زیادہ قوت اور کثرت انوار کی ہے۔ اس سے دوسرے دائرہ میں کم اور ضعیف اور تیسرے دائرہ میں دوسرے دائرہ سے کم اور ضعیف اور قوس میں اس سے کم اور ضعیف عرض اور طول اور بے رنگی میں بہ نسبت فوق کے ماتحت اپنے سے۔ اس کے اگر وجوہ بیان کروں کہ کس طرح اور کیوں کمی وضعف ہے تو کتاب طویل ہو کر جو مطلب اس کی تحریر سے ہے وہ گم اور فوت ہو جائے گا۔ اس واسطے اسی پر اکتفا کرتا ہوں: اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْهِ الْاِشَارَۃُ۔ میں نے اپنے بہت سے درویشوں کو اس مقام میں توجہ دی۔ اکثر کو تو کشف اس دائرہ کا جلدی ہوا اور بعض کو دیر کے بعد کھلا۔ مگر یہ مقام صحو، تسلّی اور تسکین کا ہے اور قطع ہو جانے اس مقام یعنی ولایتِ کبریٰ کی یہ نشانی ہے کہ مانند قرص آفتاب کے سالک پر نور منکشف ہوتا ہے اور جس قدر یہ دائرہ منکشف ہوتا ہے اسی قدر نُور کی چمک ظاہر ہوتی ہے اور بڑھتی رہتی ہے اور جس قدر یہ دائرہ قطع ہونے سے باقی رہا ہے اسی قدر دائرہ مانند کسوف آفتاب کے نظر آتا ہے اور علامت تمام ہو جانے دائرہ ولایتِ کبریٰ کی یہ ہے کہ معاملہ فیض باطن جو دماغ میں تعلق رکھتا تھا اس کا تعلق سینہ کے ساتھ ہو کر شرحِ صدر حاصل ہو جاتا ہے علیٰ حسبِ استعداد اور وسعت سینہ میں اس قدر ہو جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے اگرچہ سیر قلبی میں بھی وسعت اس قدر ہوئی تھی کہ آسمان ہا اور زمین ہائے متعددہ اس میں نظر آتی تھیں لیکن قلب کے بطون میں مثل قلب کے کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔ یہ وسعت فقط قلب میں تھی اور وسعت صدر کی اب ولایت کبریٰ میں حاصل ہوئی ہے جو شامل ہے۔ تمام سینہ کو عموماً اور لطیفہ اخفیٰ کو خصوصاً

اور علامت شرح صدر کی بغیر کشف کے کہ بعض طبائع میں کشف نہیں ہوتا اور ان کو صرف بطریق وجدان کے معلوم ہوتا ہے۔ تو وجدان والوں کی نشانی یہ ہے کہ احکامِ الٰہی اور قضاء امر الٰہی سے چون و چرا اٹھ جاتی ہے یعنی بغیر چون و چرا کے احکام الٰہی کے ادا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور جمیع احوال میں یہ راضی برضائے الٰہی رہتا ہے۔ اس مقام تک مسمّٰی اسم ظاہر ہے یعنی یہاں تک انسان کا ظاہر ہے مورد اس مقام کے انوار کا لطیفہ نفس اور لطائف خمسہ عالم امر کے ہیں۔ قوت اور وسعت بے حد باطن میں پیدا ہو جاتی ہے اور جیسا کہ ظلال اسماء و صفات تعیّنات جمیع خلائق سوائے انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم السلام ہیں اور اس مراقبہ کی سیر کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں۔ اسی طرح سیر مراقبہ اسماء و صفات و شیونات کو کہ مبادی تعیّنات انبیاءِ کرام علیہم السلام ہیں۔ اس کو ولایت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے آگے مبادی تعینات ملائکہ عظام ہیں اس کو ولایت علیا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جو ولایتِ کبریٰ سے آگے آتی ہے۔ جب یہ تینوں ولائتیں صغریٰ، کبریٰ، علیا حاصل ہو جائیں تو مثل معجون مرکب عُمدہ اور قابل پرواز کے ہو جاتا ہے۔ اب ولایتِ کبریٰ کے مقام کے ذکر کا بیان کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح ہے جیسا کہ پہلے ولایتِ صغریٰ میں ذکر کلمہ شریف کا بطورِ نفی اثبات کے سانس بند کر کے یعنی زبانی کیا جاتا ہے۔ اس ولایت کبریٰ میں بھی ذکر کرنے کا حکم ہے اور یہ تہلیلی کہا جاتا ہے۔

ذکر تہلیلی کا طریقہ

اس طرح کہ حرف لا کو قلب سے اُٹھا کر سِرّ اور اخفی و خفی میں گزار کر روح پہ

اِلٰہَ کی ھَا کو تصور کر کے اِلَّا اللہ کی ضرب پھر لوٹ کر قلب پر مارے اور چھ مرتبہ پڑھنے کے بعد ساتویں مرتبہ کلمہ کو پورا کر کے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو اس طرح ادا کرے کہ ناف کو محمد کا میم تصوّر کرے اور وہاں سے اُٹھا کر اس لکیر کے راستہ سے جو سینہ میں سے ہوتی ہوئی گردن تک آئی ہے گزارتا ہوا زنخدان کے درمیان سے گزار کر ہونٹوں اور ناک پر سے گذارتا ہوا ماتھے پر پہنچائے اور لفظ رسول اللہ کا تصوّر ماتھے پر کرے۔ مطلب یہ کہ لفظ محمد رسول اللہ اس طرح سے ادا ہو کہ اس تمام راستہ مذکورہ بالا سے اس تمام لفظ کو یوں گذارے کہ لفظ رسول اللہ کی ھَا ماتھے پر آ کر ختم ہو۔ اس وقت یہ دعا مانگے الٰہی ترک کیا میں نے دُنیا اور آخرت کو اور مقصود میرا تو ہے اپنی محبت اور معرفت اور پورا وصل مجھے اپنا دے۔ سات بار کے بعد اس دُعا کو ضروری مانگنا چاہیے اور اس وقت یہ تصوّر کرے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میرے سامنے ہے اور معنیٰ پر بھی خیال کرے کہ

لَآ اَقْرَبَ اِلَیَّ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اِلَّا اللہ۔

ترجمہ: میری شہ رگ سے زیادہ کوئی چیز میرے قریب نہیں مگر اللہ۔

اور لفظ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد کو زبان سے نہ نکالے۔ فقط خیال میں تصوّر کرے اور ذکر میں اتار چڑھاؤ کرے۔ اس طرح کہ پانچ ہزار کلمہ شریف کو ولایت کبریٰ کے ساڑھے تین دائروں میں تقسیم کر لیں اور دائرہ کے ہر حصّہ میں جس قدر تعداد کلمہ شریف کی آئے۔ اس تعداد کا ذکر اس طرح پورا کریں کہ جس طرح سینہ میں لَآ اِلٰہَ کے گزرنے کا تصوّر کرتا ہے اور وہی تصوّر سینہ کا بطریق مذکور تصوّر دائرہ اقربیّت میں خیال

کر کے ذکر کریں۔ یعنی لَا اِلٰه کے ساتھ اقربیت کے تمام حجاب دُور ہو کر اِلَّا اللّٰه کی ضرب کے ساتھ عین دائرہ کے اندر اسماء و صفات روشن و منور ہو رہے ہیں۔ جب اس دائرہ کی تعداد پوری ہو جائے تو پھر ذکر اوپر دائرہ محبت اوّل میں چڑھا کر لے جائیں اور جس طرح اقربیت میں لَا اِلٰه کے ساتھ اقربیت کے حجاب دُور کر کے اِلَّا اللّٰه کے ساتھ دائرہ کے اندر عین اسماء و صفات کو روشن کرنے کا خیال کیا تھا۔ اس میں خیال کر کے اصل اسماء و صفات کو منور کریں اور لَا اِلٰه کے ساتھ اس کے حجاب اُٹھائیں اور ذکر کی مقررہ تعداد پوری کر کے پھر محبت ثانی میں چڑھا کر اسی طرح اس دائرہ کے ذکر کو پورا کریں پھر اسی طرح محبت ثالث یعنی قوس میں چڑھا کر ذکر کو اسی خیال کے ساتھ جیسا کہ پیچھے مفصّل بیان ہو چکا ہے ذکر کریں۔ کچھ عرصہ اس طرح مواظبت کرنے سے حجاب بالکل اُٹھ جاتے ہیں اور میدان صاف ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ذکر سبق کے وقت ہے یعنی جب مُرشد انگلی رکھ کر جس دائرہ کا سبق دیں اس دائرہ پر اس طرح ذکر کرے اور اگر تمام دائروں کا سبق مرشد ایک ہی وقت میں عطا فرما دیں۔ یعنی ہر دائرہ پر مُرشد انگلی رکھ کر نسبت بتا دینے کے بعد فیض ڈال دیں اور ذکر کروا دیں تو پھر آپ تفصیل کر کے تمام دائروں پر ذکر کرتا رہے جیسا کہ اُوپر تحریر ہوا اور جب تمام دائرے پک جائیں اور تمام پر یکساں فیض پڑنے لگے تو پھر اختیار ہے خواہ یہ اتار چڑھاؤ کے ساتھ تفصیل وار ذکر کرے یا نہ کرے۔ البتہ مراقبات میں ولایت کبریٰ کے تمام دائروں پر الگ الگ تفصیل کے ساتھ فیض لیتا رہے کیونکہ ان دائروں کا خاصہ ہے کہ جب ذکر پک جاتا ہے تو یہ خود ہی اپنے اپنے مقام کا الگ الگ فیض کھینچتے رہتے ہیں۔ جب ان

دائروں کا فیض مرید لے چکے اور پھر فیض ڈال چکے تو پھر مُرید سے اس مقام میں کلمہ شریف کی زکوٰۃ معہ توجہ دلائیں اور کم از کم چار زکوتیں دلائیں اور ساتھ ہی چھ اسماء کی زکوتیں بھی معہ توجہ کے اسی مقام میں دلائیں کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے اور چونکہ یہ طریقہ قادریہ نقشبندیہ دونوں سے مرکب ہے۔ اس واسطے اس مقام میں حضرت غوثِ صمدانی سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو مقام طے کرا کر عروج کرانے میں بڑا دخل ہے۔ اس لیے اس مقام میں اسماء سبعہ کی زکوتوں سے ببرکت توجہ روحانیت حضرت پیرانِ پیر رضی اللہ عنہ تصرفات شروع ہو جاتے ہیں۔ طریقہ ان زکوتوں کا آخر فصل ہذا پر بطور ضمیمہ تحریر کیا گیا ہے چونکہ یہ مقام انبیاء علیہم السلام کا ہے جیسا کہ ماتھے پر نُور عرش کی طرف سے معلوم کرتا ہے پھر اندر سینہ کے بطون لطائف میں جاتا ہے۔ یہی وحی کے علوم کے آنے کا راستہ ہے۔ سیّد المُرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کبھی مجھ پر فرشتہ صُورت کے ساتھ آ کر وحی کرتا ہے اور کبھی جرس یعنی گھنٹی کی طرح آواز میرے سر میں آتی ہے۔ [1] یہ سب سے زیادہ اشد ہے۔ یہ وہی مقام ہے۔ اس مقام سے انبیاء علیہم السلام کو وحی یعنی علومِ متواترہ ہوتے تھے۔ اسی طریقہ نقشبندیہ کا سلوک سنتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنی اس طریق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصل ہوا تھا اور اسی طریق سے اپنے رب کو ملنا سنت ہے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے یہ مقامِ نبوت اور نزولِ وحی کا مقام ہے اور اولیاء کے واسطے ولایت اور نزولِ الہام کا مقام۔ کوئی اپنی غلط فہمی سے یہاں یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ان علوم کے نزول اور اس مقام کے

[1] بخاری، کتاب بدء الوحی، باب اوّل رقم الحدیث ۲۔

حصول سے میں بھی نبی بن گیا۔ یہ کفر و الحاد ہے امتیوں کو یہ واردات محض انبیاء علیہم السلام کے طفیل سے ہی نصیب ہوتی ہیں اور یہ جو کچھ ہوتا ہے بہ طفیل اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وارد ہوتا ہے۔

الأولياء تحت أقدام الأنبياء۔

ترجمہ: اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کے قدموں کے نیچے ہیں۔

ایسا ہی اپنے نبی کے قدم کے ماتحت ولایت ہوتی ہے اور یہ اُوپر سے فیضان لینا محارست اور عادت اولیاء اللہ کی بوجہ ادب کے ہوگئی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی جہت میں محدود نہیں۔

طریقہ ذکر سُلطاناً محمودا

اس جگہ ایک اور مقام ہے جس کو بعض اولیاء اللہ نے الگ لکھا ہے لیکن فی الحقیقت الگ نہیں بلکہ اسی ولایتِ کبریٰ کی ایک شاخ ہے۔ اس کا طریقہ اور محل یہ ہے کہ ولایتِ کبریٰ کا فیض جو ماتھے پر گر رہا ہے اسی فیض کو اپنے خیال سے دونوں ابرو کے درمیان لاتا ہوا ناک کے سرے یعنی پھنگلی پر لے آئے اور خیال کرے کہ وہی فیض جیسا کہ وہاں پڑ رہا ہے ویسا ہی اس جگہ بھی پڑ رہا ہے۔ اگر طالب بینا ہے تو دونوں آنکھوں کی نظر ناک کی پھنگلی کے دونوں کناروں پر لگا رکھے اور خیال کرے کہ اوپر سے نُور کی دھار اس جگہ پڑ رہی ہے۔ جب معلوم کر لے کہ اب فیض اچھی طرح پڑنے لگ گیا تو پھر اس پھنگلی سے تین دھاریں نیچے کو بہتی ہوئی اس طرح خیال کرے کہ ایک میرے بائیں طرف قلب میں گر رہی ہے اور دوسری دائیں طرف لطیفہ

روح میں اور تیسری سینہ پر لطیفہ اخفیٰ میں پڑ رہی ہے۔ اس پر نظر خوب پکا کر جمائے یہاں تک کہ نظر کو پھنگلی پر رکھے اور نظر کو اُوپر چڑھائے۔ یہاں تک چڑھائے کہ سر کے اُوپر سے چڑھاتا ہوا سر سے پیچھے لے جائے کہ یہاں سے پیچھے تک اپنا چہرہ نظر آنے لگ جائے۔ جب یہ ہو جائے تو پھر سر کے پیچھے کی تمام چیزیں نظر آنے لگ جاتی ہیں۔ یہ وہ سُنت نبوی ﷺ ہے کہ آپ کو پیچھے کی چیزیں ایسی ہی نظر آتی تھیں جیسے آگے کی دیکھتے تھے۔ [1] ایسا ہی حال اس شغل میں ہے۔ علاوہ اس کے اور عجائب کیفیات ہیں جو میں تحریر نہیں کرتا تاکہ طالبِ مولا اسی جگہ پھنس کر نہ بیٹھ رہے۔ کیونکہ میں نے بعض طالبین کو جو اس جگہ توجہ دی تو ایسی گرفت ہوئی کہ یہ کہنے لگے کہ فقیری بس یہی ہے اور ہم اسی پر راضی ہیں۔ آگے جانا نہیں چاہتے۔ بڑی مشکل سے آگے سبق دے کر نکالا۔ اس شغل یا مراقبہ کا نام سُلطاناً محموداً ہے جو اسی ولایتِ کبریٰ کی شاخ ہے۔ بعض صالحین نے اس کو الگ لکھا ہے مگر یہ الگ نہیں ہے، اسی میں شامل ہے۔

طریقہ ذکر سُلطاناً نصیرا

اس کے بعد اسی شاخ کی ایک شاخ سُلطاناً نَصِیرا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ اُوپر کے لب میں ایک شہ رگ شاخ ہے۔ وہ شہ رگ کہ جس کو حبل الورید اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہ عرض میں ہے یعنی اس طرف سے اس طرف جاتی ہے۔ اس پر فیض کا خیال کرے۔ یہاں سلطاناً محموداً کی طرح نظر جمانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

---

[1] الخصائص الکبریٰ اردو صفحہ ۱۸۳۔ بخاری، کتاب المساجد، باب ۸ رقم الحدیث ۴۰۸، ۴۰۹۔
اِنی لَأَرا کم من ورآء ظھری۔

فقط خیال جمائے۔ چونکہ شہ رگ ہی مقامِ اقربیت ہے۔ اس کی یہ شاخیں ہیں۔ لہٰذا یہ ایک ہی مقام ہے۔ اس واسطے میں نے اسی میں بیان کر دیا ہے اور ایک شاخ اسی مقام میں اور بھی ہے، جس کو سُلطانا نصیرا کہتے ہیں مگر وہ چنداں فائدہ بخش نہیں ہے لہٰذا وہ بیان نہیں کیا جاتا۔ جب مقامات ولایتِ کبریٰ کا فیض تجھ کو گرفت کرے اور اُوپر سے فیض ماتھے پر پڑتا معلوم ہو تو بہت مُبارک ہے۔ تجھ پر سعادت ازلی نے یاوری کی۔ بس اب اسی کا جس قدر تجھ سے ہو سکے اس جگہ بہت ہی مراقبہ کر۔ اگر مراقبہ کرتے کرتے اس مقام کا فیضان بند ہو جائے تو ذکر خفی تہلیلی قلبی شروع کر دے بغیر حرکت زبان کے جیسا کہ ولایتِ علیا میں کیا جاتا ہے۔ اس طرح مراقبہ میں پھر فیضان آنا شروع ہو جاتا ہے اور ولایتِ صغریٰ و کبریٰ کا ذکر بغیر مراقبہ کے نہ کرے۔ یعنی ذکر کرتے وقت بھی فیضان کا خیال رکھے کیونکہ ذکر بے فکر کو نفاق خفی کہتے ہیں اور بے فائدہ اور وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ لمحہ کا فِکر ستر سال کی عبادت سے جو بغیر فکر کے لیے بہتر ہے وہ فکر یہی مراقبہ ہے کچھ اور چیز نہیں۔ کیونکہ طالبِ مولا جب ذکر کرتا ہے تو ذکر کرتے کرتے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ تسبیح ہاتھ میں نہیں رہتی۔ کیونکہ جب ذکر، قلب، رُوح، سرّ، خفی، اخفی پر جاری ہو جاتا ہے تو اب تسبیح۔ بے چاری کہاں کہاں جائے۔ پھر سُلطان الاذکار بھی ولایت علیا میں اپنا زور شور کر کے رہ جاتا ہے تو پھر سوائے فکر کے کوئی چیز نہیں رہتی۔ اس وقت فقیر ذکر، شغل، تسبیح سب دکھلاوے کے واسطے کرتا ہے جو عین خلوص بے ریا ہے کیونکہ یہی ذریعہ وصل الٰہی کا ہوا ہے۔ اسی سے مولا ملا۔ اب اس کو طالبین سیکھیں اور مولا سے واصل ہوں۔ اسی واسطے کِسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ

تسبیح مالا رہ گئی انحد بھی رہ جائے

پر سرت سہاگن نہ مرے جو تن میں رہے سمائے

ترجمہ: سُرت کہتے ہیں فکر کو۔ یہ سہاگن ہو جائے۔ سہاگن خاوند والی عورت کو کہا جاتا ہے۔ یعنی فکر ایسی سہاگن ہو جائے کہ باقی کے ساتھ اس کا نکاح یعنی تعلق قوی اور شدید تو اب یہ سہاگن ہو گئی اور کوئی چیز درمیان میں حائل نہ رہی۔

عبد معبود کے مشاہدہ میں ہے۔ ذکر صرف فکر کی صفائی کے لیے ہے۔ جب فکر صاف ہو گیا تو اب ذکر بے فکر کی ضرورت نہیں۔ اب ذکر لسانی بے فکر سے ہجر ہے۔ اسی واسطے اخیر مقام والے فقیر کو ذکر کرنے سے ہوش آجاتا ہے اور مواجید واذواق سے جذبہ ذاتِ الٰہی کی طرف ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ نے قول الجمیل میں تحریر فرمایا ہے:

جَذْبَةٌ مِّنْ جَذْبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِیْ عَمَلَ الثَّقَلَیْنِ۔

ترجمہ: ایک ساعت جو جذبہ طرف ذاتِ الٰہی کے ہوتا ہے، ثقلین کی عبادت کے جو بغیر جذبہ کے ہے برابر ہے۔

مراد یہ ہے کہ تمام عالم کے جن و انس نے جو عبادت بغیر جذبہ کی ہے۔ ایک جذبہ خدا تعالیٰ کے جذبات سے ان کے برابر ہے۔ جذبہ اس کود پھلانگ کو نہیں کہتے جذبہ کے معنیٰ وصل ذاتِ الٰہی کی کشش کا ہونا ہے۔ لطائف عشرہ کو اس ولایت کبریٰ میں سے ایک نکتہ بھی اگر طے ہو جائے تو تمام ولایت صغریٰ کے برابر ہے۔ اب جو کلام پڑھے گا یا ذکر کرے گا اسی کا فیضان ماتھے بلکہ سینے میں آنا شروع ہو جائے گا۔

الحمد للہ علیٰ احسانہٖ

ایں دولت جاوید بو الہوس را ندہند

مادۂ شہباز مگس راند ہند، مرتبہ شاہ عسس راند ہند

ترجمہ: یہ ہمیشہ رہنے والی دولت ہوس کے بندوں کو نہیں دیتے۔ شہباز کی خوراک مکھی کو نہیں دیتے۔ کوتوال کو بادشاہ کا مرتبہ نہیں دیتے۔

یہ کمال اللہ تعالیٰ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ہی عنایت فرمایا ہے۔ اب یہاں تک مسمّٰی اسم الظاہر کا ہے۔ جو ظاہر بدن انسان کا ہے۔ اس کا یہ ظاہر ہے جس کا مسمّٰی یہاں تک ہے۔ آگے مسمّٰی اسم الباطن شروع ہو گا۔ اسی واسطے بے فکر ذکر کی مذمت مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں فرمائی ہے:

بر زباں تسبیح و در دِل گاؤ خر

ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ترجمہ: زبان پر تسبیح اور دل میں گائے گدھے کا خیال۔ ایسی تسبیح سے کب اثر اور نفع پہنچ سکتا ہے۔

جس چیز سے نحن اقرب کا گھونگٹ کھلے وہ فکر مشاہدہ کا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ ع

اس کا مُکھ ایک جوت ہے گھونگٹ ہے سنسار

ضمیمہ

متعلق فصل ولایتِ کبریٰ

طریقہ نقشبندیہ وقادریہ کے مرکب ہونے کا بیان

یہ جو اُوپر لکھا گیا ہے کہ یہ طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ دونوں سے مرکب ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولانا بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ الاقدس کتاب حضرات القدس میں خود امام ربانی رضی اللہ عنہ کی زبانی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت امامِ ربانی رضی اللہ عنہ صبح کے حلقہ میں معہ یارانِ مراقب بیٹھے تھے کہ حضرت شاہ سکندر نبیرۂ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہما تشریف لائے اور ایک خرقہ آپ کے دوش مبارک پر ڈال دیا۔ حضرت نے جو آنکھ کھولی دیکھا کہ شاہ سکندر ہیں جلدی سے اُٹھے اور بتواضع معانقہ کیا۔ حضرت شاہ سکندر نے فرمایا کہ میرے جدِ امجد نے اپنے وصال کے نزدیک یہ جُبّہ جو کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے پشت بہ پشت ہمارے یہاں چلا آیا ہے میرے سپرد کر کے فرمایا تھا کہ اس کو امانتاً اپنے پاس رکھو جس

کو میں کہوں گا اس کے حوالے کر دینا۔ اب چند مرتبہ مجھ سے حضرت جدِ امجد نے آپ
کے حوالے کرنے کے واسطے واقعہ میں فرمایا لیکن مجھ پر اس تبرّک کا علیحدہ کرنا سخت
شاق تھا۔ مگر چونکہ اب تاکید بہ تہدید تھی۔ چار و نا چار لے آیا ہوں چنانچہ حضرت امام
ربانی رضی اللہ عنہ وہ خرقہ پہن کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کے دل میں خیال
گزرا کہ مشائخ کے بھی عجیب معمول ہیں کہ جس کو جامہ پہنا دیا وہی خلیفہ بن گیا ورنہ
چاہیے تھا کہ پہلے خلعت معنوی پہنائیں بعد ازاں اپنا خلیفہ بنائیں بمجرد اس خیال کے
حضرت غوث الثقلین شیخ سیّد عبد القادر جیلانی قدس سرّہ معہ تمامی خلفاء کے تا حضرت
شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور میرے معاملہ میں تصرف فرمایا اور میرے دل کو
اپنے تصرف میں لیا اور اپنی خاص نسبتوں کے اسرار و انوار عطا فرمائے اور میں غرق ہو
کر اس سمندر میں غواصی کرنے لگا۔ اس وقت آپ کے دل میں خیال گزرا کہ میں
نقشبندیوں کا پرورش یافتہ ہوں اور یہاں یہ معاملہ گزرا۔ اس خیال کے آتے ہی میں
نے دیکھا کہ سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی تا حضرت خواجہ
باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سب تشریف لائے۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ، حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ
کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اکابر نقشبندیہ نے فرمایا کہ شیخ احمد ہماری تربیت سے کمال و تکمیل
کو پہنچے۔ آپ کو ان سے کیا واسطہ! اکابر قادریہ نے فرمایا کہ انہوں نے اوّل چاشنی
ہمارے خوان سے کھائی ہے (اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت شاہ کمال
کیتھلی قدس سرّہ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے ایام شیر خوارگی میں تشریف
لائے تھے اور حضرت امام ربانی اس وقت بیمار تھے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی زبان مبارک امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے دہن مبارک میں دے دی جس کو آپ نے بڑی دیر تک چوسا اور شفا یاب ہو گئے) اور اب خرقہ بھی ہمارا ہی پہنا ہے۔ ابھی یہی بحث ہو رہی تھی کہ حضرات چشتیہ، کبرویہ و سہروردیہ بھی تشریف لائے اور کہا کہ ان کے ہم بھی دعویدار ہیں (کیونکہ ان خاندانوں کی خلافت حضرت امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو قبل بیعت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے مل چکی تھی) حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت اس قدر ارواحِ اولیاء اللہ جمع ہوئیں کہ تمام مکان وگلی کوچہ و دشت و صحرا بھر گیا اور مناظرہ کو صبح سے ظہر کا وقت ہو گیا کہ اسی اثنا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بکمال کرم ونوازش سب کی تسلّی فرما کر ارشاد فرمایا کہ چونکہ شیخ احمد کی تکمیل طریقہ نقشبندیہ میں ہوئی ہے اس واسطے اسی کی ترویج کریں اور باقی دیگر سلاسل کی نسبت بھی القا کریں کہ ان کا حق بھی ثابت ہے اور اسی پر فاتحہ خیر پڑھا گیا اور سب رخصت ہوئے۔

طریقہ زکوٰۃ کلمہ شریف و اسماءِ سبعہ

ان زکوتوں کا طریقہ اس طرح ہے کہ مرید تین روز روزہ رکھے اور مسجد میں معتکف رہے۔ سوائے حاجت بول و براز کے باہر نہ نکلے۔ ترک حیوانات جلالی و جمالی کرے یعنی گوشت، مچھلی، گھی، دُودھ وغیرہ کچھ نہ کھائے اور موافق سُنت رسول اللہ ﷺ جو کی روٹی نمک کے ساتھ کھائے۔ اگر کسی وجہ سے جو کی روٹی اور نمک پر اکتفا نہ کر سکتا ہو تو گیہوں کی اور دال ماش یا مونگ کی بھی اجازت ہے مگر دال میں پیاز، لہسن یا کوئی چیز بدبودار نہ ہو اور روٹی پکانے والی عورت نمازی اور حیض و نفاس سے پاک ہو۔ پہلے روز صبح کو غسل کرے پھر احرام باندھے اور احرام میں صرف یہ تین کپڑے ہوتے ہیں۔ ایک چادر بڑے عرض کی جوسی ہوئی نہ ہو۔ جیسی کہ عموماً دو پونے دو گز کے عرض اور تین گز کے طول کی لٹھے کی چادریں آج کل بازاروں میں بالعموم بکتی ہیں اور ایک عمامہ پانچ ہاتھ کا اور ایک مصلّٰی تین ہاتھ کا۔ احرام باندھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چادر کا ایک کنارا اپنی پشت اور بائیں کندھے کے اُوپر کو لا کر سینہ کے عین وسط میں پہنچائے اور دوسری طرف سے چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اور موافق معمول کے اوڑھ کر دائیں کندھے کو ڈھانپتا ہوا سینہ کے درمیان چادر کے پہلے کنارے سے ملا کر گرہ

دے دے۔ عمامہ سر پر باندھ لے اور مصلّٰی نیچے بچھالے۔ پیر کو چاہیے کہ مرید کو احرام خود باندھ کر دکھائے اور واضح رہے کہ یہ تینوں کپڑے نئے ہوں۔ مستعمل نہ ہوں اور سفید ہوں رنگین نہ ہوں۔ اگر سردی کا موسم ہو تو احرام کے اوپر روئی دار لحاف یعنی رضائی یا کمبل اوڑھ لینے کی رخصت ہے بشرطیکہ وہ کمبل یا رضائی پاک ہو۔ بعدہٗ دو رکعت نفل پڑھے اور دونوں رکعتوں میں بعد الحمد شریف کے قل ھو اللہ مکمل تین بار اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس مکمل ایک ایک بار پڑھ کر ختم کرے۔ پھر بعد سلام دُرود شریف گیارہ مرتبہ۔ الحمد شریف ایک بار۔ قل یا ایھا الکافرون ایک بار۔ قل ھو اللہ شریف سات بار۔ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار پھر درود شریف گیارہ بار اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ستائیس بار پڑھ کر ان نفلوں اور سُورتوں کا ثواب حضرت پیرانِ پیر سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو پہنچائے اور کلمہ شریف پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور ہر پانچ سو مرتبہ کلمہ شریف کے بعد ایک مرتبہ کلمہ شریف کی توجہ معنوں کا خیال کر کے پڑھے اور پیر اس توجہ کے معنی مرید کو خود سمجھائے۔

اگر مرید خواندہ نہ ہو تو خیر ویسے ہی پڑھ لے۔ توجہات اسماءِ سبعہ ذیل میں لکھی جاتی ہیں اور تین دن میں ایک لاکھ کلمہ شریف کو پُورا کر دے اور ختم ہونے کے بعد تیسرے روز اعتکاف سے عصر کے وقت اس طرح باہر نکلے کہ پہلے کسی قدر حلوہ بقدر استطاعت پکوا کر اس پر حضرت غوث الثقلین سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دے کر ان لوگوں کو جو نمازی ہوں اور حقہ نہ پیتے ہوں یا چھوٹے بچّوں کو تقسیم کر کے پھر اعتکاف

سے باہر آجائے اور علاوہ کلمہ شریف کے باقی چھ اسماء کی زکوتیں اگر ایک ایک دن میں پوری کر کے چھ اسماء کی زکوتوں سے فارغ ہو جائے مگر ہر اسم کی زکوٰۃ میں تمام شرائط مذکورہ بالا کی پابندی رکھے اور جو خواب یا انکشاف اِن ایام میں معلوم ہوں وہ پیر سے بیان کر دے یا اگر پیر دُور ہوں تو ان کو تحریر کر دے اور جس اسم کی زکوٰۃ سے ہر پانچ سو مرتبہ وہ اسم پڑھنے کے بعد ایک مرتبہ اسی اسم کی توجہ بلحاظ معنی ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے مثلاً اسم ذات کی زکوٰۃ میں پانچ سو بار اللہ اللہ کہنے کے بعد ایک بار اسم ذات کی توجہ پڑھے۔ اسی طرح حیّ اور ودُود اور وھاب وغیرہ کا حال ہے۔

تَوَجُّهَاتِ اَسْمَاءِ سَبْعَهْ

اَلاِسْمُ الْاَوَّلُ، کلمہ شریف

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک لاکھ بار۔ توجہ اس کی یہ ہے:

اِلٰهِیْ اَظْهِرْ عَلٰی ظَاهِرِیْ سُلْطَانَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
الٰہی ظاہر کر اوپر ظاہر میرے کے غلبہ لا اِلٰه اِلَّا الله
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ حَقِّقْ بَاطِنِیْ بِحَقَآئِقِ
لا اِلٰه اِلَّا اللّٰهُ لَا اِلٰه اِلَّا اللّٰهُ اور متحقق کر میرے باطن کو ساتھ حقائق
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْرِقْ
لا اِلٰه اِلَّا اللّٰهُ لَآ اِلٰه اِلَّا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مستغرق کر

فِيْكَ ظَاهِرِیْ بِاِحَاطَةٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اپنی ذات میں میرے ظاہر کو ساتھ احاطہ لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الّا اللہ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحْفِظْنِیْ اَللّٰهُمَّ بِكَ لَكَ فِیْ مَرَاتِبِ
لا الٰہ اِلا اللہ اور محفوظ رکھ مجھ کو اے میرے اللہ اپنے کے بطفیل اپنی ذات کے
وَجُوْدِكَ وَ شُهُوْدِكَ حَتّٰی لَآ اَشْهَدَ غَيْرَ اَفْعَالِكَ وَ
وجود اور شہود کے مراتب میں یہاں تک کہ نہ مشاہدہ کروں میں مگر تیرے افعال اور
صِفَاتِكَ بِوَجْهِ الْحَقِّ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
تیری صفات کا بطفیل حق لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ
لَآ الٰہ الا اللہ
لَآ الٰہ الا اللہ۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے:

اِذَا قَالَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَرَقَتِ السَّمٰوٰتُ حَتّٰی تَقِفَ بَيْنَ يَدِیِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ أُسْكُنِیْ فَتَقُوْلُ: كَيْفَ اَسْكُنُ وَ لَمْ تَغْفِرْ لِقَائِلِیْ فَيَقُوْلُ مَا اَجْرَيْتُكَ عَلٰی لِسَانِهٖ اِلَّا وَ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ۔ [1]

ترجمہ: جس وقت مسلمان بندہ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو کلمہ شریف آسمانوں کو

[1] رواہ الدیلمی: کنز العمال رقم الحدیث ۱۳۵ ۔

پھاڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ جل جلالہ کے سامنے جا کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بس یہیں ٹھہر۔ پس کلمہ شریف عرض کرتا ہے کہ اے خداوندا میں کیونکر ٹھہروں حالانکہ تو نے میرے پڑھنے والے کو بخشا تو ہے ہی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تجھے نہیں جاری کیا اس کی زبان پر مگر تحقیق اس کو بخش ہی دیا تھا۔

اَلْاِسْمُ الثَّانِیْ (دوسرا اسم مقدس)

اَللّٰہ اَللّٰہ ایک لاکھ بار۔ توجہ اس کی یہ ہے:

یَآ اَللّٰہُ یَآ اَللّٰہُ یَآ اَللّٰہُ دُلَّنِیْ بِكَ عَلَیْكَ وَ ارْزُقْنِیْ الثَّبَاتَ
یا اللہ یا اللہ یا اللہ راستہ دکھا مجھ کو اپنا صدقہ اپنی ذات کے اور مجھ کو اپنے وجود کے
عِنْدِكَ وَجُوْدِكَ مَا اَكُوْنُ مُتَأَدِّبًا بَیْنَ یَدَیْكَ یَآ اَللّٰہُ
پاس ایسی ثابت قدمی نصیب کر کہ میں تیرے سامنے با ادب رہوں یا اللہ
یَآ اَللّٰہُ . یَآ اَللّٰہُ اِلٰھِیْ بِعَظْمَتِكَ وَ جَلَالِكَ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ
یا اللہ یا اللہ الٰہی بطفیل اپنی عظمت و جلال کے نصیب کر مجھ کو محبت اپنی
یَآ اَللّٰہُ . یَآ اَللّٰہُ یَآ اَللّٰہُ اِلٰھِیْ اِجْعَلْ قَلْبَ عَبْدِكَ الضَّعِیْفِ
یا اللہ یا اللہ یا اللہ الٰہی اپنے اس ضعیف بندے کے قلب کو
مَظْھَرَ الذَّاتِكَ وَ مَنْبَعًا لِاٰیَاتِكَ یَآ اَللّٰہُ یَآ اَللّٰہُ یَآ اَللّٰہُ
کر مظہر اپنی ذات کا اور سرچشمہ اپنی نشانیوں کا یا اللہ یا اللہ یا اللہ،

اَلْاِسْمُ الثَّالِثُ (تیسرا اسم مقدس)

حَيُّ حَيُّ حَيُّ ایک لاکھ بار۔ توجہ اس کی یہ ہے:

يَاحَيُّ يَاحَيُّ يَاحَيُّ اَحْيِنِيْ حَيَاةً طَيِّبَةً وَّاَسْقِنِيْ مِنْ
یا حی یا حی یا حی زندہ رکھ مجھ کو پاک زندگی کے ساتھ اور پلا مجھ کو اپنی
شَرَابِ مَحَبَّتِكَ اَعْذَبَه وَ اَطْيَبَه يَاحَيُّ يَاحَيُّ يَاحَيُّ
محبت کی شراب بہت خوشگوار اور پاکیزہ شراب یا حی یا حی یا حی
اِلٰهِيْ حَقِّقْ حَيَاتِيْ بِكَ يَاحَيُّ يَاحَيُّ يَاحَيُّ
اے میرے اللہ ثابت رکھ میری زندگی کو اپنی ذات کے ساتھ یا حی یا حی یا حی
اِلٰهِيْ اَظْهِرْ نُوْرَ حَيَاتِكَ فِيْ حَيَاتِيْ يَاحَيُّ يَاحَيُّ يَاحَيُّ
الٰہی ظاہر کر اپنی حیاتی کے نور کو میری زندگی میں یا حی یا حی یا حی
اِلٰهِيْ اَحْيِ رُوْحِيْ حَيَاةً اَبَدِيَّةً وَّ مَتِّعْ سِرِّيْ بِسِرِّكَ فِيْ
الٰہی عطا فرما میری روح کو ابدی زندگانی اور مالا مال کر دے میرے سر کو اپنے سر کے
الْحَضَرَاتِ الشُّهُوْدِيَّةِ وَامْلَأْ قَلْبِيْ بِالْمَعَارِفِ
ساتھ شہودیت کے درباروں میں اور پُر کر دے میرے قلب کو معارف
الرَّبَّانِيَّةِ وَ اَطْلِقْ لِسَانِيْ بِالْعُلُوْمِ اللَّدُنِّيَّةِ يَاحَيُّ يَاحَيُّ يَاحَيُّ
ربانی کے ساتھ جاری کر میری زبان کو علوم لدنیہ کے ساتھ یا حی یا حی یا حی

اَلْاِسْمُ الرَّابِعُ (چوتھا اسم مقدس)

وَاحِدٌ وَاحِدٌ وَاحِدٌ ایک لاکھ بار۔ ترجمہ یہ ہے:

یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ اِجْعَلْنِیْ مُوَحِّدًا بِنُوْرِ
یا واحد یا واحد یا واحد کر مجھ کو توحید والا اپنے نور
وَحْدَانِیَّتِكَ مُؤَیَّدًا بِشُهُوْدِ فَرْدَانِیَّتِكَ یَاوَاحِدُ
وحدانیت کے ساتھ کر تائید پایا ہوا اپنی یکتائی کے شہود کے ساتھ یا واحد
یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ اِلٰهِیْ اَنْتَ الْمُتَوَحِّدُ فِیْ ذَاتِكَ
یا واحد یا واحد اے میرے اللہ تو ہی اکیلا ہے اپنی ذات میں
بِاُلُوْهِیَّتِكَ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ
اپنی الوہیت کے ساتھ یا واحد یا واحد یا واحد۔

اَلْاِسْمُ الْخَامِسُ (پانچواں اسم مقدس)

عَزِیْزٌ عَزِیْزٌ عَزِیْزٌ ایک لاکھ بار۔ ترجمہ اس کی یہ ہے:

یَاعَزِیْزُ یَاعَزِیْزُ یَاعَزِیْزُ اِجْعَلْنِیْ بِعِزَّتِكَ بَیْنَ الْاَعَزِّیْنَ
یا عزیز یا عزیز یا عزیز کر تو مجھ کو بطفیل اپنی عزت کے لوگوں میں جو بہت
بَیْنَ یَدَیْكَ یَاعَزِیْزُ یَاعَزِیْزُ یَاعَزِیْزُ اِسْتَعْمِلْنِیْ
عزت والے اور پیارے ہیں یا عزیز یا عزیز یا عزیز کرا مجھ سے کام ان لوگوں کے

بِاَعْمَالِ الْاَعَزِّیْنَ لَدَیْكَ یَاعَزِیْزُ یَاعَزِیْزُ اِلٰهِیْ

جو بہت عزّت والے اور پیارے ہیں تیرے پاس یا عزیز یا عزیز اے میرے اللہ

اَعِزَّنِیْ بِعِزَّتِكَ یَاعَزِیْزُ یَاعَزِیْزُ اِلٰهِیْ اِجْعَلْنِیْ مِنْ

عزّت والا کر مجھ کو اپنی عزت کے ساتھ یا عزیز یا عزیز اے میرے اللہ کر مجھ کو اپنے بندوں

عِبَادِكَ الْاَعَزِّیْنَ یَاعَزِیْزُ یَاعَزِیْزُ

میں سے جو بہت عزّت والے اور بڑے پیارے ہیں یا عزیز یا عزیز

اَلْاِسْمُ السَّادِسُ (چھٹا اسم مقدس)

وَهَّابُ وَهَّابُ وَهَّابُ ایک لاکھ بار۔ توجہ اس کی یہ ہے:

یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ هَبْ لِیْ مِنْ جَزِیْلِ

یاوہاب ، یاوہاب ، یاوہاب عطا فرما مجھ کو اپنی بڑی بڑی

هِبَاتِكَ مَا یُبَلِّغُنِیْ اِلٰی مَرْضِیَّاتِكَ یَاوَهَّابُ

بخششوں میں سے وہ عطیہ جو مجھ کو تیری رضا مندی والے کاموں تک پہنچا دے یاوہاب

یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ اِلٰهِیْ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ

یا وہاب یا وہاب اے میرے اللہ عطا فرما مجھ کو اپنے پاس

رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ

سے رحمت بے شک تو ہی وہاب ہے یاوہاب ، یاوہاب

اِلٰهِی یَاوَاهِبَ اَلْاَسْرَارِ هَبْ لِیْ مِنْ اَسْرَارِكَ

اے میرے اللہ اے بخشنے والے اسرار کے عطا فرما مجھ کو اپنے اسرار میں

فَیْضًا تَجْعَلْنِیْ بِهٖ دَائِمًا مُّسْتَحْفِظًا لِّمَوَاهِبِكَ

سے وہ فیض کہ کر دے تو مجھ کو بسبب اس کے ہمیشہ حفاظت رکھنے والا اپنی بخششوں کی

یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ حَقِّقْنِیْ بِمَوَاهِبِ

یا وہاب یا وہاب اے میرے اللہ متحقق کر مجھ کو اپنی حقیقۃ الحقیقت

حَقِیْقَةِ حَقِیْقَتِكَ یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ

کی بخششوں کی یاوہاب ، یاوہاب ، یاوہاب

اِلٰهِی کُوْنِیْ شَاهِدًا عَلَیَّ بِالْاِفْتِقَارِ اِلٰی غَنَآءِكَ الْمُطْلَقِ

اے خداوند میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں تیری مطلق

الْكَامِلِ بِالذَّاتِ فَامْنُنْ عَلٰی عَبْدِكَ الضَّعِیْفِ

اور کامل بالذات غنا کی طرف ہر وقت محتاج رہنے کا اپنی ذات پر خود گواہ ہوں

بِغِنَیِّ اَکُوْنَ بِهٖ غَنِیًّا مُّغْنِیًا مَنْ

پس تو اپنے ضعیف بندے پر اپنی غنا کے ساتھ احسان کر کہ جس کی وجہ سے میں خود بھی غنی ہو جاؤں

شِئْتَ غِنَاهُ بِوَصْفِ الْفَقْرِ بَیْنَ یَدَیْكَ

اور جس کو تو غنی کرنا چاہے اس کو بھی غنی کر سکوں باوجود خود تیرے سامنے محتاج رہنے کے

اَنْتَ الْغَنِیُّ الْوَهَّابُ یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ

بے شک تو غنی بخشش کرنے والا ہے یاوہاب ، یاوہاب ، یاوہاب

اَلْاِسْمُ السَّابِعُ (ساتواں اسم مقدس)

وَدُوْدٌ وَدُوْدٌ وَدُوْدٌ ایک لاکھ بار توجہ اس کی یہ ہے:

یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ اِجْعَلْ قَلْبِیْ وَآدًّالَّكَ
یاودود ، یاودود ، یاودود تو میرے قلب کو اپنی محبت والا بنا دے
یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ اِلٰهِیْ اَعْطِنِیْ وُدًّا فِیْ
یاودود ، یاودود ، یاودود اے میرے اللہ میری محبت اپنے مومن
قُلُوْبِ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ
بندوں کے دلوں میں ڈال دے یاودود ، یاودود ، یاودود
اِلٰهِیْ اَكْفِنِیْ شَرَّ مَنْ كِفَایَتُهٗ بِیَدِكَ
اے میرے اللہ تو میرے لیے اس شخص کے شر سے کافی ہو جا جس کی کفایت تیرے ہاتھ میں ہے
یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ
یاودود یاودود یاودود۔

فصل در بیان ولایتِ علیا

یعنی سیر عناصر ثلاثہ سوائے عنصر خاک کے اور ان کی فنا

اس دائرہ ولایت علیا میں عناصر ثلاثہ جو سوائے خاک ہیں ان میں جذباتِ الٰہیہ اور عروج واقع ہوتا ہے اور احوال لطیف اور کیفیات بے رنگ اور عناصر کو فنا ذاتی مسمّی باسم باطن حاصل ہو کر اضمحلال و استہلاک ان عناصر ثلاثہ کا اس مراقبہ مقدسہ میں حاصل ہو جاتا ہے اور بقا اس مرتبہ متعالیہ میں نصیب ہو کر مناسبت ملائکہ کرام کے ساتھ ہو جاتی ہے اور زیادہ نسبت ملائکہ عظام کی حاصل ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو ان میں داخل دیکھتا ہے اور جان کہ سیر ولایتِ صغریٰ اور کبریٰ کا اسم الظاہر میں ہے اور جو سیر ولایتِ علیا میں میسّر ہوتی ہے وہ مسمّی اسم الباطن ہے اور فرق مسمّی اسم ظاہر اور مسمّی باطن میں یہ ہے کہ سیر اسم ظاہر میں تجلّیات صفاتی وارد ہوتی ہیں بے ملاحظہ ذاتِ الٰہی کے اور سیر اسم باطن میں اگرچہ تجلّیات اسماء و صفات ہی وارد ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی مشاہدہ ذات بھی اس جگہ ہو جاتا ہے تعالیٰ و تقدس ذاتہٗ دائرہ ولایت علیا یہ ہے۔

(دائرہ ولایت علیا) جب یہ دائرہ ظاہر ہوتا ہے تو مانندِ خطوطِ شعاعِ آفتاب کے اسماء و صفات حق

سبحانہٗ تعالیٰ اس دائرہ کا احاطہ کر لیتی ہے اور کبھی بغیر خطوط و شعاع کے بھی یہ دائرہ مشہود ہو جاتا ہے اور کمال بیرنگی ظاہر ہوتی ہے اور خطوطِ شعاعیہ روپوش ہو جاتے ہیں اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ولایتِ علیا مانند مغز کے ہے اور ولایت کبریٰ مثل پوست کے۔ بلکہ ہر دائرہ اپنے ماتحت کے ساتھ یہی مناسبت رکھتا ہے یعنی فوقانی مثل مغز کے اور تحتانی مثل پوست کے ہوتا ہے لیکن کمالات نبوت میں ان ولایتوں کے ساتھ مناسبت مقصود نہیں۔ بلکہ اس کے کمالات فوق در فوق ہیں اور اس دائرہ ولایتِ علیا میں مراقبہ ذاتی جو مسمّٰی اسم الباطن ہے کیا کرتے ہیں اور مورِدِ فیض اس ولایت میں عناصر ثلاثہ ہیں۔ سوائے خاک کے جن پر یہ فیض پڑتا ہے اور اس میں ذکر لسانی بھی جائز ہوتا ہے اور اس مقام میں سلطان الاذکار ترقی کے لیے اصل اصول ہے اور یہ ذکر سلطان الاذکار حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سرِ سلسلۂ نقشبندیت کو حضرت خضر علیہ السلام نے پانی میں بیٹھ کر کرنا سکھایا ہے۔ چنانچہ خود انہوں نے کیا اور ان کے بعد اس سلسلۂ نقشبندیہ میں جاری ہے لیکن اگر کوئی بوجہ مرض یا کسی امر مانع کے حبس کے ساتھ نہ کر سکے تو لسانی بھی کافی ہے اور صلوٰۃ نفلی باقرأت طویل اس مقام میں بہت ہی ترقی بخش ہے اور اس ولایت میں رخصت [۱] پر عمل کرنا بہتر نہیں بلکہ عزیمت [۲] پر عمل کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ اس مقام میں مناسبت ملائکہ کے ساتھ ہو جاتی ہے جس کا اصلی بھید یہ ہے کہ رخصت پر عمل کرنا بشریت کی طرف کشش کرتا ہے اور عزیمت پر

[۱] رخصت: اجازت، آسانی۔ شریعت میں جس کام کرنے کی اجازت ہو۔

[۲] عزیمت: افضل و اعلیٰ کام کرنا، اجازت اور رخصت کو چھوڑ کر۔

عمل کرنا ملائکہ کی طرف۔ پس جس قدر مناسبت ملکیّت کی طرف طالب کرے گا اسی قدر جلدی ترقی حاصل ہو گی اور اسرار جو طالبِ مولا کو اس ولایت میں حاصل ہوتے ہیں مثل اسرار توحیدِ وجودی و شہودی کے نہیں کہ ان کو بیان کرسکیں بلکہ اس ولایت کے اسرار بہت ہی پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں۔ کسی صورت میں قابل اظہار نہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

ترجمہ: مصلحت نہیں کہ بھید پردے سے باہر نکلے ورنہ رندوں کی مجلس میں ایسی کونسی خبر ہے جو معلوم نہ ہو۔

اگر کچھ کہنے لگیں تو لفظ جو اُن معانی کی تعبیر کرسکیں کہاں سے لائیں۔ البتہ اس قدر ظاہر کر دیتے ہیں کہ اس وقت باطن سالک کا مظہر مسمّٰی اسم باطن کا ہو جاتا ہے جو حاصل کرے گا وہ دیکھے اور سمجھے گا۔ اس وقت تمام بدن میں وسعت پیدا ہو کر تمام پر حال لطیف غالب آ جاتا ہے۔ بعد طے ہو جانے ولایتِ علیا کے اَبِیْتُ عِنْدَ اللهِ كُلَّ طَوْرٍ ترجمہ: ''میں نے خُدا تعالیٰ کے پاس ہر حالت میں رات گذاری'' شروع ہو جاتا ہے حضرت قبلہ عالم پیر دستگیر خواجہ توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام میں بہت سے طریقوں کی نسبت مثلاً قادری چشتی سہروردی اور کئی نسبتیں اس مسکین پر ڈالیں۔ چنانچہ میں نے ہر ایک نسبت کو ببرکت خواجگان رضوان اللہ علیہم اجمعین الگ الگ معلوم و دریافت کرلیا۔ نیت اس دائرہ کی اس طرح ہے۔

نیت ولایتِ عُلیا:

فیض آتا ہے دائرہ ولایت علیا کا مسمّٰی اسم الباطن سے اُوپر تین عنصروں، آب، باد، آتش، میرے کے سوائے عنصر خاک کے۔

ذکر سُلطان الاذکار کا طریقہ

مُرشد کی چند توجہوں کے بعد اس مقام میں ذکر سلطان الاذکار بہت ہی مفید ہے اور اس کا طریقہ اس طرح پر ہے کہ سانس قلب میں بند کر کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کے سوراخوں میں دے، اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں سبابہ اور وسطی دونوں آنکھوں پر رکھے اور باقی انگلیوں میں سے ایک ایک اُنگلی یعنی خنصر ناک کے دونوں نتھنوں پر اور دونوں ہاتھ کی انگلی بنصر کو دونوں ہونٹوں کے ملاپ کی جگہ رکھ کر ذکر کلمہ شریف کا کرے۔ مثلاً ولایتِ کبریٰ کے وقت ذکر تہلیلی لسانی تھا۔ اب لسانی نہیں بلکہ حبس کے ساتھ ہے مگر طریقہ وہی ہے۔ یعنی قلب سے لا کو اُٹھا کر رُوح پر الٰہ کو ختم کر کے اِلَّا اللہ کی ضرب پھر لوٹ کر قلب پر مارے، جب سانس لینا ہو تو محمدٌ رسُولُ اللہ ﷺ کہے اور وہ یہ دُعا کہے الٰہی مقصود میرا تو ہی ہے۔ ترک کیا میں نے دنیا اور آخرت کو اپنا پورا وصل اور محبت اور معرفت اپنی دے۔ یہ امر ضروری چاہیے جب سانس نکلے تب بھی اور دم کھولتے وقت ناک کے راستے سانس لے تا کہ دانتوں کو ضرر نہ ہو۔ منہ سے نہ نکالے ورنہ تمام دانت خراب ہونے کا خطرہ ہے اور جس طرح ولایتِ کبریٰ میں لطائف کے مُنہ پر لَآ اِلٰہ کے گزرنے کا خیال کیا کرتا تھا اب اس مقام میں بھی لطائف کے اُوپر اسی طرح کرے۔ اس طریقہ سے ذکر کے عناصر

ثلاثہ کو بہت جلد صفائی حاصل ہوتی ہے اور ان کو جذب فوق کی طرف شروع ہو جاتا ہے اور جس وقت طالب ذکر کر کے بیٹھتا ہے تو اس کو نُور اپنے اندر کی طرف فوق کی طرف کشش کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ یہی علامت عناصر ثلاثہ کے جذب کی فوق کی طرف ہے۔تھوڑی دیر یہ جذب ہو کر ٹھہر جاتا ہے۔ پھر اس محل پر اُوپر سے فیض وارد ہونے لگ جاتا ہے اور یہی ولایتِ علیا کا فیض ہے پہلے آہستہ آہستہ حبس کرے تاکہ مشق ہو جائے۔ پھر زیادتی کرتا کرتا اگر گیارہ سانس ہر روز کرے تو کافی ہے۔ اصل طریقہ اس کا پانی میں بیٹھ کر کرنے کا ہے۔ اگر پانی میں غوطہ مار کر کرے تو بہت جلد عناصر کو صفائی حاصل ہوتی ہے۔ جب اس کا فیضان حاصل ہو جائے تو پھر چاہے پانی میں نہ کریں۔ ویسے ہی کر لیا کریں تو بھی پُورا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے مگر پانی میں بیٹھ کر کرنے سے ذرا خشکی کم ہوتی ہے۔ اگر بغیر پانی کے اس کو کریں تو غذا مرغن کھائیں اور دودھ کا بہت استعمال کریں اور ناک میں روغن بادام یا گھی کی نسوار لیتے رہیں اور سر میں دماغ پر بھی گھی کی مالش بہت کرتے رہیں تاکہ خشکی نہ ستائے۔ کسی بزرگ نے اس شعر میں اسی شغل کا ذکر کیا ہے۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرِ حق بر من بخند

ترجمہ: ''آنکھ، کان اور لب بند کر، اگر اللہ کا راز نہ دیکھے میرے اوپر ہنس۔''

کِسی ہندی شاعر نے اسی شغل کو اس طرح بیان کیا ہے۔

کان ناک مکھ میچ کے نام نرنجن لے
اندر کے پٹ تب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

یہ ذکر ہوش وحواس کے ساتھ کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ دماغ بیکار کر بیٹھیں بلکہ سانس کو قلب میں بند کر کے ذکر کریں۔ دماغ میں ہرگز سانس کو بند نہ کریں بالتبع اس کے دماغ میں بھی ذکر شروع ہو جاتا ہے اور کانوں سے ایک آواز آنے لگ جاتی ہے۔ اسی کو انحد اور صوتِ سرمدی کہتے ہیں اور اس طریقہ کے ذکر کا نام سلطان الاذکار ہے جب ذکر سے فارغ ہو تو بذریعہ مراقبہ ولایتِ علیا کے اس دریائے نور کا جس سے کہ ملائکہ اور عرش مجید بنے ہیں اپنے باطن پر فیض لے۔ تین دریا نُور کے سب سے نیچے وہ ہے جس کے ایک بلبلے کی مانند ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ہیں اور اس سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے نیچے دریا کی سیر کا نام ولایت صغریٰ ہے اور جس دریائے نُور سے انبیاء کرام علیہم السلام پیدا ہوئے ہیں۔ اس کی سیر کا نام ولایتِ کبریٰ ہے اور جس دریائے نُور سے عرشِ مجید اور ملائکہ مقربین پیدا ہوئے ہیں اس کا نام ولایت علیا ہے۔ اگر تو اس میں سیر کرے تو طوبیٰ لك (یعنی خوشخبری ہے تیرے لیے، خوشخبری ہے تیرے لیے) کیونکہ اب تیرے باطن کا پر طے ہو گیا یعنی مسمّٰی اسم باطن بھی تیرا بھرپور ہو گیا۔ آگے کمالاتِ نبوت رہ گئے وہ آسان ہے کوئی مُشکل نہیں۔ اگر حبس کے ساتھ کلمہ شریف کا ذکر نہ کر سکے یا ضرر ہو تو پھر لسانی ذکر تہلیلی اسی ترتیب سے جو ابھی حبس کے ساتھ کرنے کے واسطے ہم لکھ آئے ہیں کرے اور فیضان کا خیال عناصرِ ثلاثہ پر جو سوائے خاک کے ہیں ذکر کرنے کے وقت رکھے اور واضح رہے کہ اس مقام کا بالاصالتہ فیضان عناصر ثلاثہ پر پڑتا ہے مگر بالتبع عنصر خاک پر بھی پڑتا رہتا ہے اور بعد خیال رکھنے کے پھر یہ مقام طے ہو جاتا ہے ہراساں ہو کر ترک نہ کرے اور مایوس ہو کر

بزدل نہ بنے۔ اب کام قریب آ گیا ہے۔

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

مرد باید کہ ہراساں نہ شود

ترجمہ: ''ایسی کوئی مشکل نہیں ہے جو آسان نہ ہو جاتی ہو، آدمی کو چاہیے کہ گھبرائے نہیں۔''

نعمتِ باطنی مفت ملی ہوئی کیوں نہیں رہتی

اے طالبِ مولا! اگر تجھ کو طلب صادق ہے تو کسی مجذوب کے ہاتھ میں پھنس گیا اور اس نے نعمتِ باطنی تجھ کو ایک دم دے دی یا اسی طرح کسی صاحبِ ہوش بزرگ نے ایک ہی نظر میں تجھ کو نعمتِ باطنی سے مالا مال کر دیا تو سخت حسرت و افسوس ہے تیرے حال پر کیونکہ یہ نعمت تیرے پاس نہ رہے گی اگر چندے رہی بھی اور اس سے تجھ کو یا مخلوقِ الٰہی کو کچھ فائدہ نہ حاصل ہوا تو کس کام کی۔ کیا وجہ کہ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ اس طرح کی مُفت نعمت ملی ہوئی زیادہ سے زیادہ بارہ برس تک ایسے طالب کے پاس رہی اور پھر ایک دم زائل ہو گئی۔ وجہ یہ کہ نہ تو اس نے مجاہدہ کیا تھا اور نہ ہی طریقہ حاصل کر کے اس نعمت کے ٹھہرنے کا محل صاف کیا تھا اور نہ پیچھے سے ارواحِ طیبہ خواجگان سلسلہ کی امداد تھی۔ صرف اسی ایک بزرگ یا مجذوب کا عطیہ فیض تھا جس کے بڑھانے کے طریقہ کی کوئی خبر نہ تھی جب اس کو کسی طرف سے بھی امداد نہ پہنچی بلکہ اپنے اس کے افعال خلافِ شریعت اور صحبتِ بد سے جو خلاف اس فیضان کے

تھے بکثرت سابقہ پڑا تو جیسا مفت آیا تھا ویسا ہی مفت جاتا رہا اور جیسا تھا ویسا ہی خالی رہ گیا اور طریقت حاصل کرنے کے بعد جو آہستہ آہستہ صفائی باطنی کرتے کرتے مقامات میں ترقی حاصل کر کے اس نعمتِ باطنی کو حاصل کیا جاتا ہے تو اس طریقہ میں اپنے پیشوا سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تمام خواجگانِ سلسلہ کی ارواح طیّبات کی امداد ہر وقت طالب کے شامل حال رہتی ہے اور دوسرے بتدریجاً مجاہدات و مراقبات وغیرہ کے ذریعہ سے صفائی بھی ہوتی رہتی ہے اور ہر وقت فیض وارد ہوتا ہی رہتا ہے خواہ کتنا ہی خرچ کرے۔ اس واسطے یہ نعمت زائل نہیں ہوسکتی نہ زائل ہونے کا کھٹکا ہی رہتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان ستر ہزار پردے ظلماتی و نورانی ہیں تو انسان کے بدن میں سات لطائف ہیں اور ایک ایک لطیفہ میں دس دس ہزار پردے ہوتے ہیں۔ اگر طالب آہستہ آہستہ ذکر سے ان پردوں کو پھاڑتا ہوا واصل ہوگا تو اس کی طبیعت متحمل مشاہدہ جمال الٰہی کی ہو جائے گی اور بعد وصل دنیا کی طرف عود کرنا اس کے حق میں ناممکن ہو جائے گا۔ وَذٰلِكَ الْفَقْرُ اور دُنیا کی طرف لوٹ کر نہ جانا یہی فقر ہے۔ اسی واسطے اکابر نے فرمایا ہے: اَلصُّوْفِیُّ کَائِنٌ وَّ بَائِنٌ یعنی صُوفی دُنیا کے اندر بھی ہے اور دنیا سے علیٰحدہ بھی۔ باطن اس کا مشاہدہ جمال الٰہی میں ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اے طالبِ مولا! یہ مقام ہے کہ جہاں ملائکہ مقربین بھی حیران ہیں اور اس کی تفصیل سے خوفِ طوالت ہے لیکن اسی قدر بطور اشارہ کہے دیتے ہیں کہ اَلْمُجَاهَدَةُ مُوْرِثُ الْمُشَاهِدَہ یعنی مجاہدہ طالب کو مشاہدہ کا وارث بنا دیتا ہے۔ ہمت درکار ہے۔ کسی

نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

بہر کارے کہ ہمّت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

ترجمہ: جس کام کے لیے ہمّت مضبوط باندھ لی جائے وہ اگر کانٹوں کا انبار ہوتو بھی پھولوں کا گلدستہ بن جاتا ہے۔

پس ہمّت مرد کا اسمِ اعظم ہے۔

فصل

در بیان کمالاتِ نبوت و رسالت

و اُولو العزم کمالاتِ نبوت

یہ عبارت ہے تجلّیات ذاتِ دائمی سے جو اوپر عنصر خاک کے وارد ہوتی ہیں۔
اس مقام یعنی کمالاتِ نبوت کا فیض جو کہ عناصر ثلاثہ کے سوائے فقط عنصر خاک پر وارد ہوتا ہے۔ اس کی تکمیل میں پہلے کچھ لکھا ہے کہ پہلے اشغال اور اذکار نکارے معلوم ہوتے ہیں۔ فی الحقیقت اگرچہ وہ کار آمد ہیں اس سے عنصرِ خاکی میں ایک قسم کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر ہاں اتنی بات یاد رکھ کر عمل میں لانے کی بہت ضرورت ہے وہ یہ کہ کسی اسم صفاتی کا یہاں ذکر کرے۔ تب مقام کمالاتِ نبوت اپنے اصلی ظہور پر آتا ہے۔ چنانچہ میرے پیر دستگیر فداہ روحی نے جاری پانی میں بلکہ ناف تک کھڑے ہو کر اَللّٰہُ الصَّمَدُ بارہ ہزار پڑھنے کا حکم فرمایا تو اس میں بڑا اثر و عروج معلوم ہوا اور نیز یہ معلوم ہوا کہ انوار پہلے اس مقام کے سینہ مبارک رسول اللہ ﷺ سے اپنے اندر آتے معلوم ہونے لگے اور ہدایت کے تصرفات شروع ہونے لگ گئے اور اطمینان و سکون اور تسلی ذکرِ الٰہی کی خصوصیت کے ساتھ ہونے لگی اور لوگوں کو جو پاس آتے

جاتے ہدایت شروع ہوئی اور اسماء سبعہ کی زکوٰۃ معہ توجہ جو تحریر کی گئی وہ اس مقام میں
بہت ہی فائدہ بخش ہے خواہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ بطریق مذکور پڑھے یا اسمائے سبعہ بھی۔
سالک کے مُرشد کو اختیار ہے چاہے دونوں کرائے چاہے ایک ہی پڑھائے۔ ان
دونوں میں اکتفا کرے ہمّت اور حوصلہ کا خیال کرے اگرچہ یہ اسماء سبعہ شغل قادریوں
کا ہے مگر چونکہ یہ نقشبندی مجددی مرکب قادریہ سے ہے۔ اس لیے ان اسماء کی زکوٰۃ
میں حضرت غوث الثقلین کی روحانیت سے بہت مدد پہنچتی ہے اور یہ مقام طے ہو جاتا
ہے۔ اور خاص کر اسم وَهَّابُ اور وَدُوْدُ کے ورد سے عجیب کیفیات اور انعاماتِ الٰہی
ظاہر ہوتے اور محتاجی دُنیائے دُوں دُور ہو جاتی ہے اور استغناء فقیر پر ظاہر ہونے لگتا
ہے۔ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدُرْ یعنی جس نے چکھا نہیں وہ نہیں جانتا۔ جو آئے گا اس مقام
میں وہ خود بخود ہی معلوم کرے گا۔ اس مقام میں طالب کو چاہیے کہ گھبرا نہ جائے کیونکہ
جب یہ فیض کمالاتِ نبوت کا وارد ہوتا ہے تو جو معارف پہلے تھے مفقود ہو جاتے ہیں اور
تمام سابقہ حالات نکارے اور بُرے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ باطن میں بے رنگی اور
بے کیفی نقد وقت ہوتی ہے اور ایمانیات وعقائد میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور استدلال
بحق بدیہی ہو جاتے ہیں اور معارف اس مقام کے شرائع انبیاء علیہم السلام کے ہیں۔ اس جگہ
وسعت باطن کی اس قدر ہو جاتی ہے کہ وسعت جمیع ولایاتِ صغریٰ وکبریٰ وعلیا کی اس
کے ایک کنارے میں مثل لا شئے کے معلوم ہوتی ہے بلکہ تنگ البتہ ولایتوں میں بہ
نسبت ایک دُوسرے کے مناسبت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ نسبت صُورت وحقیقت کی
ہو۔ مگر باوجود فقدان ونکارت حالات ولایت سے بوجہ قصور دید اپنے آپ کو کافر فرنگ
سے بدتر دیکھتا ہے اور حقیقت وصل عریانی کی اس جگہ حاصل ہوتی ہے اور پہلے جو کچھ

حاصل ہوا تھا وہ وہم اور خیال کے دائرے میں معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سراب آب نما تشنہ کو نظر آتا ہے۔ جب اس میں جاتا ہے تو سوائے حسرت و ندامت اور کچھ نہیں ملتا۔ مگر جب توجہ پیشوائے کامل سے ہوتی ہے تو تشبیہہ رویت کی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ رویت موعود بآخرت ہے لیکن معاملہ اس جگہ میسّر ہو جاتا ہے کہ مشاہدہ کی تصدیق مثل رویت کے ہو جاتی ہے جیسے کہ رویت آخرت کی مخصوص بعالم خلق ہے۔ اسی طرح اس جگہ بھی عالم خلق کو نصیب حاصل ہو جاتا ہے۔ لطائف عالم امر اس جگہ لا شے محض ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ کو جن کا معاملہ اس مقام میں مخصوص بعنصر خاک ہے۔ اگرچہ دوسرے عناصر ثلاثہ کو بھی اس دولت سے حصّہ ہے۔ مگر بالتبع اپنے عنصر لطیف کے وہ بالاصالۃ عنصر خاک ہی کو ہے۔ لطافت احکام شرائع اخبار غیب وجود حق اور اس کی صفات ایسے ہی معاملہ قبر وحشر و مافیہا بہشت دوزخ وغیرہ جن کی مخبرِ صادق نے خبر دی ہے۔ اس مقام میں بدیہی اور عین الیقین کے درجہ پر حاصل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ موجود ہے تو کوئی شک وشبہ اور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ وجود حق سبحانہٗ وتعالیٰ مثل شیشے کے نظر آتا ہے یہ معاملہ بہت ہی عجیب ہے کہ باوجود علو اور بساطت اور بیرنگی اس مقام کے جس وقت کشف تام حاصل ہو جاتا ہے تو مقابل اس مقام پر نظر پڑ کر حیرت زیادہ ہوتی ہے بوجہ برابر میں ہونے اس مقام یعنی کمالاتِ نبوت اور اقربیت کے۔ اس واسطے کہ پہلے یہ اس قدر مُدّت میں کبھی نظر نہ آیا۔ اس وقت کیوں آنکھیں نہ کھلیں اور میں نے باوجود لطائف عالم امر کی آنکھوں کے عین مقصود کو اب تک کس واسطے نہ ڈھونڈا۔ اس مقام میں معمولی اذکار صوفیوں کے فائدہ نہیں دیتے۔ مگر تلاوتِ قرآنِ مجید باترتیل اور ادائے صلوٰۃ

بآداب بسیار بہت ترقی بخشتا ہے۔ ہاں اگر سالک اہلِ علم ہو تو تعلیم علم حدیث اور اتباعِ سنن حبیبِ خدا ﷺ ایک قسم کی قوت اور نور عطا فرماتا ہے اور سِرِّ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی اسی دائرے میں منکشف ہو جاتا ہے۔ اگرچہ سابقہ ہر مقام میں اس معرفت کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس جگہ معاملہ اظلال و صفات کے ساتھ تھا اور اس جگہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہے اور سالک کو اس مقام میں فناء اور بقاء صفات واجب کے ساتھ جیسا کہ لائق ہے میسّر ہو جاتا ہے اور پھر صفاتِ بشریہ کو ذات حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ ایسا قرب حاصل ہوتا ہے کہ اطلاق لفظ لا ھو و لا غیرہ کا کیا کرتے ہیں اور سالک کو جو صفات فنا کے مرتبہ میں حاصل ہوئی ہے اس قرب سے حصّہ پا کر قَابَ قَوْسَيْنِ کے قابل ہو جاتا ہے۔ جب حضرت ذات سبحانہ کے مرتبہ میں فانی ہو کر پھر اس مقام میں بقا پائے تو تکلّم ساتھ قرب اَوْ اَدْنٰی کے ہو جاتا ہے اور حقیقت اس معاملہ کی اس پر ایسی منکشف ہوتی ہے کہ تحریر اور تقریر میں نہیں آ سکتی۔ اگر کچھ لکھوں تو کوئی کیا سمجھے۔ جب دَنٰی فَتَدَلّٰی اس مقام میں مکشوف ہوتا ہے تو وہ پہلے مقام سے بھی زیادہ نازک تر ہے۔ فہم عوام بلکہ خواص سے زیادہ نازک تر ہے۔ اے قلم تو بس کر تیری طاقت نہیں۔ نیت اس دائرہ (دائرہ کمالاتِ نبوت) کی اس طرح ہے۔

نیّت کمالاتِ نبوت

فیض آتا ہے تجلّیات ذاتی دائمی کا اوپر عنصر خاک میری کے اس ذات سے جو منشاءِ کمالات نبوت کا ہے اس جگہ تین مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ کمالاتِ نبوت کا، دوسرا کمالاتِ رسالت کا اور تیسرا کمالات اولوالعزم کا۔

کمالاتِ رسالت، نیّت مراقبہ کمالاتِ رسالت

فیض آتا ہے دائرہ (دائرہ کمالات رسالت) کمالاتِ رسالت سے اوپر ہیت وحدانی میری
کے اس ذات سے جو منشاءِ کمالاتِ رسالت کا ہے اور ہیئت وحدانی کے معنی عالم امر اور
عالم خلق کے مجموعہ کے نام ہیں جو بعد تزکیہ و تصفیہ کے ہیئت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ
کوئی شخص معجون بنائے تو اوّلاً دواؤں کی الگ الگ صُورت ہوتی ہے مگر جب معجون تیار
ہو جاتی ہے تو اس کی لذّت اور صورت و خواص اور ہی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لطائف
عشرہ سالک کے اس مقام میں اور فوقانی مقامات میں عروج کثیرہ پکڑ جاتے ہیں اور
کثرت انوارات میں پہلے سے زیادہ وسعت اور بیرنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مقام اور
دیگر مقاماتِ فوقانی کی نسبت اپنے ماتحت مقاموں سے نسبت پوست اور مغز کی ہے۔

مرتبہ کمالات اُولوالعزم نیت کمالاتِ اُولوالعزم

فیض آتا ہے دائرہ کمالات (دائرہ کمالات اولوالعزم) اولوالعزم سے اوپر ہیئت وحدانی میری
کے اس ذات سے جو منشاء کمالات اُولوالعزم کا ہے اس مقام میں کشف اسرار مقطعاتِ
قرآنی اور متشابہات فرقانی کا ہوتا ہے۔ بعض اکابر اسرار محب اور محبوبوں کے اس جگہ
حاصل کرتے ہیں۔ بواسطہ اتباع حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور اسرار حروفِ مقطعات مثلاً
صٓ قٓ وغیرہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ نہ حوصلہ اور طاقتِ بشر ہے کہ بیان کر سکے۔ اگر
بالفرض والتقدیر کرے بھی تو سُننے والے کے ہوش وحواس رُخصت ہوتے ہیں۔ وہ سُننے
کی طاقت نہیں رکھتا اور بیان کرے تو لفظ کہاں سے لائے۔ ہاں سالک کا سینہ اس کا

محل اور مظہر ہوتا ہے۔ عوام الناس کو یہ قوت نہیں۔ اگر یہ اسرار بیان ہو سکتے تو امام الطریقت حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان فرما دیتے اور کس کی طاقت ہے اس طریقہ میں کمالاتِ نبوت کے دائرہ کے حصُول کے بعد پیشوا کو چاہیے کہ فقر کی ٹوپی مرید کو پہنا کر اجازت تلقین وسکینۃ القلوب کی توجہ مرید پر ڈالے اور وظائف اشراق تہجد، اوابین کی اجازت سالک کو بخشیں۔ اگر ختمِ خواجگان بھی پڑھ لیا کرے تو بہت ہی مفید ہے۔ اس وقت مرید کو خلیفۂ مجاز کہا جاتا ہے۔ مگر ابھی خلیفہ مطلق نہیں کہلا سکتا۔ میراں سید بھیک صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بھیکا! وہ نرکور ہیں جو گُورُ کو جانیں اور
ہر روٹھیں گورمیل دیں گور روٹھیں نہیں ٹھور

ترجمہ: اے بھیک! وہ لوگ بُہت ہی بدنصیب ہیں جو پیر کی قدر نہیں کرتے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے تو پیر کی دعا سے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ممکن ہے لیکن اگر پیر ہی روٹھ جائے تو کوئی خوش کرنے والا نہیں۔

مرد کی خدمت کے بغیر کچھ نہیں بنتا۔ اس مقام پر میرے پیر دستگیر قبلہ عالم نے جو مجھے ٹوپی عنایت فرمائی تھی وہ میرے پاس موجود ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

رنگلی سیج بچھائے کے پردے راکھے دو
تن دیا من نہ دیا سہاگن کت بدھ ہو

جب تک پردہ دوئی کا تجھ سے دُور نہ ہو لے اور تیرے لطائف میں مقامات

مذکور کا فیضان نہ وارد ہولے تو بزرگوں کی سیرت وصورت کس طرح بنے۔ یہ معاملہ باطن محض بفضلِ خُدا طے ہوتا ہے یا بہ شفقتِ پیر، عمل کو اس میں دخل نہیں۔ اگرچہ جمیع مقامات میں بغیر فضلِ الٰہی کوئی عمل فائدہ نہیں بخشتا تاہم عمل بمنزلہ اسباب ظاہری کے ہے لیکن ان مقاماتِ ثلاثہ میں اسباب کو بھی دخل نہیں۔ اگرچہ ذکر ازالہ کدورتِ بشری کے لیے پورا اثر رکھتا ہے۔ مگر ترقیٔ باطن کے واسطے نتیجہ بخش نہیں ہے مثلاً ذکر اسم ذات یا نفی اثبات تہلیلی لسانی کوئی بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ راستہ ہی میں رہ جاتا ہے مگر جب لفظ محمد رسُول اللہ کا تہلیلی کے ساتھ ختم کیا جائے یا دُرود شریف اس کے ساتھ ملایا جائے تو پھر بہت قوت مقاماتِ فوقانی میں حاصل ہوتی ہے بلکہ وسعت لفظ محمد رسول اللہ کے ذکرِ تہلیلی سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ بواسطۂ قرأت قرآنِ مجید ترقیات ان مقامات کی بے حد حاصل ہوتی ہیں۔ آگے جس مرتبہ میں پہنچے گا بواسطہ قرآنِ مجید پہنچے گا۔ اس جگہ سے آگے دو راستے ہیں۔ مُرشدِ کامل کو اختیار ہے جس راستے سے چاہیں آگے چلائیں ایک راستہ حقائقِ الٰہیہ کا ہے جو عبارت ہے۔ حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآن، حقیقتِ صلوٰۃ سے، اور دوسرا راستہ حقائقِ انبیاء علیہم السلام کا ہے جو عبارت ہے۔ حقیقتِ ابراہیمی، حقیقتِ موسوی، حقیقتِ محمدی اور حقیقتِ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور اس مسکین کو پیر دستگیر قبلہ عالم نے حقائق الٰہیہ کے راستہ سے طے کرایا تھا اس لیے میں پہلے حقائقِ الٰہیہ کو ہی بیان کرتا ہوں۔

فصل

در بیان حقائقِ الٰہیہ

۱۔ حقیقتِ کعبہ

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقتِ کعبہ (دائرہ حقیقت کعبہ) سے اوپر ہیئتِ وحدانی میری کے اس ذات سے جو مسجود ممکنات کی ہے اس جگہ عظمت اور کبریائی حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی مشہود ہوتی ہے جب فنا اور بقا اس مرتبہ پاک کی حاصل ہو جائے تو سالک اپنے آپ کو اس شان میں پاتا ہے کہ توجہ ممکنات کی اپنی طرف معلوم کرتا ہے۔ مرتبہ کمالات میں جو کمال بیرنگی مشہود تھی۔ اگرچہ وہ اس مقام میں نہیں لیکن علو نسبت باطن بیش از بیش ہے۔ حقائق انبیاء میں علو و وسعتِ نسبت اور بے رنگی حقائق الٰہیہ سے کم ہے اور اس کا بھید یہ ہے کہ چونکہ سالک کو فنا اور بقا مرتبہ ذات بحت میں میسّر ہو کر متخلق باخلاق اللہ اس مرتبہ مقدسہ میں ہو جاتا ہے۔ البتہ قوت مدرکہ میں ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ ادراک نسبت فوقانی کا کرے۔ اس باعث سے بے رنگی اس مقام کی معلوم نہیں ہو سکتی کمالات میں نسبتیں ایک سی معلوم ہوتی ہیں۔ اگرچہ نسبت کمالات کی بے رنگی کو حقائقِ الٰہیہ کی بیرنگی سے مناسبت صوری ہے جو اس سے گزر گیا ہے وہی جانتا ہے۔ سالک کو پہلی ولایتوں میں جس قدر فنا و بقا مرتبہ صفات وشیونات

حاصل ہو چکی ہے اسی قدر مدرکہ میں تھی۔ بعدہٗ ادراک دشوار ہو جاتا ہے۔ کمالاتِ ولایت دُوسرے مرتبہ سے حاصل ہوتے ہیں اور کمالاتِ نبوت دوسرے سے۔ آپس میں ان کو کوئی مناسبت نہیں۔ اگرچہ مناسبت صوری ہے لیکن حقیقت میں کوئی بھی مناسبت نہیں اور بعض اکابر نے ولایت کو ظل مرتبہ نبوت کا قرار دیا ہے مگر محققین کے نزدیک یہ ثابت نہیں اور دریافت سے میں نے کسی امر میں اس کے درمیان نسبت نہیں پائی۔ البتہ مرتبہ کمالات کہ ان حقائق کے ساتھ ایک طرح کی نسبت ثابت ہے جیسا کہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حقائق کو کمالات کے ساتھ نسبت امواج کی طرح کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تجلّیاتِ الٰہی ظہور تجلّیات دائمی کا ہیں ضروری ہے کہ جو نسبت فوقانی ہے خارج مرتبہ ذات سے نہیں ہو سکتی۔ البتہ لفظ امواج کا درست ہے۔ درحقیقت میری ناقص عقل میں یہ آتا ہے کہ جو چیزیں حقائق میں ظہور کرتی ہیں وہ کمالات کی نسبت سے نہیں ہیں۔ مثلاً حقیقتِ کعبہ معظّمہ کے ظہور میں عظمت اور کبریائی کا ظہور ہوتا ہے اور مسجودیت ہر ممکنات کی اس ظہور میں آتی ہے کہ عقل اس کے ادراک سے لنگ اور عاجز ہے اصل حال یہ ہے کہ حصول اس مرتبہ متعالیہ کا بدوں توجہ مُرشد کے متعذر ہے۔ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللہ۔

۲-حقیقتِ قرآن شریف کا بیان

نیت دائرہ حقیقتِ قرآن اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقتِ قرآن سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے اس ذات سے جو بیچون وبیچگون ہے۔ بعض اکابر نے اس مقام کی توجہ میں اس طرح دیکھا ہے کہ کعبہ کے اوپر ایک زینہ ہے جس کے ذریعہ

سے میں اُوپر چڑھ کر حقیقتِ قرآن میں داخل ہوا ہوں۔ حقیقتِ قرآن مراد ہے۔ مبداء وسعت بیچوں حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اس مقام میں شرح صدر ہو جاتا ہے اور احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں وسعت اور بے چونی میں اور اطلاق لفظ وسعت سے میدان تنگ معلُوم ہوتا ہے اور سر شگفتن غنچۂ دہن محبوبِ حقیقی کا معلوم ہوتا ہے۔ بطون کلامِ الٰہی کے اس جگہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر حرف کلام اللہ کا ایک دریائے بے پایاں دکھائی دیتا ہے جو موصل کعبہ مقصود کا ہے۔ قصائص مختلفہ اور اوامر ونواہی قرآن مجید کے پڑھنے سے عجیب چیزیں ظہور کر کے اسرار درمیان میں آتے اور قدرت وحکمت بالغہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ظاہر کرتے ہیں اور پند ونصائح اور قصص وحکایات انبیاء علیہم السلام جو واسطے تفہیم عوام اور ہدایت بنی آدم اور احکام شریعت کے جو ارشاد فرمائے ہیں۔ ان سب کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ بطون ان حروف میں عجیب کیفیات اور عجیب معاملات ہیں۔ جن سے حیرت پر حیرت بڑھتی ہے اور ہر حرف سے ایک خاص شان ظاہر ہوتی ہے کہ اس پر دل وجان قربان کر دے۔

نہ حسنش غائتے دارد نہ سعدیؔ راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستقی و دریا ہم چناں باقی

ترجمہ: نہ اس کے حسن کی انتہا ہے اور نہ سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام کی انتہا۔
استقا کا مریض پیاسا مر جاتا ہے اور دریا ویسا ہی باقی ہے۔

قرآن مجید کے پڑھنے کے وقت قاری کی زبان حکم شجرۂ موسیٰ کا رکھتی ہے۔
اس وقت حقیقتِ قرآن کی جو سالک کو حاصل ہوتی ہے تو تمام قالب سالک قاری کا ہی

زبان معلوم ہوتا ہے اور اس جگہ کی علو ونسبت مشابہ ہے ساتھ کمالات کی نسبت کے اور نسبت کمالات باوصف اس علو و وسعت کے بلکہ حقیقتِ کعبہ معظّمہ بھی باوجود اس عظمت وکبریائی کے حقیقتِ قرآن کے نیچے دکھائی دیتی ہے۔

۳- بیان حقیقتِ صلوٰۃ

نیت حقیقتِ صلوٰۃ یہ ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ (دائرہ حقیقت صلوٰۃ) سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے جو کمال بے چونی وسعت سے مراد ہے۔ اس دائرہ میں کمال وسعت بیچونی حضرت ذات حق سبحانہٗ تعالیٰ مشہود ہوتی ہے وسعت وعلو اس مقام کا کیا ظاہر کیا جائے کہ حقیقت قرآنِ مجید ایک جزو حقیقتِ صلوٰۃ کا ہے اور دوسرا جزو حقیقتِ کعبہ معظّمہ اور واردات اس مقام کا بیان کیا کہہ سکتے ہیں اور اگر کہا جائے تو کون سمجھے یہ نماز کی حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط

(سورۃ العنکبوت آیت: ۴۵)

اس جگہ نماز کی حقیقت کے تین فرض ہیں۔ حقیقتِ قرآن، حقیقتِ کعبہ، ارکان مخصوصہ۔ انسان پر رحمان کی طرف سے لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ اور مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ کی ندا کا ظاہر ہونا۔ یہاں پر کمال وسعت ذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ کی ظاہر ہوتی ہے۔ جس سالک کو اس حقیقتِ مقدسہ سے حصہ ملا تو ادائے صلوٰۃ میں وہ اس جہان سے نکل کر آخرت میں پہنچ گیا اور شبیہہ رویت اخروی کی اس نے یہیں حاصل کر لی۔ وقت تحریمہ کے گویا کہ دونوں جہان سے ہاتھ دھو کر ان اسرار حقیقتِ صلوٰۃ کو پسِ پشت ڈال دیا اور اَللّٰہُ

اَکْبَرْ کہہ کر حضور سلطان ذی شان کے دربار میں حاضر ہو گیا اور ہیبت وعظمت و کبریائی حضرت جل جلالہٗ کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و لا شے محض جان کر محبوبِ حقیقی کے قربان ہوتا ہے اور قرأت کے وقت وجود موہوب کہ لائق اس مرتبہ کے ہے۔ متکلم حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ ہو کر مخاطب اس جناب باری کا ہو جاتا ہے اس وقت لسان قاری کی شجرۂ موسیٰ علیہ السلام ہو جاتی ہے جیسا کہ پہلی حقیقت میں ذکر ہو چکا ہے اور جب رکوع میں جاتا ہے تو نہایت خشوع کرتا ہے۔ پھر زیادہ قرب سے ممتاز ہو جاتا ہے اور تسبیح میں دوسری طرف مشرف ہوتا ہے۔ پھر واسطے حصول ایک اور نعمت کے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا قومہ کرتا ہے۔ یعنی حضور حق سبحانہٗ تعالیٰ میں سیدھا کھڑا ہوتا ہے اور بھید اس نعمت کا یہ ہے کہ اب چونکہ قصد ادائے سجود رکھتا ہے پھر قیام سے سجدہ میں جاتا ہے۔ یہ موجب زیادتی تذلل و انکساری ہے بہ نسبت رکوع کے۔ اب سجدہ میں گیا تو اس قرب کا جو وقت ادائے سجدہ کے بندہ کو اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ بے مثل ہے جس کے ادراک سے انسانی عقل عاجز ہے اور یہ سجدہ ہی خلاصہ تمام نماز کا ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے:

اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمِی اللّٰہِ ط [1]

ترجمہ: سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں پاؤں پر سجدہ کرتا ہے۔

اور قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ خود اسی قرب کے واسطے حکم فرماتا ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ○ (سورۃ العلق آیت:۱۹)

---

[1] حلیۃ الاولیاء الجزء ۶، ص: ۱۷ میں قدم الرحمٰن آیا ہے۔

ترجمہ: سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

سرور قدمش دادن ہر بارچہ خوش باشد
راز دل خود گفتن بمحبوب چہ خوش باشد

ترجمہ: ہر بار اس کے پاؤں میں سر رکھنا کیا ہی اچھا ہے۔ محبوب سے اپنے دل کا بھید کہنا کیا ہی اچھا ہے۔

جب توہم ہوا کہ میں نے تمام مشاہدہ پا لیا ہے تو اس کے رفع کرنے کے واسطے پھر تکبیر کہتا ہوا یعنی

اَللّٰہُ اَکْبَرُ مِنْ اَنْ اَعْبُدَہٗ حَقَّ عِبَادَتِہٖ وَ اَتَقَرَّبُ بِہٖ حَقَّ قُرْبِہٖ ط

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس سے بہت بڑا ہے کہ میں اس کی عبادت کرسکوں جیسا کہ اس کا قرب حاصل کرنے کا حق ہے۔

جلسہ میں بیٹھ کر سوال مغفرت کا کیا جو جرائم کہ ادائے نماز میں عدم حضوری یا خطرات سے پیدا ہوئے۔ ان سے مغفرت مانگی۔ پھر زیادہ طلب قرب کے واسطے دوسرے سجدہ میں گیا۔ پھر تشہد میں بیٹھا اور شکر و تحیات بجناب باری اس قرب کے احسان پر جو ہوا ہے بجالایا اور کلمہ شہادت یہاں اس واسطے ہے کہ یہ دولت قرب الٰہی کی بدوں تصدیق اور اقرارِ توحید و رسالت کے محال ہے اور درود اس واسطے ہے کہ وقت ادائے نماز کے جو خلوت محبوبِ حقیقی کے ساتھ نصیب ہوئی ہے یہ خاص منصب خلت کا رکھتی ہے یہ منصب نصیب حضرت خلیل علیٰ نبینا و علیہ السلام ہے۔ گویا کہ بطفیل

ان کے وہ خلت یعنی خلوت اس معبود کے ساتھ طلب کرتا ہے اور جاننا چاہیے کہ سنن و نوافل بآداب تمام بجالائے کہ مکروہ وخطرات فاسد سے خالی ہوں تو حقیقت صلوٰۃ کما ینبغی جلوہ فرماتی ہے اور حضور اور جمعیت نماز کی رکھتی ہے۔ آنکھیں بند کرنی نماز میں بدعت ہے اگرچہ واسطے حضوری کے جائز ہے تاہم خلافِ سنّت نہ کرنا چاہیے اور اگر قرآنِ مجید خوش خواں اور صحیح خواں ہو تو بہ نسبت حقیقت صلوٰۃ کی اس سے بھی بہت ظہور پاتی ہے اور ظہور فوقانی اس نسبت کا ظاہر ہوتا ہے اگر کوئی خوش خواں نہ ہو مگر صحیح خواں ہو تو بھی حقائق نماز جلوہ فرماتے ہیں یہاں تک سیر قدمی سالک کی ہوتی ہے اس سے آگے آگے سیر نظری ہے یعنی اس جگہ تک سالک اپنے آپ کو دائرہ میں داخل کرسکتا ہے۔ اس کے بعد آئندہ دائرے میں داخل نہیں کرسکتا۔ ایک اصل حقیقت اس نماز کے بارے میں تحقیق ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے اوزان اہلِ دنیا یعنی دنیا پر رہنے والوں کے ہیں کہ قیمتی اشیاء کے ذرّہ ذرّہ کا وزن کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اوزان عالم آخرت کے ہیں جیسا کہ کلامِ مجید میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ (سورۃ الزلزال آیت: ۸،۷)

ترجمہ: جو شخص ایک ذرّہ کے برابر بھلائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ایک ذرّہ کے برابر برائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

دعویٰ خلافتِ ملائکہ و مقابلہ آدم و ملائکہ

حضرت باری تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ بتاؤ آدم علیہ السلام کا بدن کتنے ذرّوں

سے مرکب ہے تو حساب کرنے والے ملائکہ نے حساب کر کے عرض کیا کہ بارِ الٰہا! ساڑھے تین کروڑ ذرّہ سے بدن آدم علیہ السلام کا مرکب ہے۔ پھر ملائکہ نے باری تعالیٰ سے یہ راز دریافت کیا کہ یا الٰہی اس کی اولاد زمین پر فساد و خونریزی کرے گی۔ اس کو کیوں خلیفہ بناتا ہے حالانکہ ہم تیری تسبیح وحمد پہلے ہی بیان کر رہے ہیں اس منصب کا حقدار ہم کو کیوں نہ سمجھا گیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے اور آدم کے علم اور تسبیح و عبادت وحمد کا مقابلہ کراتے ہیں جو بڑھے گا اس کو یہ منصب دیا جائے گا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے پُوچھا کہ زمین کے اُوپر کی چیزیں اور اُن کی تاثیریں بتاؤ۔ ملائکہ نے عرض کیا:

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ (سورۃ البقرہ آیت: ۳۲)

جب ملائکہ نے اپنی لاعلمی کا اقرار کیا تو پھر آدم علیہ السلام سے پُوچھا تو آدم علیہ السلام نے تمام چیزوں کے نام اور تاثیریں اور جو جو چیزیں ان سے بنتی تھیں۔ سب بتلا دیں مثلاً گیہوں کی روٹی، مٹھائی، حلوہ، پراٹھا، سویاں وغیرہ۔ اسی طرح ہر چیز سے جو جو چیزیں بنتی تھیں سب بتا دیں۔ پھر عبادت کا مقابلہ کیا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایک بار دل سے کہا سُبْحَانَ اللہ تو آپ کے ہر ذرّہ سے یہی اسم مُبارک نکل کر ساڑھے تین کروڑ کی ایک تسبیح ہوگئی ملائکہ میں یہ بات نہ تھی کیونکہ وہ محض بسیط ہیں۔ ان میں دل جگر دماغ اور ان کے ذرّات کہاں وہ صرف نوری پتلے ہیں ان کی فقط ایک تسبیح کہی ہوئی ہے ایک ہی رہی۔ تین کروڑ ملائکہ ہوں تو آدم کی ایک تسبیح کا مقابلہ کریں اور آدم علیہ السلام نے اکیلے

ایک لحظہ میں ساڑھے تین کروڑ فرشتوں کی عبادت کر لی جس قدر ذرّوں سے آدم علیہ السلام مرکب تھے۔ اسی قدر ذرّوں سے آپ کی تمام اولاد بھی مرکب ہے خواہ کوئی بھی ہو۔ بناوٹ میں کسی کی ذرّہ بھی فرق نہیں۔ جب بنی آدم نے حضور الٰہی کے ساتھ قلب سے ایک دفعہ تسبیح ایک اسمِ ذات کی کی تو اس کی ساڑھے تین کروڑ تسبیح اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوگئی۔ اسی طرح نماز جو حضور الٰہی اور اس حقیقت کے ساتھ ہو کہ جس میں بدن کو فناء اور بقاء حقیقت صلوٰۃ میں ہو چکی ہو تو پھر اس کی ایک نماز ساڑھے تین کروڑ ہو گی اور نماز عبادت تام ہے اور ذکر و اذکار جزوی عبادت ہے اور جو اس عبادت تام کو نہیں پہنچ سکتے۔ چودہ طبق کی عبادت ایک طرف جس میں یہ نماز نہ ہو اور یہ نماز ایک طرف ہو تو نماز بھاری رہے گی اور یہ نماز ہی امانتِ ربی ہے جو ہم کو ملی ہے جس کے اٹھانے سے زمین اور پہاڑوں نے انکار کیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور ہے کہ نماز جس ہیئت مجموعی کے ساتھ انسان کو عطا ہوئی ہے بوجہ اس کی جامعیت کے ویسی تمام مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں ہوئی کیونکہ انسان کے سوا باقی تمام مخلوقات نماز کے تمام ارکان ادا کرنے پر قادر نہیں۔ مثلاً چوپائے جانور ہمیشہ رکوع میں رہتے ہیں قیام و سجود نہیں کر سکتے اور کل نباتات ہمیشہ قیام میں رہتی ہیں۔ رکوع و سجود نہیں کر سکتیں اور پیٹ کے بل چلنے والے جانور ہمیشہ سجدے میں رہتے ہیں قیام و رکوع نہیں کر سکتے۔ غرض کہ اس طرح ہر ایک مخلوق نماز کا ایک ایک رکن ادا کر سکتی ہے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے خاص انسان کو ہی عطا فرمائی ہے کہ ساری مخلوق کے ارکان اکیلا ہی ادا کر دے۔ اسی واسطے تمام مخلوق نے اس بار امانت کو اُٹھانے سے انکار کر دیا کیونکہ سب جانتے تھے کہ اس

کے ادا کرنے کی ہم میں طاقت نہیں۔ دوسری اور مخلوقات میں قلب نہیں کہ جس میں یار کے ساتھ ملنے کا جوش اور ذوق وشوق ہو۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور اس خاکی پتلے نے بھی حق خلافت ادا کر کے دکھا دیا کہ جو کام تمام مخلوق سے پورا نہیں ہوتا تھا وہ اس اکیلے نے پورا کر دیا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتا ہے انسان بھی
پر فرشتوں سے نہ ہوا جو کام ہے انسان کا

معبودیتِ صرفہ

نیت دائرہ معبودیت صرفہ کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے معبودیتِ صرفہ (دائرہ معبودیت صرفہ) سے اوپر قوتِ نظری میری کے ذات بحت سے۔ اس دائرے میں سیر قدمی کو گنجائش نہیں یعنی پرواز سے اس میں نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ مقام عابدیت میں تھا جب ہادیٔ برحق اس میں توجہ دیتا ہے تو ایسا کشف ہوتا ہے جیسا کہ یہ مقام عالی ہے بلند بیرنگی بہت ظاہر ہوتی ہے سالک ہر چند اس دائرے میں داخل ہونا چاہتا ہے مگر یہ اس کو میسّر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ معبودیّت صرف محضہ ہے اس میں گنجائش قدم کی کیونکر ہو مگر نظر یعنی فکر سے فیض لے سکتا ہے۔ ''نظر ہر کجا تماشا کند مے کند'' یعنی نظر جس کا تماشا دیکھے دیکھ سکتی ہے۔

اور سِرّ کلمہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ کا یہاں ظہور پاتا ہے۔ فی الحقیقت حق عبادت کسی قسم کا ہو سوائے ذات مُجردہ کے کسی کو نہیں۔ ممکنات کو کیا لیاقت ہے کہ اس مرتبہ

میں شریک ہو۔ هُوَ کَانَ مَنْ کَانَ حقیقت شرکت ذاتِ الٰہی اس جگہ نہیں رہتی بلکہ بیخ و بن اس جگہ اکھڑ جاتی ہے۔ سیر حقائق الٰہیہ کی اس جگہ تک تھی۔ آگے حقائق انبیاء علیہم السلام کا بیان ہوگا۔

فصل در بیان حقائق انبیاء علیہم السلام

اب حقائق انبیاء علیہم السلام بیان کیے جاتے ہیں جو عبارت ہے حقیقت ابراہیمی، حقیقت موسوی، حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور حقیقت احمدی علی خاتمہم اُولاً و اُجمعہم ثانیاً الصلوٰۃ والسلام۔

حقیقت ابراہیمی علی صاحبہا السّلام

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے اس ذات سے جو منشائے حقیقت ابراہیمی کا ہے (دائرہ حقیقت ابراہیمی) اس مقام کے بہت سے انوار و اسرار ہیں۔ اس عالی مقام میں خاص انس اور خلوت جو مخصوص بحضرت ذات سبحانہٗ کے ہوتی ہے۔ ظاہر ہو کر خلت اس حضرت کی اور عظمت سالک کو معلوم ہوتی ہے اس عالی مقام میں جو کیفیت حاصل ہوتی ہے وہ دوسرے مقامات میں کیفیت و خصوصیّت حاصل نہیں ہوتی۔ اگرچہ یہ فضل جزوی ہوتا ہے اور اس مقام میں محبوبیت صفاتی جلوہ گر ہوتی ہے اور حقیقت محمدی و احمدی علیہما الصلوٰۃ والسلام میں ذاتی ہے اور اس عبارت کے یہ معنی ہیں جیسا کہ ذات متعالیہ اپنے آپ کو دوست رکھتی ہے پہلی قسم حقیقت محمدیہ و احمدیہ علیہما الصلوٰۃ والسلام ہے اور دوسری کا نام خلت و حقیقت ابراہیمی علیہ السلام ہے۔ محبوبیت صفاتی مثل خدوخال قد و عارض ہے۔ اس وجہ سے اس مقام میں اس قدر بے رنگی نہیں بخلاف ذاتی محبوبیت کے۔ جس کا بیان آگے اس

کے محل پر ہوگا کہ اس منصب کے مقام عالی ہیں۔ جب میں نے اس میں توجہ کی تو خصوصیت اپنی حضرت خلیل علیٰ نبینا و علیہ السلام کے ساتھ ہوتی ہوئی معلوم ہوئی میں نے حضور پُرنور قبلۂ عالم (حضرت خواجہ توکّل شاہ صاحب) سے ذکر کیا تو حضور نے فرمایا کہ ہم کو بھی خصوصیت حضرت خلیل علیہ السلام کے ساتھ ہوگئی تھی مگر ہم حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے حضرت خلیل علیہ السلام کی خلت بھی حقیقت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے تو سالک کو چاہیے کہ سوائے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسی خصوصیت کے ساتھ غیر کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ خلت بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اگر ذرا بھی متوجگی غیر کی طرف ہوگی تو منصب سے گر جائے گا۔ اس مقام میں سالک کو بے خودی حضرت ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ سوائے ذات کے دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا اگرچہ اسماء ہوں یا ظلال، مزارات مشائخ کرام ہوں یا ارواحِ طیبہ و ملائکہ کرام۔ اس کو استعانت غیر خدا سے خوش نہیں لگتی اس کو یہ واردات رہتی ہے:

رَبِّیْ اَعْلَمُ بِحَالِیْ مِنْ سُوَالِیْ۔

ترجمہ: میرا پروردگار میرے حال کو میرے سوال کی نسبت زیادہ جانتا ہے۔

صلوٰۃ ابراہیمی اس مقام میں بہت فائدہ بخشتی ہے جو نماز پڑھی جاتی ہے آگے اس سے دائرہ محبت صرفہ یعنی حقیقتِ موسوی کا ہے۔

حقیقتِ موسوی علی صاحبہا السّلام

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقتِ موسوی (دائرہ حقیقت موسوی) سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے اس ذات سے جو منشا حقیقتِ موسوی کا ہے۔ اس مقام کی

کیفیت پوری قوت کے ساتھ وارد ہوتی ہے اور محبت اللہ تعالیٰ کی جو واسطہ ذات اپنی کے ہے اور حقیقتِ موسوی سے یہی مراد ہے یہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں بعض اکابر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبوبیت ثابت کی ہے اور ان بزرگوں کی مراد یہ ہے کہ یہ محبوبِ خُدا کے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ مرتبہ نبی اولوالعزم اور رسالت کا بغیر محبوبیت کے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ انبیائے کرام محبوبِ حق سبحانہ تعالیٰ ہوتے ہیں اور محبوبوں کو اجتباء ہوتا ہے یہ ہمارے منافی نہیں کیونکہ امامِ الطریقت حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ اور ان کے تابعین نے محبوبیّت ذاتی حقیقتِ احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو قرار دیا ہے۔ محبوبیت ذاتی اور صفاتی میں فرق معلوم کرلو کہ کیا ہوتا ہے۔ اس مقام کی خصوصیات یہ ہیں جب حقیقت موسوی کا فیض وارد ہوتا ہے تو بعض طبائع سے بیساختہ لفظ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ۔ ''اے میرے پروردگار تو مجھے اپنی ذات کا جلوہ دکھا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں۔'' نکلنے لگتا ہے اور بعض متحمل ہوتے ہیں برداشت کر لیتے ہیں مگر جن طبائع میں جوش ہے ان سے برداشت نہیں ہو سکتا۔ یہ مقام عالی ہے اس میں ظہور ایسے الفاظ کا کم ہونا مناسب ہے تعجب کی بات ہے کہ اگرچہ اس مقام میں ظہور محبت ذاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے نشان بے نیازی و استغنا کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ بظاہر اجتماع ضدین ہے۔ مگر یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حالات وارد ہونے کے وقت کا ذکر ہے یعنی جب آپ پر اس کی حقیقت وارد ہوتی تھی تو ایسے لفظ اس وقت زبان مُبارک سے نکلتے تھے جو عام لوگوں کو گستاخانہ معلوم ہوتے تھے۔ فی الحقیقت یہ ضد ان حالات میں ہے کہ گاہے ایک حال ہے گاہے دوسرا حال۔ اس مقام میں ترقی بخش درود یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصًا عَلٰی کَلِیْمِکَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقت محمدی سے کہ عبارت ہے محبیت ومحبوبیت ذات پاک اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات پر اوپر ہیئت وحدانی میری کے۔ (دائرہ حقیقت محمدی ومحبوبیت)

جب اس مرتبہ مقدسہ میں فنا و بقا ہو جاتی ہے تو اتحاد خاص حبیب خدا ﷺ کے ساتھ میسر ہو جاتا ہے اور بطفیل سید عالم ﷺ ہی کے سالک اس مرتبہ میں پہنچتا ہے اگر اس مقام کے راز بیان کیے جائیں تو فتنہ جاگ اُٹھے۔ رفع توسط کے بعض اکابر قائل ہو گئے ہیں۔ اس قدر فنا ذات مقدسہ سید المرسلین ﷺ میں ہوتی ہے کہ ہمکنار و ہم آغوش بستر و یک رنگ ہو جاتا ہے۔ یہ اجتباء الٰہی کہ خاصہ جناب حبیب خُدا ﷺ ہے سالک کو نصیب ہو جاتا ہے اور بھید کلام حضرت امام الطریقت مجدد صاحب رضی اللہ عنہ ظاہر ہو جاتا ہے جو فرمایا ہے کہ میں اللہ جل شانہٗ کو اس واسطے دوست رکھتا ہوں کہ وہ رب محمد ﷺ کا ہے اس مقام میں جمیع اُمور جزی وکلی دینی و دنیوی میں مناسبت و مشابہت حبیب خدا ﷺ کے ساتھ ہونے کو بہت ہی دوست رکھتا ہے اور مجدد صاحب رضی اللہ عنہ کی تعلیم کے موافق علم حدیث کی تعلیم کا شوق اور رغبت کلی ہو جاتی ہے کہ اس مقام میں آپ نے اسی کی ترغیب فرمائی ہے۔ اگر سالک اہل علم نہ ہوتو اس مقام میں ترغیب کثرت دُرود خوانی ہونی چاہیے کیونکہ یہ بھی وہی حالت کر دیتی ہے جو تعلیم

حدیث سے ظہور میں آتی ہے۔ یہ مقام جامع حقائقِ انبیاء اور جامع کتب سماوی کے اسرار کا ہے۔ اگر میں محمد کے معنی اس جگہ بیان کروں تو ظاہر علم والے جن کو اس حقیقت سے حصہ نہیں ملا کیا کہیں اور بے علم صُوفی مشرک ہو جائیں۔ اے دل یہ حال ہے اس کو اندر ہی رکھ۔ اہل کو دے نا اہل سے چھپا۔ **تکلم الناس علی قدر عقولھم۔** ''لوگوں کے ساتھ ان کی عقلوں کے موافق بات کر۔'' اس مقام میں جس کسی کو رسُوخ ہو وہ بواسطہ اتباع آنحضرت ﷺ ہے۔ ایسے لوگوں کی مجلس بھی مثل اصحاب کرام کے ہوتی ہے جو اردگرد رسول اللہ ﷺ کے حاضر رہتے تھے۔ اصحاب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جس وقت محفلِ مقدس رسول اللہ ﷺ میں حاضر رہتے تو اس وقت ہماری یہ حالت ہوتی تھی کہ گویا ہماری آنکھیں جنّت و دوزخ کو دیکھ رہی ہیں۔ یہ حال اس مقام کا ہے۔

حضرت خواجہ توکّل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی کیفیت

میں نے اپنے حضرت پیر دستگیر روشن ضمیر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس مُبارک کو دیکھا ہے اس میں یہ حالت ہوتی تھی کہ کسی کو چون و چرا یا باآواز کلام کرنے کی جرأت و ہمت نہ ہوتی تھی اور استغراق تمام حاضرین کو ایسا ہوتا تھا کہ ان کے سر پر چڑیاں بیٹھ جاتیں تو ان کو مطلق خبر نہ ہوتی تھی اور اگر آپ نماز میں ہوتے تو جس قدر جماعت میں ہوتے تھے اگر بارش بھی ہو جاتی تو مطلقاً کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ نماز میں فنا کا یہ حال تھا۔ علاوہ نماز کے تھوڑی دیر بھی آپ کے پاس بیٹھنے میں اس قدر فیضان حقیقتِ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا وارد ہوتا تھا کہ ذکر قلبی ولسانی اور درود خوانی بے اختیار و بلا ارادہ شروع ہو جاتی تھی اور اکثر کو تو زیارت رسول اللہ ﷺ میسّر ہو جاتی تھی کبھی کبھی آپ اس

وقت تبسم کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اب تو ہمارا گھر ہی حقیقتِ محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہو گیا۔

حقیقتِ احمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقتِ احمد یہ سے اس ذات سے جو محبوب اپنا ہے اور منشائے حقیقتِ احمد یہ (دائرہ حقیقت احمدیہ محبوبیت صرفہ) کا ہے اس مقام میں علو نسبت باشعشان انوار ظہور کرتی ہے۔ بعض سالک اس جگہ اپنے آپ کو بین یدی الرحمٰن دیکھتے ہیں۔ یہاں کا حال کیا ظاہر کیا جائے۔ حضرت امام الطریقت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقتِ احمد یہ بعینہٖ حقیقتِ کعبہ ہے اور بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ حقائقِ الٰہیہ سے ہے اور حقیقتِ احمد یہ حقائقِ انبیاء علیہم السلام سے ہے۔ اکابر اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ جب سیر نظری اس مقام کی کھلی تو معلوم ہوا کہ فرمان امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ عین صحیح و درست ہے کیونکہ در حقیقتِ کعبہ میں جو کبریائی اور عظمت ہے۔ یہ بھی خاصہ محبوبیت کا ہے اور محبوبیت و مسجودیت یہ دونوں شیونات آنحضرت حقیقتِ احمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہیں اور میرے پیر دستگیر کو اس مقام میں ایک شان خاص عنایت تھی۔ اس مقام میں محبوبیت ذاتی منکشف ہوتی ہے جیسی کہ خلت محبوبیت صفاتی ہے محبوبیت کے معنی یہ ہیں یعنی محبوبیت ذاتی وہ ہوتی ہے کہ محبوب کو قطع اس کے صفات مثل خدوخال اور قد ولباس وغیرہ کے خود اس کی ذات کو پیارا رکھنا۔ کیونکہ اس کی ذات ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے تمام نقش ونگار کی موجب ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد

بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

ترجمہ: معشوق وہ نہیں ہے کہ جس کہ بال دلفریب اور جس کی کمر پتلی ہو ہم
تو اس کی خوبصورتی کے غلام ہیں جو کوئی ادا رکھتا ہو۔

اس جگہ درُود یہ فائدہ دیتا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ مَرَّۃٍ
وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ عَلَیْہِ ط

حُبِّ صرفہ ذاتیہ

نیّت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حب صرفہ ذاتیہ سے اُوپر ہیئت وحدانی میری کے اس جگہ کمال علو اور (دائرہ حب صرفہ ذاتیہ) بیرنگی باطن نسبت میں ظاہر ہوتی ہے اور یہ مرتبہ بہت قریب ساتھ ذات اور لاتعین کے ہے اور یہی مقام مخصوصہ سیّد المرسلین ﷺ کا ہے۔ دُوسرے انبیاء علیہم السلام کے حق میں ثابت نہیں ہوتا اور نزدیک امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کے اوّل تعیّن جو حضرت لاتعیّن کو لاحق ہوا ہے تعین حُبِّ صرفہ ہی ہے۔ انہوں نے تعیّن اوّل کو ہی حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قرار دے کر بعد اس کے مرتبہ لاتعین کو ذات پر بولا ہے۔ یہ مقام بھی خاصہ حضرت رسالت مآب ﷺ سے ہے اس میں سیر قدمی نہیں ہوتی۔ مگر نظر بھی کہاں تک کام کرے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

دامانِ نگہ تنگ گلِ حسن تو بسیار
گلچیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

ترجمہ: نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حُسن کے پُھول بیشمار۔ تیری بہار کے پُھول چُننے والا دامن ہی شکایت رکھتا ہے۔

یہاں تک سلوک ہے۔ آگے جو دائرے ہیں وہ سلوک سے علیحدہ ہیں۔

سیف قاطع

اس دائرہ کا نام اس واسطے سیف قاطع ہے کہ سالک جب اس (دائرہ سیف قاطع) دائرے میں قدم رکھتا ہے تو مانند شمشیر قطع کرنے والی کے سالک اپنی ہستی کو نیست و نابود کر لیتا ہے۔ یہ دائرہ نام و نشان اس کا چھوڑتا نہیں۔

دائرۂ قیومیت

یہ دائرہ اگرچہ راہِ سلوک میں واقع ہے مگر طریقہ اولیاء اللہ کا (دائرہ قیومیت) توجہ دینا اس پر نہیں ہے وجہ یہ کہ دائرہ منصب اولو العزم انبیاء علیہم السلام کا ہے جو کہ یہ منصب عظیم الشان نصیب اس امّتِ مرحومہ کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے بعض فرزندوں اور خاص خلفاء کو عطا فرمایا ہے اور یہ محض مشیّتِ ایزدی سے متعلق ہے جس کو چاہے اللہ تعالیٰ یہ منصب دے دے۔ اس کے اسرار و عجائبات بیان میں نہیں آسکتے۔

فیض رُوح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

ترجمہ: روح القدس کا فیض اگر پھر مدد کر دے تو دوسرے بھی وہی کام کرنے لگیں جو مسیحا کیا کرتے تھے۔

دائرہ حقیقتِ صوم

دائرہ حقیقت صوم محاذی حقیقت قرآن کے (دائرہ حقیقت صوم) ہے اور اس کے انوار و اسرار بھی اسی حقیقت کے متعلق ہیں۔

فصل در بیان طریقۂ بیعت

طریق بیعت کے اہلِ اسلام کے صوفیائے کرام میں مختلف ہیں۔ بعضے بال کترتے ہیں بعضوں میں تھال میں پانی ڈال کر ایک طرف پیر ہاتھ رکھتا ہے اور ایک طرف مرید۔ ان سب کا ثبوت شریعتِ بیضا میں ہے اور کئی طریق ان کے سوا ہیں مگر جن کی ممارست طرق اربعہ میں چلی آئی ہے وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا یا ہاتھوں میں ہاتھ لے لینا ہے نقشبندیہ سلسلہ میں یہ معمول ہے کہ پیر مرید کے دونوں ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے ایسی صُورت ہو جاتی ہے جیسے دونوں نے آپس میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا ہے اس وقت پیر مُرید سے کہے کہ توبہ کر تمام گناہوں سے ظاہری باطنی گناہوں سے۔ مُرید کہے کہ میں نے توبہ کی تمام گناہوں ظاہری و باطنی سے۔ پھر پیر کہے مرید سے کہہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ تو مرید یہ الفاظ کہے بحضور قلب اس کے بعد پیر کہے پڑھ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور مرید پیر کے کہنے کے سے کلمہ شہادت کو پڑھے۔ پھر پیر فرمائے یہ بیعت خاندان نقشبندی نبی کریم ﷺ سے منظور ہے یا نہیں؟ تو پیر خود کہے کہ کہہ مجھے منظور ہے۔ اسی طرح پھر دوبارہ استغفر اللہ اور کلمہ

شہادت پڑھا کر طریقہ قبول کرائے۔ تیسری بار بعد استغفار بجائے کلمہ شہادت فقط کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا کر طریقہ منظور کرائے جب تین دفعہ کرا چکے تو الحمد شریف مکمل ایک بار، قُل شریف مکمل تین بار اور الٓمّٓ سے تا مُفْلِحُوْنَ ایک بار اور آیت:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ ۚ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا○

(سورۃ فتح آیت:۱۰)

ایک بار پڑھ کر مرید کے قلب اور منہ کی طرف پھونک دے اور ہاتھ چھوڑ دے اور شیرینی کی قسم سے جو کچھ ہو اس میں سے تھوڑی سی لے کر اور اس پر

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تین بار

اور سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ○ (سورۃ یٰسین آیت:۵۸)

تین بار پڑھ کر پھونک دے اور مرید کو اپنے ہاتھ سے کھلا دے۔ اگر مرید مرد ہے اور اگر عورت ہے تو اس کے ہاتھ میں دے اور وہ خود کھا لے۔ پھر تلقین طریقت کرے۔ یہ طریقہ جو بیان کیا گیا ہے مردوں کے واسطے ہے۔ اگر عورت مرید ہونے لگے تو پیر کو چاہیے کہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے۔ بلکہ عورتوں کو دور بٹھا کر اپنے عمامہ یا چادر کا پلہ اس کے دونوں ہاتھوں میں پکڑا دے اور اس کو بھی ویسی ہی تلقین و توبہ و استغفار کرائے جیسا کہ ہم مردوں کے واسطے اوپر لکھ آئے ہیں۔ اگر بیعت کے

وقت ہجوم زیادہ ہو تو پیر اپنی چادر یا عمامہ دور تک پھیلا دے اور ان سے کہے کہ سب پکڑ لو اور ان سب کو پکڑا کر سب کو ایک ہی بار تلقین توبہ و استغفار کرے اور تلقین شہادت کر کے بدستور طریقہ منظور کرائے خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ لیکن مردوں اور عورتوں کو ایک جگہ جمع کر کے بیعت نہ کرے بلکہ مردوں کی جماعت کو علیٰحدہ بیعت کرے اور عورتوں کی جماعت کو علیٰحدہ۔ تاکہ پردہ قائم رہے اور مناسب یہی ہے اور یہی بزرگوں کا معمول ہے کہ پیر اپنے اور بیعت ہونے والی عورتوں کے درمیان چارپائی کھڑی کرا لے یا کسی اور طریقہ سے پردہ کرا کے پھر بیعت کرے اور اس بات کا بڑی سختی سے پابند رہے کہ عورتوں کو تنہائی میں بیعت نہ کرے بلکہ جب کوئی عورت بیعت ہونے لگے تو اس وقت اس کے کسی محرم کو پاس کھڑا کر لے تاکہ فتنہ سے محفوظ رہے۔
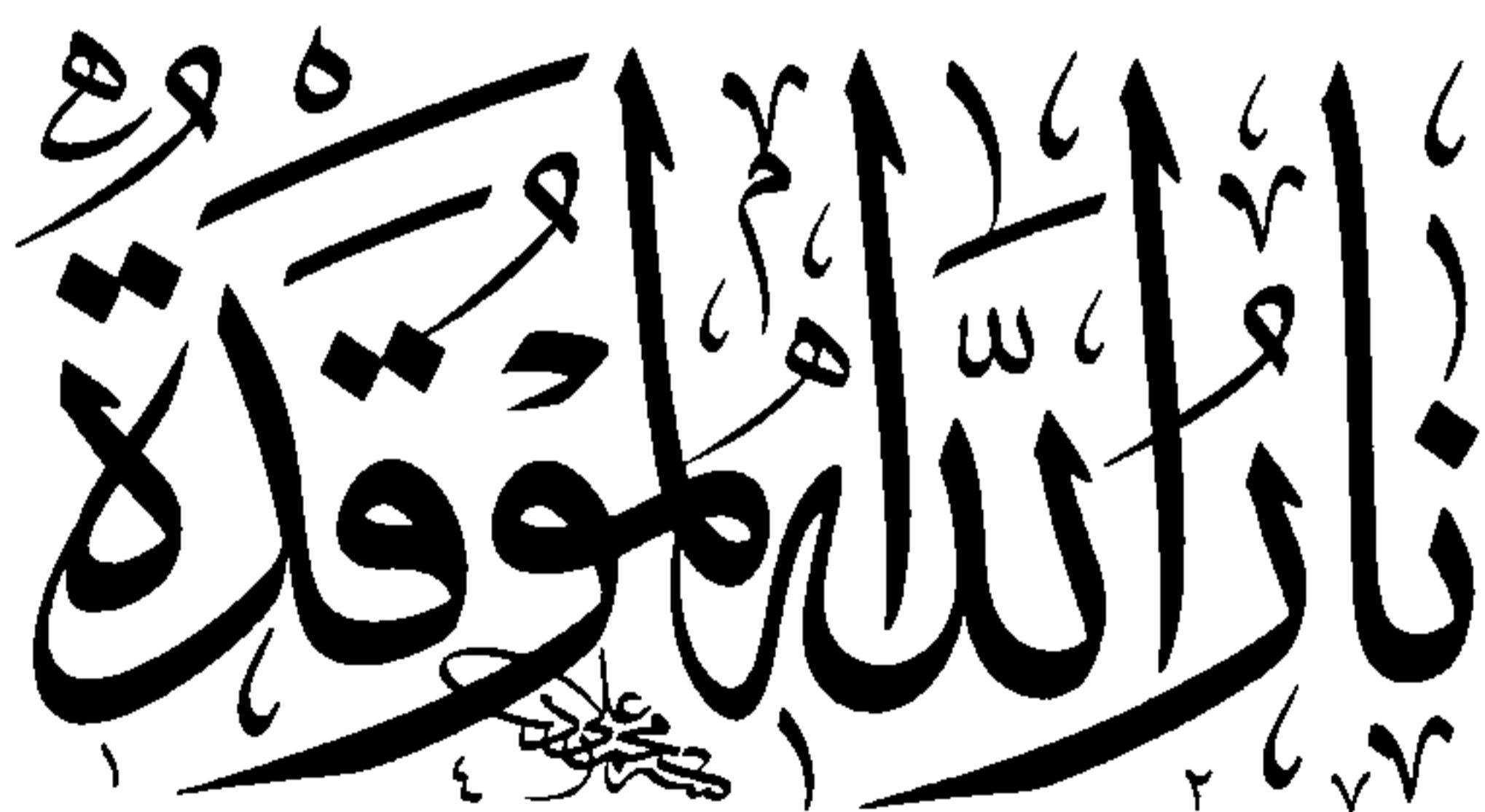
فصل

دَر بیان نزولِ سلوک

جب سالک یہ سلوک پُورا کر لیتا ہے تو طریقہ مجددیہ میں سالک کا نزول پھر قلب میں کیا جاتا ہے کیونکہ ارشاد قلب میں ہی جاری ہوتا ہے اوروں کو فیض بھی قلب ہی سے ملتا ہے پھر وہی سبق جو قلب کا تھا شروع کیا جاتا ہے اور اب قلب کے ایک ذکر سے خواہ اسمِ ذات کرے یا نفی اثبات یا تہلیلی یا دُرود شریف تمام لطائف اور ولایات و حقائق کا فیضان جاری ہو جاتا ہے اور تمام مقامات کا دورہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ مغرب کے بعد گردان تمام مقامات کی کرتا رہے یعنی ولایتِ صغریٰ سے لے کر تمام مقامات کے فیضان کا مراقبہ کرتا ہوا جہاں تک ہو سکے روزمرہ بلا ناغہ کیا کرے جو مقام رہ جائے تو پھر دوسرے وقت پچھلی رات یا صبح کو پورا کرے۔ یہاں پہنچ کر سالکوں کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ ایک مستہلکین دوسرے راجعین الی الدعوۃ۔ مستہلکین وہ ہوتے ہیں جو ذات میں ہلاک ہو گئے اور جمالِ الٰہی کے مشاہدے میں ہی رہ گئے وہ اشرف ہیں اور دوسرا گروہ راجعین الی الدعوۃ کا ہوتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے اور میرے بندوں کو اسی راستہ سے جس سے کہ تم خود آئے ہو میری طرف لاؤ اور لوگوں سے اختلاط کرو۔ تمہارا مشاہدہ اب تو بند نہ ہوگا۔ پہلے سیر عاشق کی طرف

سے ہو گی۔ کیا وجہ کہ سالک تعلیم وتلقین اور ترغیب مریدوں کو اللہ کی طرف دیتا ہے اور اسی تعلیم میں اپنا مشاہدہ اللہ تعالیٰ اس کو دیتا رہتا ہے تو اس صورت میں سالک ہادی کا ہر فعل باعثِ مشاہدہ ہو جاتا ہے اور سالک کامل اس وقت محفوظ ہو جاتا ہے یعنی حفاظتِ الٰہی اس پر نازل ہو جاتی ہے گناہوں کی اس میں طاقت نہیں رہتی۔ بے اختیار اس سے موافق شرع رسُول اللہ ﷺ افعال سرزد ہونے لگتے ہیں۔ سلوک ختم کرنے سے پہلے عبادت نفع معرفت کا نہیں دیتی بلکہ خطرہ تھا کہ شیطان لعین جو عدوِ انسان قدیمی ہے دھوکا دے کر راہِ راست سے نہ ہٹا دے مگر جب سلوک پورا کر لے تو تھوڑی سی عبادت بھی اس راہِ راست سے کہ ظل اولیاء اللہ میں آ کر کرتا ہے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے محبوبوں کی لڑی ہے ببرکت خواجگان کوئی خطرہ اور خلل نہیں رہتا۔

دیوے نالوں دیوا بالن ہیگا بڑا سوکھالا
نویں سرے کوئی دیوا بالے ہوندا بڑا کشالا

اے سالک بعد طے سلوک اب بیشک تیرے مجاہدہ اور عبادت کا وقت ہے سلوک سے پہلے نہیں تھا اگر پہلے سلوک سے عبادت ومجاہدہ تو نے کیا تو مشاہدہ نہیں ہوگا۔ ہمّت ہار بیٹھے گا بلکہ تیرے دل میں یہ سما جائے گی کہ عبادت میں کچھ بھی نہیں۔ پھر دُنیا کے کاموں میں پڑ کر آخرت کی نعمت سے محروم رہے گا۔ یہ شیطان انسان کا جدی دشمن ہے۔ یہ ہمیشہ یہی چاہتا رہتا ہے کہ جس طرح ہو سکے انسان اپنے مطلب کو نہ پہنچ سکے۔

قِصّہ ایک حاجی کا

بزرگوں نے ایک حاجی کا قصہ نقل کیا ہے کہ وہ بہت دُور دراز سے حج کرنے

چلا جب جدّہ پہنچا تو بیمار ہو گیا اور سخت غشی لاحق ہو گئی جب کسی وقت ہوش آتا تو شوقِ الٰہی میں روتا اور نعرے مارتا کہ یا الٰہی میں ایک بار تیرے خانہ کعبہ کو دیکھ لیتا اور تیرے حضور میں احرام باندھ کر لبیک پکارتا۔ غرضیکہ ایسے جوشِ محبت سے درد و سوز والے کلمات میں اس کا کچھ وقت گزرا تو اچانک ایک نے آ کر کہا کہ اے حاجی! تو رو نہیں۔ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ۔ میں تجھ کو ایک لحظہ میں بیت اللہ شریف پہنچا دیتا ہوں۔ حاجی بہت خوش ہوا کہا الحمد للہ علی احسانہٖ مراد بر آئی۔ حاجی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور اس نے اڑا کر اچانک خانہ کعبہ میں پہنچا دیا۔ حاجی خوش ہوا اور اس سے پوچھا کہ اے بزرگ تیرا نام کیا ہے اور تو کون ہے؟ اگر میں یہ واقعہ لوگوں سے بیان کروں تو تیرا منصب لوگوں کو کیا بتاؤں۔ اُس نے کہا بس یہ نہ پوچھ۔ اگر میں نے بتا دیا تو تُو بہت غمگین اور نادم ہو گا۔ اسی طرح چُپ چاپ رہنے دے۔ حاجی نے کہا کہ نہیں ضرور بتلا ہی دو۔ جب حاجی صاحب اس کے سر ہو گئے اور بہت ہی اصرار کیا تو اس اڑا لے جانے والے نے کہا کہ شیطان الرجیم جس کو ملعون کہتے ہو وہ ہوں۔ حاجی نے حیران ہو کر کہا کہ تیرا تو یہ کام تھا نہیں تُو تو کعبہ سے ہٹانے والا ہے نہ کہ ملانے والا۔ تجھ سے یہ کام کس طرح سرزد ہوا۔ شیطان نے کہا کہ جب تو نے جدّہ میں نعرے اور فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ فریاد منظور فرمائی اور حکم دیا کہ اگر یہ حاجی یہاں راستے میں فوت ہو جائے تو ملائکہ قیامت تک جو حج ہوں ان کا ثواب نامۂ اعمال میں لکھتے رہیں اور ہر سال حج کے وقت اس حاجی کا نائب مقرر ہو کر حج کرتا رہے اور ثواب اس حاجی کو ملتا رہے۔ جب یہ مُنادی میں نے سُنی تو مجھے حسد ہوا کہ ایک آدمی

اس قدر لاکھوں حجوں کا ثواب مفت لے جائے گا میں دوڑا اور تجھ کو یہاں پہنچا دیا۔ اب صرف ایک ہی حج کا ثواب ملے گا اور جو قیامت تک کے حجوں کا ثواب ملتا وہ نہ ملے گا۔ یہ بات سُن کر حاجی دھاڑیں مار کر رویا اور کہا ہائے افسوس! اگر مجھے یہ خبر ہوتی تو تجھے ہاتھ نہ لگاتا اسی جگہ پڑا جان دے دیتا۔

سو اے عزیز! یہ خوب طرح جان لے کہ یہ لعین ہر وقت انسان کے پیچھے لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ مرتبہ نہ لے جائے اور ہر طرح سے دھوکہ اور فریب دے کر انسانوں کو بھلے اور نیک کاموں اور صحبت اولیاء اللہ سے پھیرتا رہتا ہے تاکہ ان کو مراتب آخرت نہ حاصل ہوں۔ یہ مرُدود ہر طرح سے خطرے دیتا ہے کہ فقیروں اور فقیری میں کیا رکھا ہے؟ یہ سب مُفت میں کھانے کے ڈھنگ ہیں اور کچھ بھی نہیں اور صدہا طرح کے وساوس و خطرات ڈالتا رہتا ہے کبھی اس حج کرانے کی طرح یہ کہتا ہے کہ میاں نماز روزے سے کیا لینا ہے؟ حرام حلال میں فرق رکھو بس یہی بہت ہے۔ جب یہ لعین بہت ہی لاچار ہوتا ہے تو پھر حاجی کی طرح نماز میں مشغول اور ہوشیار کرتا ہے تاکہ کسی بڑے مرتبہ سے رہ جائے۔ اے سالک! جہاں تک ہو سکے اس کے خلاف کر۔ اگر یہ عبادت میں لگائے تو وہ بھی نہ کر۔ کیونکہ یہ عبادت بھی کسی فساد کے واسطے یا تجھ کو کسی بڑی نعمت سے محروم کرنے کے واسطے تجھ سے کرائے گا۔ کِسی نے خوب کہا ہے۔

آکھے نفس نہ لگ بھراوا بھاویں نفل پڑھاوے
اس کتّے دا کہیا بھروا سامت کھوہ وِچ پاوے

فائدہ

سوال

مرید پیر کے مقامات حاصل کر سکتا ہے؟

جواب

مرید پیر کے مقامات کو حاصل کر سکتا ہے لیکن حصُول اور وصُول میں بڑا فرق ہے مرید کو پیر کے مقامت کا حصُول تو ہو جاتا ہے مگر وصول یعنی ان مقامات میں پہنچ کر ان کا مالک بن جانا یہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے چاہے وصول سے بھی مشرف فرما دے۔ اس کی آسان سی مثال یہ ہے کہ مقاماتِ مجدّ دیہ کا حصُول آپ کے سلسلہ میں تمام خلُفاء کو ہوتا چلا آیا ہے اور ہوتا چلا جائے گا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سب کے سب مجدّد بھی بن جائیں۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ ان کو مقام و منصب مجدّ دیت میں بھی وصُول ہو جائے جیسا کہ کوئی بادشاہ کے دیوانِ خاص اور تخت و محلّات شاہی کی سیر کرے لیکن وہاں ٹھہر نہ سکے تو ظاہر ہے کہ اس کو ان میں وصُول نہیں ہوا یعنی ان کا مالک نہیں بنا۔ اسی طرح پیر کے مقامات مرید حاصل کر سکتا ہے کہ دور سے سیر کر لے۔ باقی رہا وصُول یعنی مالک بن جانا یہ سب کو میسّر نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ جسے چاہے دے۔

چنانچہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مبداء و معاد کے صفحہ ۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

''باید دانست کہ مریداں را آگاہ ہست کہ ایں توہم در حق خود پیدا شود و حصُول مقامات پیراں ایشاں را در تخیل مساوات اندازد۔

حقیقت معاملہ این ست کہ مذکور شد کہ حصول مساوات بر تقدیر وصول

بآں مقامات است۔ نہ بر تقدیر حصول آں مقامات کہ حصول طفیل است۔ ایں جا کسے گمان نکند کہ مرید مساوی پیر خود نباشد نہ چنیں است بلکہ مساوات مجوز است۔ بلکہ واقع، لیکن فرق درمیان حصول آں مقام و وصول بآں مقام بسیار دقیق است ہر مرید بایں دولت مہتد نیست۔ کشف صحیح و الہام صریح دریں فرق درکار است۔ و اللہ سبحانہٗ الملہم بالصواب والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔''

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مریدوں کو یہ وہم اپنے حق میں پیدا ہو جاتا ہے اور پیروں کے مقامات کا حصول ان کو مساوات یعنی برابری پیر کے خیال میں ڈال دیتا ہے حالانکہ حقیقت معاملہ یہی ہے جو مذکور ہوئی کہ حصول مساوات کا دار و مدار ان مقامات میں واصل ہونے پر ہے نہ کہ ان کے مقامات کے حصول پر کیونکہ حصول طفیلی ہے۔ اس جگہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ مرید اپنے پیر کے برابر نہیں ہوسکتا۔ ایسا نہیں بلکہ مساوات جائز ہے۔ بلکہ واقع۔ لیکن فرق اس مقام کے حصول اور اس مقام کے وصول کے درمیان بہت باریک ہے ہر مرید اس دولت سے مشرف نہیں ہے۔ کشف صحیح اور الہام صریح اس فرق کو معلوم کرنے کے واسطے ضروری ہے۔

در بیان حقوقِ پیر و آزارِ پیر

حقوق پیر اور آزارِ پیر کے متعلق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''باید دانست کہ حقوق پیر فوق سائر ارباب حقوق است بلکہ نسبت ندارد۔ حقوق پیر بحقوق دیگراں بعد از انعامات حضرت حق سبحانہ و احسانات رسولِ او علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ و السلام بلکہ پیر حقیقی ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ولادتِ صوری ہر چند از والدین است امّا ولادت معنوی مخصوص بہ پیر است۔ ولادت صوری را حیات چند روزہ است و ولادتِ معنوی را حیات ابدی است۔ نجاسات معنویہ مرید را پیر است کہ بقلب و روحِ خود کناسی مے نماید و تطہیر اشکنبۂ او می فرماید۔ در توجہات کہ نسبت بہ بعضے مسترشداں واقع می شود محسوس می گردد کہ در تطہیر نجاسات باطنۂ ایشاں تلوثے بصاحب توجہ نیز می دود و تا زمانے مکدّر می وارد۔ پیر است کہ بتوسل او بخدا می رسند عزّ و جل کہ فوق جمیع سعادات دینویہ و اخرویہ است پیر است کہ بوسیلۂ او نفس

امارہ کہ بالذات خبیث است مزکی ومطہری گردد واز امارگی باطمینان
می رسد واز کفر جبلی باسلام حقیقی مے آید۔ ع

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

پس سعادت خود را در قبول پیر باید دانست وشقاوت خود را در ردِ او
نعوذ باللہ سبحانہ من ذلک، رضائے حق سبحانہٗ را در پس رضائے پیر
ماندہ اند۔ تا مرید در مراضی پیر خود را گم نسازد بمرضیات حق سبحانہٗ
نرسد آفت مرید در آزار پیر است۔ ہر زلتے کہ بعد آں باشد تدارک
آں ممکن است امّا ازار پیر را ہیچ چیز تدارک نتواں نمود۔ آزار پیر بیخ
شقاوت است مرید را عیاذاً باللہ سبحانہٗ من ذلک۔ خللے در معتقدات
اسلامیہ وفتورے در اتیان احکام شرعیہ از نتائج وثمرات آں است۔
از احوال ومواجید کہ بباطن تعلق دارد۔ چہ گوید واثرے از احوال اگر
باقی ماند از استدراج باید شمرد کہ آخر بخرابی خواہد کشید۔ وغیر از ضرر نتیجہ
نخواہد داد۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔''

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ پیر کے حقوق تمام اہلِ حقوق سے بالاتر ہیں بلکہ پیر
کے حقوق کے مقابلہ میں دوسروں کے حقوق کوئی نسبت ہی نہیں
رکھتے۔ اللہ جل جلالہٗ کے انعامات اور فخرِ دو عالم رسول اکرم ﷺ
کے احسانات کے بعد پیر ہی کے حقوق ہیں بلکہ سب کے پیر حقیقی
رسول اللہ ہی ہیں۔ (ﷺ) بدنی پیدائش ہر چند کہ والدین سے ہے

لیکن باطنی پیدائش پیر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ بدنی پیدائش کی زندگی چند روزہ ہے اور باطنی پیدائش کے لیے حیاتِ ابدی۔ مرید کی باطنی پلیدیوں کو پیر ہی ہے جو اپنے قلب و روح سے خاکروب کی طرح دُور کرتا اور اس کے بدن کو پاک و صاف کرتا ہے۔ توجہات کے اندر جو کہ بعض مریدوں کے بارے میں وقوع میں آتی ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ مریدوں کی باطنی نجاستیں دُور کرنے کے اندر قدرے تلوث صاحب توجہ پیر پر بھی دوڑ کر پہنچتا ہے اور ایک عرصہ تک مکدّر رکھتا ہے۔ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلے سے اللہ عزّ وجل تک پہنچتے ہیں جو کہ تمام دنیوی و اخروی سعادتوں سے بالا تر ہے۔ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلے سے نفسِ امارہ جو کہ بالذات خبیث ہے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور امارگی سے اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور کفر جبلی (پیدائشی) سے اسلام حقیقی کی طرف لوٹ آتا ہے۔ ع

جو کہوں اس کی شرح بے حد ہو

پس اپنی سعادت کو قبولیتِ پیر کے اندر جاننا چاہیے اور اپنی شقاوت کو اس کے ردّ کر دینے کے اندر میں اس بات سے خُدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کو پیر کی رضا کے پیچھے رکھا ہوا ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کی رضا میں گم نہیں کرے گا۔ مرضیات حق سبحانہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی آفت آزار پیر ہی کے اندر منحصر

ہے۔ مرید ہونے کے بعد جو لغزش بھی وقوع میں آئے علاج اس کا ممکن ہے لیکن آزار پیر کا علاج کسی چیز سے نہیں کر سکتے۔ آزار پیر بدبختی کی جڑ ہے مرید کے لیے۔ اللہ سبحانہٗ اس سے محفوظ رکھے۔ عقائدِ اسلامیہ میں خلل اور احکامِ شرعیہ بجا لانے میں فتور پڑ جانا یہ اس کا پھل اور نتیجہ ہے۔ احوال و مواجید جو کہ باطن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان کی نسبت تو کیا کہا جائے اور باوجود اس کے اگر احوال میں سے کچھ اثر باقی رہ جائے تو اس کو استدراج میں شمار کرنا چاہیے جو کہ آخر میں خرابی تک پہنچائے گا اور سوائے نقصان کے کچھ نتیجہ نہ دے گا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

بد اعتقادیِ پیر کے بیان میں

اسی مضمون کے متعلق معمولاتِ مظہریہ کے صفحہ ۵۴ پر لکھا ہے جس کا ترجمہ طالبین مولا کی صحت عقیدت کے واسطے درج کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر دوستوں یعنی اپنے مریدوں کی کسی لغزش اور تقصیر سے نا اُمید نہیں ہوتا مگر دو چیزوں سے ایک دُنیا داروں سے میل جول۔ دوم پیر کے ساتھ بد اعتقادی۔ کیونکہ یہ دونوں مہلک اور لا علاج بیماریوں میں سے ہیں۔ حضرت ابو جعفر امیر ماہ بھڑائچی رحمۃ اللہ علیہ رسالۃ ''المطلوب فی عشق المحبوب'' میں فرماتے ہیں ''اے عزیز پناہ بخدا۔ اگر سالک دل سے مُنہ پھیر لے اور اس راستہ کی محنتوں کو نہ برداشت کرے اور دنیا میں مشغول ہو جائے یا دل کو بہشت کے بناؤ سنگار کی طرف لگا دے اور اسی کی رغبت کرنے لگے تو سمجھ لو کہ اس کو عشق سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے کام میں لغزش پیدا ہو گئی ہے اور اس راستہ کی لغزشوں کی سات قسمیں ہیں۔ اول اعراض یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُنہ پھیر لینا اور وہ شدت محنت و بلا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دوسرا احجاب اور وہ دنیا و آخرت میں مشغول ہونے کی وجہ سے پڑتا ہے۔ تیسرا تفاصل یعنی جُدائی اور وہ طبائع سفلی کی

لذتوں میں مشغول ہو جانے کے سبب سے ہوتا ہے۔ چوتھا سلب مزید یعنی زائد انعامات کا چھن جانا اور وہ غیر خدا کی طرف مشغول ہونے سے وقوع میں آتا ہے۔ پانچواں سلب قدیم یعنی انعاماتِ اصلیہ کا چھن جانا اور وہ سستی دل کی وجہ سے وقوع میں آتا ہے اور اس وقت میں ممکن ہے۔ طالب عبادت ہی نہ کر سکے۔ چھٹا تسلی اور وہ غفلت ہے (جیسی کہ عوام کالانعام کو ہوتی ہے۔) ساتواں عداوت یعنی دشمنی اور وہ دل کی صفت کو نفس کے تابع کر دیتا ہے پس جب دل نفس کی صفت پر ہو گیا تو ظاہر ہے کہ نفس جلّ جلالہٗ کا دشمن ہے پس لامحالہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دشمنی پیدا ہو جائے گی۔ ان قسموں کی مثال ذرا وضاحت کے ساتھ سنیے۔ اعراض کی مثال یہ ہے کہ جیسے عاشق و معشوق کے درمیان اگر عاشق کی طرف سے کوئی حرکت ناپسندیدہ ظہور میں آئے تو ضرور ہے کہ معشوق اس سے روگردانی کرے گا یعنی مُنہ پھیر لے گا پس عاشق کے لیے واجب ہے کہ فوراً استغفار اور معذرت میں مشغول ہو جائے تا کہ معشوق اس سے راضی ہو کر روئے توجہ اس کی طرف کر لے۔ اگر وہ دوست اسی خطا پر قائم رہے گا اور اس کی معافی نہ چاہے گا تو وہ اعراض سے حجاب تک پہنچ جائے گا کہ معذرت میں کوشش کرے اور توبہ کی طرف متوجہ ہو۔ اگر اس بارہ میں بھی تقصیر کرتا ہے تو وہ حجاب تفاصل یعنی جدائی تک پہنچ جاتا ہے۔ پس اوّل اعراض سے زیادہ بات نہ تھی (یعنی معشوق نے صرف منہ ہی پھیر لیا) جب عاشق نے معافی نہ چاہی تو حجاب ہو گیا (عاشق و معشوق کے درمیان پردہ پڑ گیا) جب عاشق اسی خطا پر جما رہا تو تفاصل ہو گیا (یعنی عاشق و معشوق کے درمیان جدائی ہو گئی) اگر عاشق پھر بھی اسی خطا پر اصرار کرتا رہا تو سلب

مزید ہو جاتا ہے اور سلب مزید اس کو کہتے ہیں کہ کارکنانِ قضا و قدر ذوقِ طاعت و عبادت اس سے واپس چھین لیں کیونکہ لکھا ہے:

لِكُلِّ شَيْءٍ عُقُوْبَةٌ الْمُحِبِّ انْقَطَاعُهٗ عَنْ ذِكْرِهٖ

ترجمہ: ہر چیز کے لیے ایک سزا ہے اور عاشق کی سزا یہ ہے کہ محبوب کی یاد سے اس کو انقطاع ہو جائے۔

اگر عاشق پھر بھی اس کی معافی نہیں چاہتا تو پھر سلب قدیم ہو جاتا ہے یعنی جس طرح پہلے عباداتِ نافلہ اور طاعاتِ مستحبہ کا ذوق و شوق چھینا تھا۔ اب عباداتِ فرضیہ اور طاعاتِ اصلیہ کا ذوق بھی چھین لیتے ہیں۔ پس اس جگہ بھی اگر عاشق توبہ اور عذر تقصیر میں کوشش نہیں کرتا تو تسلّی ہو جاتی ہے یعنی یار کی جدائی پر اس کا دل آرام پا جاتا ہے توبہ اور رجوع الی اللہ میں اگر عاشق کی طرف سے اب بھی سستی ہی چلی جائے تو عداوت پیدا ہو جاتی ہے پناہ مانگتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس خسارہ سے جب معاملہ عداوت تک پہنچ چکا پس پھر علاج اس کا دشوار ہے۔ چنانچہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ اہلِ طریقت و شریعت کے امام گزرے ہیں لوگوں نے پوچھا کہ اس کا علاج کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ایک جہان ہی اس حالت کے قہر میں مُبتلا ہے کیونکہ مَنْ غَمَّضَ عَيْنَهٗ عَنِ اللّٰهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ لَمْ يَهْتَدِ اَبَدًا۔ ''جس نے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ایک لمحہ یعنی پلک جھپکنے تک کے لیے بھی اپنی آنکھ کو بند کر لیا کبھی ہدایت نہیں پائے گا۔'' (فقط)

در بیان عقیدتِ پیر

جاننا چاہیے کہ طالبِ مولا کے لیے اس راستہ میں پیر کا سچّا اعتقاد بہت ہی ضروری ہے۔ طالب جس قدر اعتقاد پیر کی نسبت رکھے اسی قدر محبت پیر کی زیادہ بڑھے گی اور جس قدر محبت زیادہ ہو گی طالب اسی قدر جلدی اور آسانی کے ساتھ پیر کے کمالاتِ ذاتیہ کو خود بخود جذب کرتے کرتے بہت جلدی مقامات طے کر کے نہایت النہایت تک پہنچ کر وصل و دیدار اور مشاہدہ جمال الٰہی سے مشرف ہو جائے گا۔

حضرت امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرّہ کی خدمت میں ہم تین شخص تھے جن کو تمام برادرانِ طریقت میں سے حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہ کے دربار میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ میرا تو عقیدہ یہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس بعینہٖ فخرِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس ہے اور جو حضور و جمعیت اور جذب و ذوق و شوق حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت مُبارک میں میسّر تھا بالکل وہی بات آج حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اقدس میں حاصل ہے اور ان دو برادرانِ طریقت کی نسبت خود حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ فلاں ہم کو صاحبِ کمال سمجھتا ہے صاحبِ تکمیل نہیں سمجھتا اور وہ دوسرا ہماری نسبت خیال رکھتا ہے کہ ہم صاحبِ کمال و تکمیل تو ہیں صاحبِ ارشاد نہیں۔ شاید ان کے نزدیک مرتبہ ارشاد کمال و تکمیل کے علاوہ کوئی اور ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ ہمارے

عقیدت مندوں کے موافق معاملہ فرمایا کہ مجھے میرے عقیدے کے موافق ملا اور میرے ان پیر بھائیوں کو ان کے عقیدے کے موافق اور وہ دونوں بہت ہی بڑے خسارے میں رہے۔

چونکہ طریقہ فضلیہ نقشبندیہ میں تمام مدار کا پیر کی ذات پر منحصر ہے یعنی مرید کی تمام تربیت اوّل سے آخر تک پیر ہی کو کرنی پڑتی ہے۔ اس واسطے اس طریقہ علیا میں طالب کو پختہ عقیدت کے سوا ہرگز چارہ نہیں۔ طالب کے اندر اعتقاد وتقلید کی قوت جس قدر قوی ہوگی اسی قدر اس کا کام جلدی اور آسانی سے طے ہوگا۔

حضرت امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ (رسالہ مبداء ومعاد میں) لکھتے ہیں کہ کس قدر اعتقاد پیر کے ساتھ رکھنا طالب کو واجب بلکہ فرض ہے ترجمہ اس عبارت کا یہ لکھا جاتا ہے۔

وھو ھذا

مرید کو اپنے پیر کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ باکمال ہیں محبت کے ثمرات اور مناسبت کے نتائج میں سے ہے جو کہ فیض لینے اور فیض دینے کا موجب ہے لیکن چاہیے کہ پیر کو اس جماعت پر کہ جن کی فضیلت شریعت میں مقرر ہے فضیلت نہ دے کہ محبت میں افراط (زیادتی) خرابی کا باعث ہے اور وہ مذموم ہے۔ شیعوں کو محبت اہل بیت رضی اللہ عنہم کی افراط سے ابدی ذلت نصیب ہوئی اور نصاریٰ کو جنہوں نے افراطِ محبت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام کو خدا کا بیٹا کہا ابدی خسارہ میں رہے لیکن ان لوگوں کے ماسوا اور جس کسی پر بھی فضیلت دے دے جائز ہے بلکہ طریقت میں واجب ہے اور یہ فضیلت دینا مرید کے

اپنے اختیار سے بھی نہیں بلکہ مُرید اگر سعادت یافتہ ہے بے اختیار اس کے اندر یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کے وسیلہ سے پیر کے کمالات حاصل کرتا ہے اور اگر یہ فضیلت دینا اس کے اپنے اختیار سے ہو اور تکلف کے ساتھ پیدا کرے جائز نہیں اور نہ اس اعتقاد سے کوئی نتیجہ نکلے گا۔ طریق صوفیہ بلکہ مذہب اسلام میں سے بہت بڑا حصہ اس شخص کے لیے ہے جس کی فطرت یعنی طبیعت میں تقلید اور جس کی جبلّت (یعنی پیدائش) میں اتباع کا مادہ زیادہ ہے۔ اس کا مدار کار تقلید ہی پر ہے اور معاملہ کا انحصار اس مقام میں اتباع وتقلیدِ انبیاء علیہم السلام ہی پر ہے جو درجات علیا پر پہنچاتی ہے اور اصفیاء یعنی بزرگان اولیاء اللہ کی اتباع وتقلید مدارجِ عظمٰی پر لے جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کہ فطرتی طور پر مادہ تقلید زیادہ رکھتے تھے بلا توقف تصدیق نبوت کی حاصل کرنے میں جلدی فرمائی اور صدّیقوں کے رئیس بن گئے اور ابوجہل ملعون چونکہ اتباع وتقلید کی استعداد نہیں رکھتا تھا اس سعادت سے مشرف نہ ہوا اور ملعونوں کا سردار ہو گیا۔ مرید جس مقصد کو بھی حاصل کرتا ہے۔ اپنے پیر کی تقلید کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔

پیر کی خطا مرید کے صواب سے بہتر ہے اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کی آرزو کر کے فرماتے ہیں:

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ سَهْوَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (1)

ترجمہ: کیا ہی اچھا ہوتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھول مجھ کو عطا ہو جاتی۔

---

(1) تفسیر روح المعانی ج ۳ ص ۲۷۔

اور حضرت محمد ﷺ فرماتے کہ بلال رضی اللہ عنہ کا سین اللہ جل شانہٗ کے نزدیک شین ہے۔ کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ عجمی تھے اور اذان میں اسہد چھوٹے سین کے ساتھ کہتے تھے اور خدا تعالیٰ عزّوجل کے نزدیک اس کا اسہد اَشْھَدُ ہی ہے۔ پس حضرت بلال کی خطا دُوسروں کے صواب سے بہتر ہوگی۔ ع

أَشْهَدُ پہ تیرے ہنستا ہے اَسْهدُ بلال کا

میں نے اپنے عزیز بزرگ سے سُنا ہے کہ کہتے تھے بعض دعائیں جو بزرگوں سے منقول ہیں اور اتفاق سے ان بزرگوں نے بعضی دُعاؤں میں خطا کی اور بگاڑ کر پڑھا۔ اگر ان کی ان دُعاؤں کو اسی بگاڑ کے ساتھ پڑھتے ہیں تب وہ دُعائیں تاثیر بخشتی ہیں اور اگر درست کر کے پڑھتے ہیں تو تاثیر سے خالی پاتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ ہم کو قائم رکھے۔ اپنے انبیاء کی تقلید پر اور اپنے اولیاء کی پیروی پر بطفیل اپنے حبیب ﷺ کے تمام انبیاء و مُرسلین پر اور ان کی پیروی کرنے والے لوگوں پر صلوات و تسلیمات نازل ہوں۔

إن الله على كل شيء قدير

حررہٗ محمد علی زاھد

آدابِ پیر کے بیان میں

اے طالبِ مولا! اگر تو چاہتا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے مقامِ حضوری میں رہے اور شیطان کے مکروہ وسوسہ سے آزاد ہو جائے بلکہ فرشتوں کو بھی تیری حضوری کی اطلاع نہ ہو اور خود تیرے نفس کو بھی تیری حضوری کی خبر تک نہ ہو تو تیرے لیے لازم ہے کہ تو ایسے لوگوں کے ساتھ صحبت و ہم نشینی اختیار کرے کہ ان کا دل ذکر ذاتِ الٰہی میں مستغرق ہو چکا ہو اور وہ اپنے آپ سے رہائی حاصل کر چکا ہو اگر ایسے صاحب دولت کامل و مکمل کی ہر وقت کی صحبت تجھے میسر نہ ہو اور علائق ہر وقت خدمت میں رہنے کی فرصت نہ دیں تو تجھ کو چاہیے کہ طریقہ ذکر یا طریقہ توجہ یا جذبہ خاندانِ نقشبندیہ قبول کر کے اس کی مشق میں ایسا مشغول ہو کہ دُنیا و مافیہا کا خیال تیرے دل سے محو ہو جائے اور آدابِ پیر کا ہر وقت ایسا خیال رکھ کہ کہیں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی اس میں لغزش نہ آئے۔ اگر ذرہ بھر بھی کسی ادب میں تجھ کو اپنی لغزش معلوم ہو تو فوراً استغفار و توبہ کے ساتھ اس کو دُور کر اور ہر وقت پیر کے سامنے اپنے آپ کو حاضر جان۔ پھر ان کی برکت توجہ سے بفضلہٖ تعالیٰ تجھ کو وہ تمام مقاماتِ عالیہ نصیب ہو جائیں گے جو اس کتاب میں درج ہیں۔

علاوہ ازیں ان تمام آداب کے پیچھے اور آئندہ درج ہیں نگہداشت کے سب سے بڑے دو موقعے ہیں۔ طالبِ مولا کو ان دو موقعوں کا خیال بہت ہی اہتمام و کوشش سے رکھنا واجب ہے۔ ایک یہ کہ جب پیر کی خدمت مُبارک میں ان کے مکان پر جائے تو ایسی صورت اختیار کرے کہ پیشوا کو اس کے کھانے پینے اور رہنے سونے کے متعلق کچھ فکر نہ کرنا پڑے تا کہ ہمہ تن ان کی ہمتِ باطنی مرید کی تربیت و ترقی باطنی میں لگی رہے اس صورت میں بہت جلد ترقی اور بہت بڑا نفع حصُول کمالاتِ باطنی میں ہوتا ہے اور طالب پر کشائشِ باطنی کا دروازہ بہت جلد کُھل جاتا ہے اور رحمتِ الٰہی جل شانہٗ ہر طرف سے طالب کو گھیر لیتی ہے اور اگر کسی وجہ سے اپنے کھانے پینے اور آرام و آسائش کا انتظام علیحدہ نہ کر سکے اور بمجبوری سارا بار پیر کی ذات پر ہی پڑے تو پیر کے خوانِ نعمت سے جو کچھ بھی روکھا پھیکا خلافِ طبع کھانے کو اور جیسی کیسی جگہ آرام کے واسطے مِل جائے اسی کو بے حد رغبت و شوق کے ساتھ استعمال کرے تا کہ یہ معلوم نہ ہو پائے کہ طالب کو کسی بات سے کراہت پیدا ہوئی ہے بلکہ سرے سے دل میں کسی طرح کی کراہت کو آنے ہی نہ دے اور اگر پیدا ہو جائے تو اس کو وسوسہ شیطانی سمجھ کر دور کر دے اور خیال کو اس کی طرف سے ہٹا کر توبہ و استغفار کرے۔

دوسرا موقعہ وہ ہے جبکہ پیشوا خود مرید کے ہاں تشریف لائیں تو مرید کو چاہیے کہ ان کی خدمت و مدارات میں حد سے زیادہ تکلف نہ کرے کیونکہ حدیث شریف میں تکلّف کی ممانعت آئی ہے اور دوسرا یہ کہ تکلّف میں ضرورت سے زیادہ خرچ ہوتا ہے اور بے نفع جو اکثر اوقات اسراف کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس واسطے اس وقت میں

ایسا کر لے کہ جو چیزیں پیشوا کو مرغوب ہوں وہ میانہ روی کے ساتھ کھلائے پلائے اور باقی جو کچھ خدمت کرنی ہو ایسے طور سے کہ ان کے پیچھے اہل وعیال کے اخراجات کی تشویش سے بے فکر رہے تاکہ اس بے فکری کی حالت میں ان کی توجہ مرید کی تربیت اور صفائی وترقی باطنی میں ہمہ تن مصروف ہو جائے اور مرید کی تربیت وتکمیل میں کسی طرح کی خامی نہ رہنے پائے۔ ان ہر دو موقعوں کی حفاظت مرید کو بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں سے مستغنی کر دیتی ہے باقی آداب پیر کے متعلق حضرت امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب پُوری تفصیل کو حاوی ہے۔ جس کا ترجمہ بجنسہٖ یہاں نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا۔

مکتوب شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَدَّبَنَا بِاٰدَابِ النَّبَوِيَّةِ وَ هَدَانَا بِاَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا۔

جاننا چاہیے کہ اس راہ کے سالک دو حال سے خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو بشارت ہے ان کے لیے جذب ومحبت کے راستہ سے ان کو کشاں کشاں لے جائیں گے اور مطلب اعلیٰ تک پہنچائیں گے اور جس ادب کی ضرورت ہوگی واسطہ کے ساتھ یا بلا واسطہ ان کو تعلیم کر دیں گے۔ اگر لغزش واقع ہوگی تو ان کو جلد آگاہ کر دیں گے اور اس پر مواخذہ نہ کریں گے اور اگر ان کو پیر ظاہری کی حاجت ہوگی تو بغیر ان کی کوشش کے اس دولت سے بھی مشرف فرمائیں گے۔ حاصل کلام عنایت ازلی جل

شانہٗ ان بزرگواروں کے حال کی مُتکفِل ہے سبب کے ساتھ یا بلا سبب ان کاموں کو انجام دیں گے۔

اَللّٰهُ يَجْتَبِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ الشوریٰ آیت: ۱۳)

ترجمہ: اللہ جل جلالہٗ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف منتخب فرما لیتا ہے۔

اگر مرید ہیں تو کام بغیر واسطہ پیر کامل و مکمل کے دشوار ہے اور پیر ایسا چاہیے جو دولتِ جذبہ و سلوک اور سعادت فنا و بقا سے مشرف ہو اور سیر الی اللہ و سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اتمام کو پہنچا چکا ہو اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اور وہ مرادوں کی تربیت سے پرورش پائے ہوئے ہے تو ایسا شخص کبریتِ احمر یعنی اکسیر ہے۔ اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا۔ مُردہ دلوں کو زندہ کرنا اس کی توجہ شریف پر منحصر ہے اور ٹھٹھری ہوئی جانوں کی تازگی اس کے التفات کے ساتھ مربوط اگر اس قسم کا صاحبِ دولت میسر نہ آئے تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے اور ناقصوں کی تربیت وہ بھی کر سکتا ہے اور طالب اس کے وسیلہ سے دولت فنا و بقا تک پہنچ جاتے ہیں۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

ترجمہ: آسماں گو عرش سے ہے پست تر
لیک آگے خاک کے ہے وہ بلند

ترجمہ دیگر: گو فلک کو عرش سے نسبت نہیں

خاک تودہ سے تو ہے بالا کہیں

اگر عنایت خداوندی جل شانہٗ کسی طالب کو ایسے پیر کامل کے در دولت تک پہنچا دے تو طالب کو چاہیے کہ ان کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے تئیں ہمہ تن ان کے حوالے کر دے اپنی سعادت ان کی رضا مندی میں جانے اور اپنی شقاوت ان کی خلاف مرضی باتوں میں سمجھے خلاصہ یہ کہ اپنی خواہشات کو ان کی رضا کے تابع کر دے۔

حدیث شریف میں (اُن پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ وتسلیمات تمام وکمال نازل ہوں) آیا ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ ط [1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا مگر اس وقت کہ تمہاری خواہشیں اس چیز کے تابع ہو جائیں کہ جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

اور جاننا چاہیے کہ آداب صحبت کی رعایت اور شرائط طریقہ کی نگہداشت اس راستہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ فیض دینے اور فیض لینے کا راستہ کھل جائے اور بغیر آداب کے نہ صحبت کا کچھ نتیجہ ہے اور نہ مجلس کا کوئی نفع اس واسطے بعضے ضروری ضروری آداب وشرائط بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کو ہوش وعقل کے کانوں سے سننا چاہیے۔

[1] جامع احادیث باب المحلی من الکاف رقم الحدیث: ۱۷۳۶۵۔

طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کی توجہ تمام طرفوں سے ہٹا کر اپنے پیر کی طرف کر لے اور ان کے سامنے بغیر ان کی اجازت کے نوافل اور ذکر و اذکار میں مشغول نہ ہو اور ان کی حضوری میں ان کے سوا کسی اور کی طرف التفات وتوجہ نہ کرے بالکل انہی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ حتیٰ کہ ذکر میں بھی مشغول نہ ہو مگر جبکہ وہ حکم فرمائیں اور ان کی حضوری میں سوائے فرض وسنّت کے اور کوئی نماز نہ پڑھے۔

نقل بادشاہ و وزیر

ہمارے زمانہ کے بادشاہ کی نقل ہے کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاق سے اسی اثنا میں وزیر اپنے کپڑے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے بند کو درست کرنے میں مشغول ہو گیا اس حال میں بادشاہ کی نظر وزیر پر جا پڑی۔ دیکھا کہ غیر کی طرف متوجہ ہے تو غصے میں آ کر کہا کہ میں اس کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میری حضوری میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف متوجہ ہو۔ پس غور کرنا چاہیے کہ جب کمتی دُنیا کے وسائل کے واسطے ایسے باریک آداب کی ضرورت ہے تو وصل و دیدار خداوندی جل شانہٗ کے وسائل کے لیے تو تمام وکمال طریقہ پر ان آداب کی رعایت ہونی چاہیے۔

القصہ جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے سایہ پر پڑے اور ان کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور جس جگہ وہ وضو کیا کرتے ہوں وہاں وضو نہ کرے اور ان کے خاص برتن آپ استعمال نہ کرے اور ان کی حضوری میں پانی نہ پیئے

نہ کھانا کھائے اور کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ اس طرف تھوکے اور پیر کی پیٹھ پیچھے جس جگہ وہ ہوں اس طرف پاؤں دراز نہ کرے اور پیر سے جو کام بھی ظہور میں آئے اس کو درست ہی سمجھے۔ اگرچہ ظاہر میں درُست نہ دکھلائی دیتا ہو کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور حکمِ خداوندی سے کرتا ہے۔ پس اس صُورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اگرچہ بعض صُورتوں میں اس کے الہام میں خطا بھی ہو جائے کیونکہ خطائے الہامی اور خطائے اجتہادی دونوں برابر ہیں اور اس پر اعتراض جائز نہیں اور اصل بات یہ ہے کہ جب طالب کو پیر کے ساتھ محبت پیدا ہو گئی تو عاشق کی نظر میں محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی صادر ہو محبوب ہی دکھلائی دیتا ہے۔ پس اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور تمام معاملات کلی و جُزئی میں پیر کی تقلید کرے۔ کھانے پینے میں کیا اور سونے و عبادت کرنے میں کیا۔ نماز کو بھی پیر ہی کے طرز پر ادا کرنا چاہیے اور فقہ کو بھی اسی کے عمل سے لینا چاہیے۔

آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ است
از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

ترجمہ: ہے یار جس کے گھر میں فارغ ہے وہ ہمیشہ
باغوں کی اور لالہ کے خطّوں کی سیر سے

ترجمہ دیگر: گھر جس کا رشک باغ ہو اِک گلزار سے
کیا کام پھر اسے چمن و لالہ زار سے

اور پیر کی چال ڈھال میں کسی اعتراض کو جگہ نہ دے۔ اگر وہ اعتراض ایک رائی کے دانہ کے برابر ہو کیونکہ اعتراض میں سوائے محرومی کے کوئی نتیجہ نہیں اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ بے سعادت اور بدقسمت وہ ہے جس کی نظر اس پاک گروہ کے عیب تلاش کرنے میں لگی رہتی ہے۔

نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنْ ھٰذَا الْبَلَاءِ الْعَظِیْمِ

ترجمہ: اللہ سبحانہٗ ہم کو اس بلائے عظیم سے نجات دے۔

اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے۔ اگرچہ وہ طلب خطرے اور وساوس ہی کے طریقہ پر ہو۔ کیا تو نے نہیں سُنا ہے کہ کسی مومن نے کسی پیغمبر سے کبھی معجزہ طلب نہیں کیا۔ معجزہ طلب کرنے والے ہمیشہ کفّار اور اہلِ انکار ہی ہوئے ہیں۔

معجزات از بہر قہر دشمن است
بوئے جنّیت پے دل برون است
موجب ایماں نباشد معجزات
بوئے جنّیت کند جذبِ صفات

ترجمہ: معجزے دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہیں اور عشق کی خوشبوؤں کو اُڑا لے جانے کے لیے۔

معجزے ایمان کا موجب نہیں ہوتے بلکہ عشق کی خوشبو ہی صفاتِ کمال کو جذب کرتی ہے۔

ترجمہ شعر ۱: معجزے ہیں قہر دشمن کے لیے
بوئے عشقی دینے تن من کے لیے

ترجمہ شعر ﴿۲﴾: موجب ایماں نہیں ہیں معجزات

بوئے عشق کرتی ہے جذبِ صفات

اگر کوئی شبہ طالب کے دل میں پیدا ہوتو اس کو بلا تامل پیر کی خدمت میں عرض کردے اگر جواب سے تسلی نہ ہوتو اپنی تقصیر سمجھے اور کسی نقصان کو پیر کی طرف منسوب نہ کرے (یعنی یہ نہ سمجھے کہ پیر کے اندر کسی بات کی کمی ہے) اور جو خواب دیکھے پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور خوابوں کی تعبیر انہی سے پوچھے اور جو تعبیر کہ طالب پر منکشف ہو اس کو بھی عرض کردے اور خطا وصواب انہی سے پوچھے اپنے شغلوں پر بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے اور صواب وخطا کے ساتھ مخلوط اور بے ضرورت وبغیر اجازت کے پیر سے جدا نہ ہو کیونکہ اس کے غیر کو اس کی ذات پر ترجیح دینا ہے جو مریدی کے خلاف ہے اور اپنی آواز پیر کی آواز سے بلند نہ کرے اور بات اونچی آواز سے نہ کرے کہ بے ادبی ہے اور جو فیض وفتوح اس کو پہنچے (خواہ کہیں سے اور کسی طریقہ سے ہو) اس کو اپنے پیر ہی کے واسطہ سے تصور کرے اور اگر خواب میں دیکھے کہ دوسرے بزرگوں سے فیض پہنچا تو اس کو بھی اپنے پیر ہی کی طرف جانے اور یہ جان لے کہ چونکہ پیر تمام فیوض وکمالات کا جامع ہے۔ اس واسطے پیر سے مرید کو ایک خاص فیض ملا ہے۔ جو اس خاص مرید کی استعداد کے مناسب اور اس بزرگ کے کمال سے مشابہ ہے جس سے خواب میں فیض پہنچتا ہے۔ مرید نے دیکھا ہے اور پیر کے لطائف میں سے کوئی لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا تھا ان بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور اس مرید نے آزمائشِ خداوندی جل شانہٗ کی وجہ سے اس لطیفہ کو

دوسرا شیخ خیال کرلیا اور فیض پہنچنے کو اس کی طرف سے جان لیا ہے اور یہ ایک بڑا سخت مغالطہ اور دھوکا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پاؤں پھسلنے سے محفوظ اور پیر کے اعتقاد و محبت پر مستقیم رکھے۔ بطفیل سید المرسلین ﷺ خلاصہ یہ کہ

اَلطَّرِیْقُ کُلُّہٗ اَدَبٌ۔

ترجمہ: راہِ تصوف سارے کا سارا ادب ہی ہے۔

اور مثل مشہور ہے کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر بعضے آداب کے بجالانے میں اپنی کوتاہی دیکھے اور جیسا چاہیے ویسے آداب نہ بجالا سکے بلکہ اگر کوشش کرے تب بھی پورا حق ادا نہ کر سکے تو معاف ہے لیکن ایسی صورت میں اپنے تئیں قصوروار سمجھتے رہنا بھی ضروری ہے۔ اگر آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصوروار بھی نہ جانے تو ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اس محرومی سے محفوظ رکھے۔

آمین ثم آمین۔ انتہیٰ

تذئیل وصایا خاص برائے پیراں

حضرت امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مکتوب کے ذیل میں ان وصیتوں کے بیان میں جو پیروں کے واسطے لازم و واجب ہیں ارقام فرماتے ہیں۔ چونکہ یہ کتاب منتہیانِ علمِ سلوک کے لیے ہے جو اکثر راجعین الی الدعوت ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ تاکہ سالک ہادی اس کو اپنا دستور العمل بنا کر ہدایت خلق میں مشغول ہو اور شیطانی دھوکوں اور غلط کاریوں سے محفوظ رہے۔ آمین **و ھو ھذا**

''وہ جو ہم فقیروں کے ذمے لازم و واجب ہے وہ ہمیشہ بارگاہِ خداوندی جل شانہٗ میں ذلیل و محتاج رہتا ہے اور انکساری و زاری اور التجا اور حقوقِ بندگی بجالانا، حدود شرعیہ کی محافظت کرنا اور سُنتِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں اپنی نیتوں کو درست رکھنا اور اپنے باطن کو غیر خُدا سے خلاص کر لینا اور ظاہر کو ہمہ تن اللہ جل جلالہٗ کے سپُرد کر دینا اور اپنے عیبوں کو ہر وقت دیکھتے رہنا اور گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرنا اور پھر خدائے علاّم الغیوب کے انتقام سے ڈرتے رہنا اور تھوڑا خیال کرنا اپنی نیکیوں کو اگرچہ بہت ہوں اور بہت زیادہ سمجھنا اپنی برائیوں کو اگرچہ تھوڑی ہوں اور مشہوری و قبول خلق سے کانپتے اور لرزتے رہنا۔ فرمایا سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے:

بِحَسْبِ امرءٍ مِّنَ الشَّرِّ یُّشَارَ اِلَیْهِ بِالْاَصَابِع فِیْ دِیْنٍ اَوْ

دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ [1]

ترجمہ: آدمی کے لیے یہی بُرائی کافی ہے کہ اس کی طرف انگلیاں اُٹھنے لگیں۔ دین کے بارے میں یا دُنیا کے بارے میں مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے رکھے۔

اور تہمت دیتے رہنا اپنے فعلوں کو اور نیتوں کو اگرچہ سفیدی صبح کی مانند روشن ہوں اور اپنے وجد و حال کی کچھ پرواہ و اعتبار نہ کرنا۔ اگرچہ وہ صحیح و مُطابق ہی ہوں اور محض دین کی تائید اور تقویت مذہب اور شریعت کے رائج کرنے اور مخلوقِ خدا کو اللہ جل جلالہٗ کی طرف بلانے کو ہی مستحسن نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ اس پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کی تائید کافر و فاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ ط [2]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید مرد فاجر سے کرا دیتا ہے۔

اور جو مرید کہ طلبِ مولا کے واسطے آئے اور نامِ خُدا کی مشغولی کا ارادہ کرے اس کو شیر ببر کی صورت میں جاننا چاہیے کیونکہ اندیشہ ہے کہ کہیں اسی راستہ سے اس کی خرابی نہ چاہتے ہوں اور شاید کہ اس کا استدراج کرتے ہوں اور اگر مرید کے آنے سے اپنے اندر کسی قسم کی خوشی و سرور معلوم کریں تو اس کو کفر و شرک سمجھیں اور اس کا تدارک یعنی علاج ندامت و استغفار سے اس قدر کریں کہ اس خوشی کا کوئی اثر باقی نہ

---

[1] مشکاۃ، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ ۳/۱۴۶۴۔ رقم الحدیث ۵۳۲۶۔ مصابیح السنۃ ۴۱۰۸۔

[2] رواہ البخاری فی کتاب الجہاد باب ۱۷۸، مصابیح رقم ۴۶۰۷۔ مشکاۃ کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات رقم ۵۸۹۲۔

رہے بلکہ بجائے خوشی کے خوف اور غم دل میں بیٹھ جائے اور اس بارے میں بہت زیادہ تاکید و کوشش رکھیں کہ مرید کے مال میں کوئی طمع اور اس سے دُنیاوی منافع کی کوئی توقع نہ پیدا ہونے پائے کیونکہ یہ مرید کی ہدایت کا مانع اور پیر کی خرابی کا باعث ہے وجہ یہ کہ اس دربار میں دین خالص مانگتے ہیں۔

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ (سورۃ زمر آیت: ۳)

ترجمہ: آگاہ رہو کہ خالص دین اللہ ہی کے لیے ہے۔

شرک کی اس بارگاہ میں کسی وجہ سے بھی گنجائش نہیں اور جاننا چاہیے کہ جو ظُلمت و کدورت بھی دل پر طاری ہو اس کی توبہ و استغفار اور ندامت و التجا کے ذریعے سے زائل کر دینا بہت آسانی کے ساتھ میسّر آ سکتا ہے مگر وہ ظُلمت و کدورت کہ جو مردار دُنیا کی محبت کے راستہ سے دل پر طاری ہوتی ہے۔ وہ بہت ہی پریشان و ذلیل کر دیتی ہے اور اس کے زائل میں سخت دشواری ہے اور کمال مشکل۔ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ [1]

ترجمہ: دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

اللہ سبحانہٗ ہم کو اور تم کو نجات دے۔ دُنیا کی محبت اور دنیاداروں کی محبت اور دُنیا کے پوتوں کی محبت سے اور اس کے ساتھ میل جول رکھنے اور ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے کیونکہ زہر قاتل ہے اور مہلک بیماری اور ایک عظیم بلا ہے اور متعدّی بیماری۔

انتہٰی۔ فقط

---

(1) مشکاۃ رقم الحدیث ۵۲۱۲۔ کتاب الرقاق۔

وصیّت نامہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہ وصیتیں ہیں جو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزندِ ارجمند خواجہ اولیاء کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تحریر فرمائی تھیں۔

''اے فرزندِ ارجمند! میں تجھے وصیّت کرتا ہوں کہ علم و ادب اور تقویٰ اور سُنّت و جماعت کے اتباع کو لازم پکڑنا۔ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا، علم و فقہ و حدیث سیکھنا۔ جاہل صُوفیوں سے بچنا اپنے احوال کو مشتہر نہ کرنا۔ شہر کا قاضی اور حاکم نہ بننا، قبالوں اور تمسکوں پر اپنا نام نہ لکھنا۔ بادشاہوں اور امیروں کے ساتھ صحبت نہ رکھنا، خانقاہ نہ بنانا، اپنے آپ کو شیخ نہ کہلانا، سماع نہ سُننا اور اس سے انکار بھی نہ کرنا، کم بولنا، کم کھانا، کم سونا، عام مخلوقات سے الگ رہنا۔ امردوں یعنی بے ریشوں اور عورتوں کی صحبت میں نہ بیٹھنا، دُنیا کی طلب میں مصروف نہ ہونا، بہت رونا، کم ہنسنا، خندہ اور قہقہہ سے بالکل احتراز کرنا، کِسی مخلوق کو اپنے آپ سے کمتر نہ جاننا، اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ سمجھنا، اپنے آپ کو آراستہ نہ کرنا، جہاں تک ہو سکے مشائخ کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ رکھنا، مشائخ کو جان سے عزیز جاننا اور اُن کے افعال پر انکار نہ کرنا چاہیے کہ تیرا بدن لاغر اور تیری آنکھ گریاں اور تیرا دل غمناک اور تیرا عمل خالص اور تیری دُعا تضرُّع اور زاری ہو۔ تیرے کپڑے پھٹے پُرانے اور درویش تیرے دوست ہوں۔ عبادت تیرا سرمایہ، مسجد تیرا گھر، تیرا دل ذاکر، تیری زبان شاکر، ذکر تیرا مُونس اور فکر تیرا یار ہو اور حتیٰ المقدور تو طریقہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہم پر ثابت قدم رہے۔

بارہ کلموں کے فائدے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت رسول خدا ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بارہ کلمے توریت وانجیل وزبور وفرقان سے چنے ہیں جو ایماندار ایک ورق پر لکھے اور ہر روز اس کو دیکھے، اور اس پر عمل کرے خدا تعالیٰ کے مقبولوں میں سے ہو جائے گا۔

پہلا کلمہ

خُدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرزندِ آدم! روزی کا غم نہ کھا۔ جب تک میرا خزانہ بھرا ہوا ہے اور میرا خزانہ کبھی خالی نہ ہوگا۔

دُوسرا کلمہ

اے فرزندِ آدم! بادشاہ ظالم اور امیر کبیر سے نہ ڈر۔ جب تک میری سلطنت ہے اور میری سلطنت ہمیشہ کے لیے ہے۔

تیسرا کلمہ

اے فرزندِ آدم! کسی سے محبت مت کر اور کسی سے کچھ مت مانگ۔ جب تک تو مجھے چاہے گا پائے گا۔

چوتھا کلمہ

اے فرزندِ آدم! میں نے سب چیزیں تیرے لیے بنائی ہیں اور تجھ کو اپنے لیے پس تو اپنے آپ کو دوسروں کے دروازے پر ذلیل مت کر۔

پانچواں کلمہ

اے فرزند آدم! میں جس طرح تجھ سے کل کا عمل نہیں چاہتا اسی طرح تو بھی مجھ سے کل کی روزی مت مانگ۔

چھٹا کلمہ

اے فرزند آدم! جس طرح سات آسمان اور عرش و کرسی اور سات زمینوں کے پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوا۔ اسی طرح تیرے پیدا کرنے اور روزی دینے سے عاجز نہیں ہوں گا۔ بے شک روزی پہنچاؤں۔

ساتواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! جس طرح میں تیری روزی نہیں کھوتا۔ اسی طرح تو بھی میری عبادت مت چھوڑ اور میرے حکم کے خلاف مت کر۔

آٹھواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! جس قدر میں نے تیری قسمت میں رکھ دیا ہے اس پر راضی رہ اور نفس و شیطان کی خواہشوں سے دل کو مت بہلا۔

نواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! میں تیرا دوست ہوں تو بھی میرا دوست بنا رہ اور میری محبت و عشق وغم سے کبھی خالی نہ ہو۔

دسواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! میرے غُصے سے نڈر مت ہو جب تک تو پُل صراط سے گزر کر بہشت میں داخل نہ ہو جائے۔

گیارہواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! تو مجھ پر اپنے نفس کی مصلحت کے باعث غصہ ہوتا ہے اور اپنے نفس پر میری رضا مندی کے غُصّہ نہیں ہوتا۔

بارہواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! اگر تو میری تقسیم پر راضی ہو جائے تو اپنے آپ کو میرے عذاب سے چھڑا لے گا اور اگر تو اس پر راضی نہ ہو تو نفس کو تجھ پر مقرر کر دوں گا تا کہ جانوروں کی طرح تجھ کو جنگلوں میں دوڑائے پھرائے۔ قسم ہے مجھے اپنی ذات کی کہ کچھ حاصل نہ ہو مگر اسی قدر جو میں نے مقدر میں کیا ہے۔

شجرہ طیبہ

نقشبندیہ مجددیہ
توکلیہ محبوبیہ

رحم کر ہم پر خدا ذاتِ خُدا کے واسطے   شافعِ اُمت محمد مصطفےٰ کے واسطے

بہرِ بُوبکر و عمر عثمان و علی اصحابِ کُل   اہلِ بیت حسنین حضرت مصطفےٰ کے واسطے

نفسِ امارہ کے پھندے سے بچا پروردگار   حضرت صدیقِ اکبر بُوالوفا کے واسطے

اُلفتِ حق حُبِّ احمد میں رہوں ثابت قدم   حضرت سلمانِ فارسی باخُدا کے واسطے

مجھ کو مکروہاتِ دنیاوی سے تو محفوظ رکھ   حضرت قاسم سراج الاولیا کے واسطے

تشنہ لب ہوں جامِ وحدت سے مجھے سیراب کر   جعفر صادق امام الاتقیا کے واسطے

کر فنا فی اللہ مجھ کو بہرِ حضرت بایزید   اُس ولی طالب ذاتِ خُدا کے واسطے

روز و شب ہو یاد تیری اے کریم کارساز   بوالحسن خرقانی بدر الدجےٰ کے واسطے

مجھ غریبِ خستہ دل کی دستگیری ہے ضرور   قاسم گُرگانی نور الہدیٰ کے واسطے

ہمتِ عالی عطا فرما مجھے یا ذوالجلال   بوعلی صاحب دلِ پارسا کے واسطے

کر زلیخا کی طرح سرمست جامِ بےخودی   خواجہ یُوسف ہادی شمس الضحیٰ کے واسطے

پردہ چشمِ بصیرت کھول دے ربِّ کریم   عبدِ خالق غجدوانی مقتدا کے واسطے

سختی سکرات کو آسان کرنا اے رحیم   اُس مُحمد عارف صاحب ضیا کے واسطے

گو میری نورسے بھرنا خدائے ذوالکرم حضرت محمود انجیر اولیاء کے واسطے

کیا عجب گر پرسش منکر نکیر آسان ہو بوعلی رامیتنی بوالعلی کے واسطے

مومنوں میں حشر ہو میرا جناب کبریا بابا سماسی محمد خوش ادا کے واسطے

آفتاب حشر میں مجھ پر ہو سایہ عرش کا حضرت امیر کلال اولیاء کے واسطے

نامۂ اعمال مجھ کو ہاتھ سیدھے میں ملے شہ بہاؤ الدین تاج الاولیاء کے واسطے

پلہ نیکی ہو نگیں عدل کے میزان میں شہ علاؤ الدین شمس الاولیاء کے واسطے

عیب پوشی حشر میں کر نا مری ستار تو خوجہ یعقوب چرخی باوفا کے واسطے

برق کی مانند طے ہو جائے راہ پل صراط شہ عبید اللہ احرار اولیاء کے واسطے

جام کوثر دے پلا دست محمد سے مجھے اس محمد زاہد صاحب رضا کے واسطے

اور ہوں فردوس میں ہمسایہ حضرت نبی خواجہ درویش محمد پرضیاء کے واسطے

ہو وے اہل اللہ میں یارب وہاں میرا شمار خواجہ امکنگی ولی صاحب شفا کے واسطے

بعد اسکے ہو وہاں دیدار رب مجھ کو نصیب باقی باللہ مقبول الدعا کے واسطے

آتش دوزخ کا ہو مجھ کو نہ کچھ خوف و خطر شہ مجدد الف ثانی ذوالعطا کے واسطے

دین و دنیا میں مجھے خوشحال رکھنا اے خدا حضرت معصوم مرشد رہنما کے واسطے

کر زباں کو سیف میرے قلب کو پُر نور کر خواجہ سیف الدین تاج الاتقیا کے واسطے

اِتباعِ شرع میں ثابت قدم رکھنا مجھے خواجہ عابد نقشبندی پارسا کے واسطے

نورِ دل سے ہو بدن روشن مرا فانوس وار شہ محمد محسن نور الھدیٰ کے واسطے

نورِ عرفان سے میرا دل کر منور اے خدا حضرت نور محمد اولیا کے واسطے

جو میری اولاد ہو سب متقی و پارسا میرزائے جانِ جاناں پیشوا کے واسطے

بابِ رحمت کھول دے مجھ پر خداوند غفور شہ غلام باعلی صاحب ہدا کے واسطے

ذکرِ حق ہو روز و شب مونس مرا اے ذوالمنن بوسعید اولیا نجم الھدیٰ کے واسطے

جز خیالِ نورِ حق کچھ دل میں گنجائش نہ ہو شاہ مولانا شریف الاولیا کے واسطے

حافظ و حاجی محمد شاہ محمود اللقب آرزو بر لا میری اس پارسا کے واسطے

شاہ قادر بخش خواجہ خواجگاں حق کے شہید بخش دے مجھ کو خدا اس مقتدا کے واسطے

تیرے در پر آ پڑا ہوں اپنا کر لے اب مجھے شہ توکل شاہ پیرِ رہنما کے واسطے

دو جہاں کی کل مرادیں میری سب بر لا یا خدا خواجہ محبوبِ عالم پیشوا کے واسطے

جذبۂ عشقِ الٰہی اور ہو حُبِّ نبی خواجہ صدیق احمد شاہ باوفا کے واسطے

محمد ہاشمی بھی ہے کھڑا در پہ ترے بھیک دے اس کو بھی شاہِ دوسرا کے واسطے

ابرِ رحمت کی رہے مجھ پر ترشح حشر تک اِستجب ہذا دعائی مصطفیٰ کے واسطے

فاتحہ شریف

اوّل دُرود شریف گیارہ بار بعدہٗ الحمد شریف بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ
نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ
اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪﴿۷﴾ آمین۔ سات بار
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ
وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ﴿۳﴾ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٪﴿۴﴾ سات بار۔ بعدہٗ دُرود شریف گیارہ بار۔
بعدہٗ بڑے خشوع کے ساتھ کہے یا اللہ! الحمد شریف، قل شریف کا ثواب رسول
اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا کر طفیل رسولِ کریم ﷺ حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ
صاحب رحمۃ اللہ علیہ تا حضور پُرنور رسولِ مقبول ﷺ پیرانِ سلسلہ کی خدمت شریف میں پہنچا
دے۔ بحق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

تاریخ طبع کتاب

فیضِ انتسابِ خیرالخیر اغنیٰ مرغوب السلوک

مصنف: حضرت مولانا خواجہ محبوب عالم سیدوی رحمۃ اللہ علیہ

از جذبات عقیدت فقیر درگاہ اُمیدوار نگاہ نظام الدین توکلی شادیوال گجرات

خواجہٴ محبوب عالم سیدوی
واقف و غوّاص بحرِ عاشقی

مظہرِ رمزِ توکّل شاہ اوست
قاسمِ کنزِ توکّل شاہ اُوست

گوہراں ناسفتہ بر قرطاس سُفت
رمزِ مستانِ اللہ در قال گُفت

از نوشتن مقصدِ خواجائے من
نیست جز نغماتِ عِشقِ ذُو المنن

اہلِ دُنیا حُبِّ دُنیا داشتند
اہلِ دیں بس حُبِّ عقبیٰ داشتند

زاہدان از زہد کردند پُر سبو
عاشقان در سینہ دارند و ردِ ہُو

تو مخواہ دُنیا مخنث نیستی
ہم مجو جنّت مونث نیستی

مرد باش و در صفِ مَرداں بیا
ہوش باید یاد کن عہدِ بَلٰی

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فینا بگیر
تا کہ باشی از ہدایت مُستنیر

زاہداں رفتند بر گامِ نبی
عاشقی گر زیر قدمش دِل نہی

انتظارش کن مبیں صُبح و پگاہ
بادِل و جاں خواہ زِاُو فیضِ نگاہ

در نگاہش ہست جانِ تو نہاں
ہست آں نُور الٰہی جانِ جاں

سجدہ گاہِ عاشقاں در گاہِ اُو
منتہائے عشق و ذوق و جُستجو

گر نمازت اشتیاق و انتظار
بہر تست آغوشِ رحمت بیقرار

زیب گردن کُن موئے گیسوئے اُو
شو قتیل خنجرِ ابروئے او

بہرِ احمد مضطر و بیتاب دِل
نزد حق ست گوہرِ نایاب دِل

گر زجنبش چاک و امانت شدے
لطف سرمدواں کہ قربانت شدے

کارِ عاشق دیدنِ لیلائے دِل
ہمتِ او رستن ازایں آب و گل

عاشقاں از دو جہاں بگریختند
جان و دل در راہ مولیٰ ریختند

ہمتِ مردانہ در صحرائے نجد
ایں ہمہ آفاق را آرد بوجد

عاشقی در وصل او منزل تراست
دین و دنیا ایں ہمہ بازار ہاست

از ہمہ بازار ہا مستانہ رو
وز ہمہ نیرنگہا بے گانہ شو

تو دریں دُنیائے دوں زی بے خطر
زانکہ لَا خَوْفٌ ز معشوقت خبر

ہم بعقبیٰ رَو وَلے رَو بے حزن
مُژدہَ لَا یَحْزَنُوْنَ در قلب زن

قطرہَ از عشق واں آبِ حیات
اُطْلُبُوھا گر تو می خواہی ثبات

ایں دُر مکنون را محفوظ دار
پاسباں باشی ہمہ دم ہوشیار

ایں بسینہ دار گوہر بے بہا
ہاں بہائش ہست دیدار و لقا

پیشِ جاناں نہ درِ مکنونِ ایں
زانکہ بہرش نیست پیشت بیش ازیں

گر خریدارت بود آں جانِ جاں
تو بیابی کنزِ رمزِ کُن فکاں

احتیاط از پیروانِ حرص و آز
تانہ نیفتی در کفِ دُزدانِ راز

ہست رمزِ عشق فیض سرمدی
ہر کس و ناکس نیابد آگہی

کارِ بندہ بندگی بہر رضا ست
لیک فضلش داں کہ یُوتی من یشاست

جنت عشاق دیدار خداست
خطۂ سقر است ہر چہ ماسواست

مرحبا اے طالبِ اقلیم عشق
اے ذبیح خنجرِ تسلیم عشق

حبذا اے کشتۂ شمشیر عشق
شاد باش اے بسمل و نخچیر عشق

خواجۂ من در ہمہ تحریر ایں
داد لفظِ عشق را تفسیر ایں

گیر با عین الیقیں باشد عیاں
۴ ۳ ۳

کآں ید بیضا برائے عاشقاں

۱۳۳۲ = ۱۹۶۶

۳۳۴
۱۶۳۲
۱۹۶۶ء

❀❀❀

ذکرِ خیر

المعروف بہ

صحیفۂ محبوب

مشتمل بر حالات سراپا کرامات و خوارق عادات نمونہ سلف حجت خلف
متوکّل علی اللہ حضرت خواجہ توکّل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف: حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب سیدوی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ اعظم حضرت قبلہ شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

جس کا
ایک ایک باب معرفت کا بحرِ بے کنار
ایک ایک فصل کتاب و سنت کی ترجمان
ایک ایک صفحہ عاشقانِ مولا کے لیے حرزِ جان
ایک ایک فقرہ ہدایت کا سبق
ایک ایک لفظ ذوق و شوق کا مظہر
ایک ایک حرف رُوحانیت کے نُور سے پُر

O سادہ زبان O سلیس اُردو O دلکش انداز O عام فہم

لکھائی چھپائی، کاغذ نہایت اعلیٰ

مکتبہ توکلیہ محبوبیہ

خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ سید اشریف ضلع منڈی بہاؤالدین